

# حاضرات ارواح

رئیس امر و ہوی

# حاضرات ارواح

ریکس امر و ہوی

# حاضراتِ ارواح

حصہ اول - دوم (مکمل)

مرچو

رئیس امر وہوی

اے مالکِ کل میرے والدین پر رحم فرما ----- آمین

ویلم بگ پورٹ

اردو بازار کراچی، پاکستان

# فہرست

بہارِ حق بک پبلشرز "ولیم بک پورٹ" محفوظ ہیں  
اس کتاب کے کسی بھی حصے کو کاپی یا سکنک یا کسی قسم  
کی اجازت بغیر لکھنؤ کی اجازت کے بغیر نہیں کی جاسکتی۔  
کاپی ہر ممبر پر مشورہ

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
42	کشف قبور	05	حرف اول
43	زندگی کا عذاب	14	روحیت کا مذہب
44	مروجہ خالہ زانوہاں	17	عقاب سرخ
45	قبرستان میں	19	میں تم شپ
47	شیم ہر عود	20	روحوں کی جسم
49	بڑھاپائی انجی	21	میرا مشاہدہ
53	ارٹھان واکہ	23	آگر و کا واقعہ
54	سماج کو خاتون	25	آسمان کی سیر
52	دجے میں	26	جنگل
59	روح کے کشائے	26	شیوری کے بزرگ
62	خوشبو کے روح	31	دارا جان مرحوم
66	ولیم اسلام	33	خارق العادت
70	مرد کے کافیا فی العلاج	33	عقل کی انجمن
72	دھڑکیے	34	ایک سال قبل
73	سواری اور سوار	36	غیر معمولی قوتیں
75	عبدالغفور مرحوم	37	نور اور خوشبو
77	شیت ناک چمک	38	دیوار شریف
78	بیکو پھندوب	40	تذکرہ خوشید

اشاعت : اکتوبر 2013ء  
اہتمام : قرظی  
کپڑاگ : دانشور گراہنس  
قیمت : 450/- روپے

مرچو

اے مالکِ کل میرے والدین پر رحم فرما آمین

بہارِ حق بک پورٹ

میں اردو بازار کراچی - پاکستان

فون : 021-32639581-32633151

فیکس : 021-32638086

ای میل : welbooks@hotmail.com

wbp@welbooks.com

ویب : www.welbooks.com



131	کس قدر رحمت	83	ان دیکھا ہاتھ
132	ثانی کی روح	85	محل کا کرب
134	سایہ رنگ	90	بلوچستان کا تخیل
136	طبیعی حواس	92	ان بلوط کا مشاہدہ
138	چند کلیات	95	خارق العادات
140	پوچھ اور پھر کرے	96	حرف آخر
142	آزاد نگاری		حصہ دوم
144	17 ستمبر 74ء	99	خارق العادات کسی مظاہر
146	مرشد علی کا فیض	100	موکلوں کی حیثیت
147	ادراک اور اسے حواس	101	شہادت کی کوتاہی
149	طبیعت روح	104	حاضرات کے مظاہر
150	مخاطب کے دیہات میں	106	اجسام ہر دوں میں
152	شکوک و شبہات	107	ارواحِ مطلق کے کثرت
153	کلیاتی؟	107	حقیقتات روحانی
155	حاضرات موصوفات	110	غور و غیبی
163	بنگالی مونی	111	آئینہ واقعات
163	شام کو	112	عس فیہ شاعر
164	تجاربہ غرضی تجربہ	114	روحانی مراسلات
165	انجمن معرفت ارواح	118	ایکہ روح سے مراسلت
168	مسئلہ ترقی پذیر	122	پلاچٹ کے حلقہ تجربہ
169	سیادوں کی حقوق	126	روحانی تختہ
170	انجے آف دی ورلڈ	130	مصنف کی طرف سے شکر ہے

## حرف اول

### حاضرات ارواح کیسے کہتے ہیں؟

حاضرات ارواح کہتے ہیں، 'روحوں کو طلب کر کے ان سے تحریر یا تقریر کے ذریعے سوال و جواب کرتا۔ حاضرات ارواح کا عمل آج سے نہیں شعور انسانی کے آغاز سے رائج ہے لیکن حاضرات ارواح کے عمل کی حقیقت، ماہیت اور نوعیت اب تک واضح نہیں۔ ہمارے عمل اور تحقیق کا مدار حواسِ فہم پر ہے اور حواسِ فہم صرف ان حقیقتوں کا ادراک کر سکتے ہیں جنہیں محسوس کیا جاسکتا ہے خواہ وہ احساسِ آنکھ کے ذریعے ہو یا کان کے ذریعے ہم چھو کر دیکھیں یا سونچ کر حاضرات ارواح کا مسئلہ عقل کی رسائی سے بالاتر ہے۔ دنیا کے تمام ترقی یافتہ ملکوں میں سائنس بنانے پر سہ ماہی ملے ہوئے (بلور مثال حاضرات ارواح) کی تحقیقات ہو رہی ہیں لیکن پاکستان میں یہ علمی موضوع اب تک ادہام کے تلاوٹوں میں لپٹا ہوا ہے۔ دنیا میں خارق العادات مظاہرہ کی تحقیقات کا سب سے بڑا ادارہ (The Society For Psychical Research (P.S.R) ہے جس کی اکتیت کا شرف مجھے بھی حاصل ہے۔ زیرِ نظر کتاب میں 'میں نے نہ کوئی دعویٰ کیا ہے نہ کسی نظریے کی صداقت پر اصرار۔ جو حضرات نفسیات و ماہدہ انطیاس کے موضوع پر میرے مضامین کا مطالعہ کرتے رہے ہیں۔ انہیں علم ہے کہ میں روحیت (Psychicism) کا طالب علم ہوں چنانچہ وہ اس مسئلے میں برابر مجھے اپنے مشاہدات و تجربات اور خیالات سے مطلع کرتے رہے ہیں۔ اس خط و کتابت کی نوعیت بالکل نجی ہوتی ہے۔ میں نے

قبر کے اس پار جو دنیا آباد ہے اس کے بارے میں صحیح معلومات ہمیں قبر میں جا کر ہی ہوں گی۔ زیرِ نظر مجموعے میں جو واقعات جمع کیے گئے ہیں ان پر آپ کو یقین آئے یا نہ آئے یہ اور بات ہے۔ البتہ اس امر کا یقین رکھیں کہ میں نے ہزاروں خطوط میں صرف انہی خطوں کے اقتباسات اپنے تبصرے کے ساتھ پیش کیے ہیں جن کے اقتدارِ فکر اور حقیقت پسندی سے میں خود واقف تھا اور جن سے پہلے کافی تحریری بحث و جرح کر چکا تھا۔ لندن کی مجلسِ حقیقت نفسی یا (S.P.R) یقیناً رنگ کے درمیان رہ کر دینی معاملات کی چھان بین کرتی ہے۔ یہاں کا سلسلہ طریق کار ہے۔ میرا طریق کار بھی یہی ہے۔ یہ کائنات اور دنیا کا سب سے لمبز ہے۔ ان کا کائناتی جویوں یا جوبہ آفرینیوں میں برسرِ یہ امکان موجود ہے کہ مادی کائنات کی طرح ایک ذوقی یا روحانی کائنات بھی موجود ہے کم سے کم حد یہ سائنس (نفیاتی اور طبیعیات دونوں) کا رُخ اسی طرف ہے۔ پہلے مادے کو صرف آخر سمجھا جاتا تھا لیکن اب سائنس نے مادے کی تعریف ہی بدل دی ہے اور خود مادے کی اصلیت اور حقیقت شبے میں پڑ گئی ہے۔ خبر یہ ایک اور بحث ہے جس کا حاضرات ارواح سے کوئی تعلق نہیں۔

کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ اسے ادبیات و خرافات کہہ کر دینی کی کوئی بھی پیمائش نہ کریں اور ان طریقوں پر ہی نہ لڑ سکتے ہیں جن کی طرف حاضرات ارواح کے عمل کی وضاحت کے بارے میں بار بار اشارے کئے گئے ہیں یعنی تجربہ و فیرہ کے ذریعے نام نہاد روحوں سے رابطہ پیدا کرنا مناسب ہے یا نہیں؟ خود اس بارے میں عمل کرنا کرنا کہیں بہر حال میری تمام خدمات آپ کے لئے حاضر ہیں۔ میں نے خود بھی حاضرات ارواح کی مجالس میں حصہ لیا ہے۔ میرے زیرِ نظر ان بہت سے دوستوں نے حاضرات ارواح کا عمل کیا ہے اور کر رہے ہیں۔ پیشِ نظر مجموعے میں چار ٹیمیں (تختہ حاضرات ارواح) اور ہزاروں اور خود کا ذکر کرنا کہ ہمارا مذکرہ کیا گیا ہے۔ مزید ہم شب پر بھی مناسب گفتگو کی گئی ہے۔ یہ خودی یا تاثراتی کیفیت کی اہمیت کو بھی واضح کیا گیا ہے۔ حاضرات ارواح کا عمل شروع کرنے سے قبل ان تمام مسئلوں سے مکمل واقفیت حاصل کرنا ضروری ہے۔ یہ بھی عرض کر دوں کہ اس قسم کے عجیب اور بعید از عقل عملیات کی وادی

میں کسی رہبر کے بغیر قدم رکھنا اپنے کو جسمانی نہیں تو ذہنی خطرات میں ضرور مبتلا کر دیتا ہے۔ مناسب ہے کہ حاضرات ارواح کا عمل شروع کرنے سے قبل کسی تجربہ کار اور حقیقت پسند شخص کو اپنا رہبر بنائیں اور اس کے بعد روحوں (جادو بوجی ہوں) سے رابطہ پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

حاضرات ارواح کے عمل میں حصہ لینے کے لئے خاص قسم کی صلاحیتوں کی ضرورت ہے۔ مثلاً شیعہ سہایت، نفس کی روحی استعداد و محتاج کی روحانی مسامت اور درون بینی کا ملکہ ہوں تو یہ صلاحیتیں ہر شخص میں پائی جاتی ہیں جس میں عیاں کسی میں نہاں البتہ جو لوگ سائنس کی عقلیت مار چکا ہو تو جبکہ عمل اور مراقبہ وغیرہ کرتے ہیں انہیں عمل حاضرات ارواح میں نمایاں اور بعض اوقات حیران کن کامیابی نصیب ہوتی ہے۔ میں نے اپنی تصانیف میں ان تمام مشقوں پر تفصیلی بحث کی ہے۔ مثلاً "سائنس بھی آہستہ" میں پاس انکسائپر یا ناٹام اور سائنس کی دوسری مشقوں کے فوائد اور نتائج و اثرات پر بحث کی گئی ہے اور اس سلسلے میں متعدد حضرات کے تجربات و تاثرات اور مشاہدات پیش کئے گئے ہیں۔

ارنگہ از قہر کی مختلف مشقوں مثلاً شعبہ بینی، مادہ بینی، سایہ بینی اور نقطہ وغیرہ پر تو جہات کے مضامین میں بحث کی گئی ہے۔ اس سلسلے کی چوتھی کتاب "مراقبہ" اور پانچویں کتاب "مناظرہ" ہے۔ درحقیقت یہ دوسری کتابیں بھی علمی موضوعات پر بحث اور سلسلہ گفتگو کی کیفیت پر لکھی گئی ہیں۔ پہلی کتاب کی حیثیت مستقل سی ہے۔ مثلاً زیرِ نظر مجموعے میں حاضرات ارواح کے تمام ضروری، علمی اور عملی پہلوؤں پر گفتگو کی گئی ہے تاہم باوجود انصافیت کے تمام وسیع پہلوؤں کی آگاہی کے لئے اس سلسلے کی تمام کتابوں کا مطالعہ ضروری ہے۔ حاضرات ارواح کے بعد، جنات، آسیب زدگی، جادو، جلیبی، شمشیر وغیرہ وغیرہ کے موضوعات پر مستقل تصانیف پیش کی جائیں گی۔ انشاء اللہ!

ریس امرہوی (10 مارچ، 1974ء)

مرچو

پر

مشہور و معروف امریکی جریڈے "نیوز ویک" نے اپنی 9 اکتوبر 1967ء کی اشاعت میں "ری لیجن" کے تحت ایک مضمون شائع کیا تھا جس کا عنوان تھا "میڈیم کے ذریعے" اس مضمون میں حاضرات ارواح کی ایک مجلس کی روداد چھاپی گئی تھی۔ اس کا خلاصہ سن لیجئے مگر نہیں۔ ٹھہریے۔ سب سے پہلے یہ سمجھ لیجئے کہ حاضرات ارواح کی مجلس کیسے کہتے ہیں اور میڈیم کس چیز کا نام ہے؟ حاضرات ارواح کی مجلس یا شستوں کا عام طریقہ یہ ہے کہ ہر پیرچل ازم سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کسی خاموش اور نیم تاریک کمرے میں گول میز کے گرد کرسیوں پر بیٹھ جاتے ہیں۔ ہر شخص کا ہاتھ دوسرے کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اس طرح ہاتھوں کا ایک دائرہ ملاحظہ قائم ہو جاتا ہے۔ ہر پیرچل ازم یا حاضرات ارواح کے شرکاء کا بیان ہے کہ اس طرح ہاتھوں کے ذریعے اہل مجلس کے درمیان برقی حتمیاتی توانائی کی لہر دائرہ داخل میں دوڑنے لگتی ہے۔ برقی حتمیاتی توانائی کی لہر دھول کے تعلق پیدا کرنے کے سلسلے میں غیر معمولی اہمیت رکھتی ہے۔ نیم تاریک مضاف و پاکیزہ اور پرسکون کمرے میں گول میز کے گرد ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر بیٹھنے والے لوگ نرم و شیریں لہجے میں مذہبی گیت اور مانتا جاتے گاتے ہیں۔ کسی روح کی آدھکی اطلاع مختلف طریقوں سے دی جاتی ہے یا تو میر کو تجھ سے کسی کی آواز آتی ہے یا روشنی دکھائی دیتی ہے یا آواز سنائی دے جاتی ہے یا میر کو کسی کوئی چیز حرکت میں آ جاتی ہے۔ روحوں سے سوال و جواب کے بہت سے طریقے رائج ہیں عام اور پندہ یہ طریقہ ہے کہ اہل مجلس میں سے کسی مجلس پر ایک بے خودی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ بے خودی کی کیفیت طاری ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اس شخص کے دماغ اور اعصابی نظام پر کوئی بڑے وقتی (روح) کا مرضی طور پر قابض ہو گئی ہے اور وہ اہل مجلس سے سلام و پیام پر تیار ہے۔ جس شخص پر بے خودی کی کیفیت طاری ہوتی ہے اسے حاضرات ارواح کی اصطلاح میں معمول میڈیم یا وسیلہ کہتے ہیں یعنی حاضری مجلس اور عالم ارواح کے درمیان برقی حتمیاتی پیدا کرنے والی کڑی۔

ہر پیرچل ازم (SPIRITUALISM) کا ترجمہ عام طور پر روحانیت کیا جاتا ہے۔ آسانی کی غرض سے ہم اس موقع پر روحانیت کا لفظ استعمال کر سکتے ہیں مگر سچی بات یہ ہے کہ سچی

روحانیت ان باہم وابستہ خیالاتی شعبہ کا جزو اور مرق العبادت کرشمہ آرائیوں سے بالکل مختلف چیز ہے۔ ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق پایا جاتا ہے۔ کہاں روحانیت کا ہر پیرچل ازم (مغربی اصطلاح میں)۔

چھارغ مرد کو شائع آفتاب کیا

ہاں تو آپ اب سمجھ گئے کہ حاضرات ارواح کی مجلس کے انعقاد کا طریقہ کیا ہے؟ خاموش کمرہ، پرسکون ماحول، حاضری میں کی توجہ بالا کی طرف مرکوز۔ ہر شخص کا ہاتھ دوسرے کے ہاتھ میں۔ ہاتھوں کی دائرہ نما ناخبر کے ذریعے اہل مجلس کی برقی حتمیاتی قوت سرک کی شکل میں دوڑنے لگتی ہے۔ لوگ کب زبان اور ہم آواز ہو کر حمد و ثناء جات گیت گاتے اور دعا مانگتے کرتے ہیں۔ روح کی حاضری کی اطلاع یا اشاروں کے ذریعے دی جاتی ہے یا کسی شخص پر استغراق کا عالم طاری ہو جاتا ہے۔ یہ شخص میڈیم یا وسیلہ (معمول) کہلاتا ہے۔ وسیلہ یا واسطہ بننے کی سب سے زیادہ صلاحیت عورتوں میں پائی جاتی ہے کیونکہ وہ اپنے نازک اعصاب اور شدت جذبات کے سبب غیر معمولی طور پر اثر پذیر ہند یا احساس اور تصدیق کی قوت سے لبریز ہوتی ہیں۔ آج یورپ میں جس شغل کو ہر پیرچل ازم کہتے ہیں اس کا سلسلہ ایک سو سال قبل 1863ء میں امریکہ سے شروع ہوا تھا اور فاسکس سوسائٹی کی سب سے پہلے معمول میں۔ بہت کم مرد والے ہیں جن میں میڈیم شپ کی اعلیٰ صلاحیت موجود ہو۔ اہمیت و فائدہ ان حضرات کی مثال پرست اور غراب کی ہونا مناسب دے رہنے والے امریکی محقق و ریاضت سے اچھے میڈیم ثابت ہو سکتے ہیں۔ حاضرات ارواح کی مجلس میں میڈیم کے ذریعے روحوں سے بات چیت ہوتی ہے۔ اس بات چیت کو ایک تجربہ کار روح کشروں کرتی ہے جسے ہر پیرچل ازم والے درجہ کا گائیڈ اسپرٹ کشروں یا نیم ارواح کہتے ہیں۔ جب میڈیم کے ذریعے کسی روح سے گفتگو کی خواہش کی جاتی ہے تو اس روح کا گائیڈ (رہنما) اپنی وساطت سے گفتگو کرتا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ روح سے بات چیت کرنے کے لئے دو واسطے درکار ہوتے ہیں ایک تو وہ شخص جس پر بے خودی کی کیفیت طاری ہے۔ دوسری دور ہنما روح جہاں اسپرٹ کشروں یا گائیڈ کہلاتی ہے۔ ہر پیرچل ازم روح سے سوال و جواب کا گائیڈ ہی کے ذریعے ہوتے ہیں

جین یہ کوئی ضروری نہیں۔ بعض اوقات مطلوبہ روح گائیڈ کے بغیر سوال و جواب کرنے لگتی ہے۔  
 - روحوں سے سوال و جواب کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ جب میڈیم پر حالت بے خودی  
 جاری ہوتی ہے تو اس کے ہاتھ میں قلم یا پینسل دیتے ہیں اور وہ بے لگانہ کاغذ پر سوالات کے  
 جواب لکنا شروع کر دیتا ہے اس طریقے کو آٹو ٹیک رائٹنگ کہتے ہیں۔ ہم نفسیاتی علاج کے سلسلے  
 میں بھی یہی طریقہ استعمال کرتے ہیں۔ آج بہت سے حضرات اس طریقے پر عمل کر رہے ہیں اور  
 اپنے مقصد میں کامیاب ہیں۔ خود کار تحریر (آٹو ٹیک رائٹنگ) کے ذریعے نفس انسانی کی تہوں  
 میں چھپی ہوئی اور دلی ہوئی بہت سی یادیں، کشید و یادداشتیں جذبہ صمدی نفسی حادثے اور سمجھے  
 ہوئے جذبات خود بخود آشکار ہو کر سامنے آ جاتے ہیں۔ عالم ارواح سے تعلق پیدا کرنے کے لئے اور  
 بہت سے طریقے ابھارے گئے ہیں۔ مثلاً گول میز یا گول تختے پر رالف سے تک تمام حروف  
 ایک دائرے کی شکل میں چپا کر دیئے جاتے ہیں۔ پہلے ان حروف کو نمونے قلم سے کاغذ پر لکھا  
 جاتا ہے پھر چھپتی ہے۔ الگ الگ کاٹ کر گولہ نم یا پتلی سے گولائی میں چپکا دیا جاتا ہے۔ گول تختے  
 کے بیچ یعنی حروف کے وسط میں شیشے یا پلاسٹک کا ہلکا سا گلاس جو آسانی سے حرکت میں آ جائے  
 آلتا کر رکھ دیتے ہیں۔ اُس گلاس کے چہرے کے گرد یا تین یا دہائی ایک ایک یا دور دور انگلیاں  
 نہایت نرمی و نفاکت اور آسانی کے ساتھ رکھ دیئے جاتے ہیں تاکہ خود بخود حرکت میں لگیں اور  
 سے۔ اس کے بعد ذہن کی تمام ترقی اور تہہ اس روح کی طرف مرکوز کر دی جاتی ہے۔ کس کو بانا  
 مقصود ہو۔ گلاس حرکت میں آ جاتا ہے۔ مثلاً روح کو یہ بتا دیا ہے کہ میرا نام رکس ہے۔ تو گلاس  
 پہلے ”ر“ کی طرف حرکت کرے گا پھر ”کس“ کی طرف اور پھر اس کی طرف۔ اس طرح رکس کا لفظ  
 بن جائیگا۔

حضرت جوش علی آبادی مدت تک اس قسم کے تجربے کر چکے ہیں۔ انہوں نے بھول خود سرسید  
 ”مقابلہ حقایق“ میں شیخ سلطان اور نمائندے کن بزرگوں کی درجوں سے سوال و جواب کئے تھے  
 اور اس کی تفصیل ایک روضہ میں درج کر دی تھی۔ میں نے جوش صاحب سے استماع کی کہ یہ روضہ  
 مجھے بھی دکلا دیں۔ فرمائیے گئے راجہ صاحب محمود آباد مجھ سے یہ روضہ مانگ کر لے گئے تھے اس

کے بعد اس کو کوئی پتہ نہ چلا حال ہی میں جناب قدرت اللہ شہاب (بیکری وزارت تعلیمات)  
 نے بیان کیا کہ جب وہ پینڈ میں پاکستان کے سفر کی مشیت سے متعین تھے تو انہوں نے حاضر  
 ارواح کی مجلس اور لڑکچہ کا گہری نظر سے مطالعہ کیا تھا اور اس کی صداقت کے قائل اور معترف  
 ہو کر وہاں سے واپس پہلے ہیں۔ شہاب صاحب کے بیان کے مطابق پینڈ میں ”مکالمہ ارواح  
 “ کا نفسی سائنس کی عقلی اختیار کر چکا ہے اور اس سلسلے میں اہم اور حیرت انگیز تجربات کئے گئے ہیں  
 - انگلستان میں مشہور دوسروں (Society For Physical Research) مختلف  
 (S.P.R) نوے یا ایک سو سال سے حاضر ارواح کے سلسلے میں خود کار تحریر (آٹو ٹیک  
 رائٹنگ) کے ذریعے غیر معمولی سائنسی صحت و صداقت کے ساتھ ہر باطنی تجربات میں مصروف  
 ہے۔

جناب نذر احمد رائے و دیکٹ صدر اور پینڈی دارالہدوی ایشیئن نے جواب خود عالم ارواح کے پاس  
 بنی پئے ہیں مجھے مشورہ دیا تھا کہ پاکستان میں سائنسی بنیاد پر روحانیت (وہی مغربی طرز کا  
 اس پر کچھ زور مہر اور ہے) کے تجربات شروع کر جائیں۔ مرحوم تین سال سے اس علمی تحریک کا مطالعہ  
 کر رہے تھے اور انہیں یقین تھا کہ بعض ذرائع اختیار کر کے مردوں سے سوال و جواب کئے جاسکتے  
 ہیں۔ مثلاً دسمبر 1967ء میں میں نے ان سے ملاقات کی۔ ان کا جواب اور ان کا جہود اور ایمانیاتی ہے  
 اسے دہرانے کی ضرورت نہیں۔ مگر یہ کہ ہم اپنے ہمتیہ کے تجربات کی طرف توجہ دیں۔

م۔ س۔ (سیالکوٹ) اپنے 18 اگست 1972ء میں لکھے ہیں کہ

السلام علیکم۔ میرے ایک واقف کار کے پاس چھوٹی سی کتابی ہے یہ بارہ انچ اونچی ہوئی۔ ہم  
 اس کتابی کو کھلائے۔ پاک۔ ک۔ تین یا دہائی نے اُس شکل کے ساتھ کتابی پر ہاتھ رکھ دیا اور سورہ  
 فاتحہ پڑھ کر پھونک ماری۔ پھر ایک شخص نے کہا کہ اس طرف سے کوئی روح نکل رہی ہو تو اپنی  
 موجودگی سے کتابی کی حرکت کے ذریعے اطلاع دے فوراً کتابی کی ایک ٹانگ اُٹھ گئی۔ سوال  
 و جواب کا طریقہ یہ بنے کیا گیا ہے کہ کتابی کے تینوں پایوں کی حرکت کو جواب سمجھا جاتا ہے۔ مثلاً  
 روح ٹیک سے یاد۔ مردہ یا صحت جو جان ہے یا پچھلے ارشدہ رہا ہے یا غیر۔ ہر پائے کے اُٹھنے کو

ایک جواب تصور کر لیا جاتا ہے۔ اس طرح تپائی کی مختلف حرکتوں سے ہم روح سے جہاں حاصل کرتے رہتے ہیں ایک روز ہماری خواہش کے بغیر والدہ مرحوم کی روح آگئی اور بہت دیر تک تپائی کی حرکت کے ذریعے سے مخاطب رہی۔ ہم نے والدہ مرحوم کی روح سے پوچھا کہ کیا آپ والدہ مرحوم کی روح کو بلا سکتے ہیں۔

انہیں میں جواب ملا۔ اور دوسرے روز والدہ مرحوم کی روح نے تپائی کی حرکت کے ذریعے اپنی آمد کی اطلاع دی۔ ہم ہمیشہ کسی روح کو طلب کرنے سے قبل سورۃ فاتحہ پڑھتے ہیں لیکن کسی مرحوم یا ہوا کا بغیر کچھ پڑھتے تپائی فضا میں بندہ ہوگئی۔ تپائی کے ذریعے ہاضی کے بارے میں جو سوالات کئے جاتے ہیں وہ بالعموم درست ثابت ہوتے ہیں لیکن یہ یوں کہہ سکتا ہے کہ مشفق کے بارے میں بھی روح کے جوابات صحیح اور درست ہیں۔ ہمارے سامنے میں ایک لڑکا مر گیا تھا۔ خیال یہ تھا کہ اسے کسی رشتہ دار نے زہر دیکر مارا ہے مقتول لڑکے کی بیوہ والدہ اور بہن کی درخواست پر ہم نے روح کو بلا دیا۔ اس نے تصدیق کی کہ مجھے زہر دیا گیا تھا۔ روح سے کہا گیا کہ اپنی والدہ کے پاس جاؤ۔ یقین فرمائیں تپائی نے از خود بڑے صاف کا قائلہ طے کیا اور مقتول لڑکے کی والدہ کے پاس جا کر غمگینی کا وہاں نے صدمہ مہینے کی بائیس تپائی کو کھلے سے نکال دیا۔ اس کے بعد وہی تپائی مرحوم کی روح کے پاس آئی۔ اس نے بھی یقین سے کہا کہ ایک مرحوم جس کی حاضرت میں میرا لڑکا فیروز باہر اور میں شریک تھے۔ جتنی عین کے ہاتھ تپائی پڑے تھے ایک روح حاضر ہوئی۔ (یعنی تپائی کو حرکت ہوئی، روح کی آمد کی علامت یہی ہے) سوال کیا گیا کہ تم ٹیکہ ہو یا بد۔ جواب ملا کہ بد۔ قریب روز بارہ گئے کہ کچھ ماضی کر۔

یقین جانے تپائی کسی نبی اشارے سے آ پہنچے کو گئے جب روح سے کوئی سوال یا خواہش کرنی ہوتی ہے تو خود بخود تپائی کی کوئی ناگہان آ جاتی ہے۔ ان صاحب نے تپائی (تین پاؤں کی میز) کے ذریعے حاضرات ارواح کی جو تصویلات لکھی ہیں۔ ان سے قلع نظر کرتا ہوں۔ اس سلسلے میں حاضرات ارواح کی چند چیزیں سامنے آتی ہیں۔ پہلی چیز یہ ہے کہ روح کو بلانے کے لئے ضروری ہے کہ ایک دو تین یا زیادہ آدمیوں کے ہاتھ تپائی پڑے رکھے ہوں۔ ہاتھ رکھے بغیر تپائی

متحرک نہیں ہوتی۔ آخر یہ کیوں کہ تپائی ہاتھ رکھے بغیر حرکت میں نہ آئے۔ کیا مطلوبہ روح میز، گلاس یا کسی اور شے (Object) پر براہ راست نہیں آ سکتی۔ یا خود کار تجربہ کو لیجئے۔ خود کار تجربہ کے لئے ضروری ہے کہ قلم کی وسیلہ کے ہاتھ میں ہوا اور قلم کا استعمال کر کے اپنا پیام لکھوا سکے؟ جب تک ان سوالات کا تقابلی تخیل جواب نہ ملے گا ہم ماضیہ ابرار کے عمل کو پوری طرح سمجھنے سے قاصر رہیں گے۔ م۔ (سیالکوٹ) نے تپائی کے ذریعے روحوں سے سوال و جواب کئے۔ عام طور پر اس مقصد کے لئے پانچ گھنٹہ اور دو یا تین گھنٹہ کا استعمال کرتے ہیں۔ وہ بھی لکڑی کے بٹے ہوتے ہوتے ہیں۔ روحوں سے سوال و جواب کا عام طریقہ یہی ہے لیکن بعض وسیلہ یا میڈیم جنہیں (Sensitive) بھی کہا جاتا ہے۔ بغیر کسی وساطت کے اس پار کی حقوق سے رابطہ قائم کر لیتے ہیں۔ خالدہ رفعت (کراچی) جو میری نگرانی میں حاضرات ارواح کے تجربہ کر رہی ہیں۔ اپنے خط 7 جولائی 1972ء میں لکھتی ہیں کہ

30 جون کو جب میں نے باہر مرحوم کی روح مبارک کو مخاطب کیا تو مخاطب کرتے ہی محسوس ہوا کہ میرے تمام جسم سے بے رنگ سا مادہ بہہ رہا ہے اور آس پاس کی فضا بے حد سرد اور مضطرب ہوتی چلی جا رہی ہے۔ یہ کیفیت کوئی دس منٹ تک محسوس ہوتی رہی۔ دو یا تین مرحوم کی طرف توجہ کی تو محسوس ہوا کہ کھانسی کھانسی اور ماحول کی خوشبو میں اضافہ ہو گیا ہے۔ پھر میں نے باہر مرحوم کو اپنے لمبے جینا دیکھا۔ وہ مجھ سے بے حد نزدیک تھے۔ شاید ان کے قریب کچھ عرصہ سردیوں میرے جسم میں داخل ہو رہی تھیں ان کا چہرہ بے حد درخشاں تھا۔ ہاں انہوں پر مسکراہٹ تھی۔ کوئی تین چار منٹ وہ میری طرف دیکھتے رہے۔ پھر گویا ہونے ہم جانا چاہتے ہیں۔ تم ہمیں کیا سمجھتی ہو۔ میں ان کے سوال کا مفہوم نہ سمجھ سکی۔ دشمن نے اس کی وضاحت چاہی۔ کچھ کچھ نہیں سمجھیں آ رہا تھا انہیں کیا جواب دوں۔ اس لئے خاموشی تھی۔ میری خاموشی کو کچھ عرصہ میں نے دو بارہ سوال کیا کہ

تم ہمیں کیا سمجھتی ہو؟

مجھے فوراً خیال آیا کہ آپ نے مجھے اپنی روحانی بیٹی بتایا ہے۔ تو اس اعتبار سے دوسرے روحانی

دادا ہوئے۔ میں نے انہیں سبکی جواب دیا۔ وہ اس پر بے حد خوش ہوئے اور میرے فاقہ پڑنے سے قبل ہی اٹھ کھڑے ہوئے۔ ہاں اٹھنے سے قبل اپنا نیک بستہ ہاتھ انہوں نے میرے سر پر پیچھا۔ حیرت اس وقت ہوئی جب وہ مجھ سے چند قدم دور ہوتے ہی پیو لے یا پر چھانکی کی صورت اختیار کر گئے پھر فضا میں تحلیل ہوتے ہی ایک ابر پارے کی صورت میں جو بے حد روشن تھا تبدیل ہو گئے۔ اس درخشاں پارہ صاحب نے کمرے کی فضا میں کچھ دیر گردش کی، پھر نکلی ہوئی کھڑکی کے ذریعے باہر چلا گیا۔ ہر عوم تو اس قدر نورانی، بزرگ اور شفیق ہستی ہیں کہ ان سے دھشت یادداشت محسوس نہیں ہوتی۔ پھر نصاب غیر حتمیت کی حشوتوں کے باعث دل اس قدر مضبوط ہو گیا ہے کہ اس قسم کے حیرت انگیز مناظر غرض سے حواس نہیں کرتے بلکہ میں تو اس قسم کے مشاہدات و واقعات پر غور کرتی رہتی ہوں اور میرے خیال میں غور و فکر کرنے والے لوگ کسی مجوبے سے گھبرایا نہیں کرتے۔

## روحیت کا مذہب

جس چیز کو مغربی اصطلاح میں اسپیرٹیزم کہتے ہیں۔ میں عرض کر چکا ہوں کہ اس کی ابتدا 1863ء میں امریکہ کی ایک کمالیہ سلاز کے مجوبے سے ہوئی تھی مگر یہ صرف شہیدے بازی تھی۔ آخر عاضرت ارواح کے متعلق اور دوسرے متعلقہ امور کے متعلق مطالعہ کے بعد اس متعلق میں غیب بینی (و غیرہ) پر عمل کی تحقیق اور سائنس جڑات کا بنیادی کام ملند میں "سوسائٹی قادی سائی ٹیکل ریسرچ" (یا پھل تحقیقات مظاہرہ) نے 1882ء میں شروع کیا۔ یہ سلسلہ اب پھر میں پھیل چکا ہے اور شاید ہی کوئی ترقی نہ کرادرم دوست ملک ایسا ہو جس میں باہد انطیاس (ہی اسٹیکلٹی) کے نام سے ان موضوعات کی چھان بین نہ کی جارہی ہو فرنگی اسپیرٹیزم کے بارے میں محترم دوست، مین الاقرای شہرت رکھنے والے (Hand Analyst) ہرٹیریکایان بہت بصیرت افزا ہے لکھتے ہیں کہ

امریکہ کی شہرہ آفاق معمولہ (Medium) (مڈیم) کی رٹ نے اپنی زندگی میں "دی

ہی اسٹیکلٹی کا وظیفہ" نامی ایک ادارہ قائم کیا تھا۔ اس ادارے کا دفتر "مظاہرہ ایجنسی" پر واقع تھا۔ اس ادارے میں روحیت، باہد انطیاس اور میڈیم شپ کے مظاہر پر مختلف ماہرین جو اپنے میدان میں عالمگیر شہرت کے مالک تھے۔ تقریریں کرتے اور خطبات پڑھتے تھے۔ ان میں امریکہ کے پروفیسر ہارٹل بارٹ، سویڈن کے آئی بی جوکرسم ڈاکٹر آ راجج کوس، آسٹریا کے (H.I. URBAN) سوشل ریلیٹ کے مین گیزر، اٹلی کے پروفیسری سرید اور فرانس کے پال داسے قابل ذکر ہیں۔ اس ادارے کے زیر اہتمام انطیاس، فنی انطیاس ہوئیں۔ دی ہیرا ساٹیکلٹی کا وظیفہ ان انکار پریش کی طرف سے فردا (TOMARROW) کے نام سے ایک رسالہ بھی شائع ہوا تھا۔ اس ادارے کی شائع کی ہوئی کتابیں روحیت میں نصاب کا درجہ رکھتی ہیں۔ آج کل روحیت کی حیثیت مذہب کی سی ہے اور کروڑوں افراد اس کے ماننے والوں میں شامل ہیں۔ یہ کچھ صاف ہو جانا چاہئے کہ روحیت کا کوئی تعلق مذہب سے نہیں ہے۔ بلکہ یہ مائیت روحیت سے برسر پکار ہے۔ بلکہ اس پر کچھ لازم کوسرے سے تسلیم ہی نہیں کرتا۔ روحیت کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان کی حیثیت ایک روحانی وجود کی سی ہے۔ یعنی اصل میں وہ ایک روح ہے جس نے گوشت پوست کا لبادہ اوڑھ لیا ہے۔ انسانی شعور و وجدان اور حافظہ کا تعلق دماغ سے نہیں روح سے ہے۔ دماغ کی حیثیت ایک آلہ کی سی ہے جو روح کے پیغام کو کثیر اور اس کے ہر کام کی تعمیل کرتا ہے۔ روحیت کے لئے اس کا نام "پسکھیکس" (Psychicsm) کی اصطلاح مناسب ہے ہر وہ شخص جو غیر معمولی پر حساس ہوتا ہے روحی (یا سائیکک) کہلاتا ہے۔ روحیت یا میڈیم شپ کی اصطلاح کم پیش ہر شخص میں موجود ہے بعض کے اندر قدرتی طور پر ہے۔ مصالحت ابھر آتی ہے۔ بعض کے نفس میں کی جذبائی جانے کی بنا پر یہ قوت ایک بیک پیدا ہو جاتی ہے اور عام لوگوں کی اکثریت پر مختلف حشوتوں، ہر یا مضتوں اور ہما بدوں کے ذریعے اس حیرت انگیز قوت کو بروئے کار لاسکتی ہے۔ میرٹیر قطر از ہیں کہ

انگستان میں عاضرت ارواح کا رواج عام ہے۔ متعدد رسالے اس تحریک کی اشاعت میں سرگرم ہیں مثلاً سائیکک تجوہت رتدہ روزہ ہے یا ماماتو رتدہ اور پان وغیرہ اس سلسلے میں جڑیں آ

مرچو

روحیت کا مذہب



فہمی سوسائٹی فار سائیکلر ریسرچ سماجی رسالہ اپنے علمی اعتبار سے غیر معمولی طور پر اہم ہے لیکن اس کا تعلق روہیت سے نہیں بلکہ باہر اشیاء سے ہے غیر معمولی طور پر اہم ہے لیکن اس کا تعلق روہیت سے نہیں بلکہ باہر اشیاء سے ہے۔ روہیت کا سب سے بڑا اثر جان پر ہی ڈنشن (جنگلی) نامی ماہر ہے۔ ان رسالوں میں نجوم، دست شامی، آسیب زندگی، روہیت، میڈیا، نوام، واگون، تعمیر خواب، حاضرات ارواح پر اپنی روئے کے مضامین کا تصور پھر اور خوب چمکی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر اس پر پکڑ ہے کیا چیز یعنی فن حاضرات ارواح کے کہتے ہیں۔ اس کی مختصر تعریف اس طرح کی جاسکتی ہے کہ روحوں سے بات چیت کرنے کا طریقہ کار بعض لوگ شدید حساسیت کے مالک ہوتے ہیں ان میں ایک ایسی بصیرت ہوتی ہے کہ وہ عالم ارواح کی ہستیاں کو دیکھ سکتے اور ان سے بات چیت کر سکتے ہیں۔ معمولاً (جن کے ذہن روحوں سے واسطہ پیدا کیا جاتا ہے) کی کئی قسمیں ہیں اور کئی درجے مثلاً سمعی معمول۔ جو روحوں کی بات چیت نہ کر سکتے ہیں اور ان سے بات چیت کر سکتے ہیں۔ بصری معمول۔ وہ ایک خاص قسم کی بصارت کے مالک ہوتے ہیں جس کی مدد سے مادہ و ہستیاں انہیں نظر آ جاتی ہیں۔ جس طرح فلم کے پردے پر تصویریں چلتی پھرتی نظر آتیں۔ وہ مردہ انسان کے ناک، پیشانی، قد و قامت، حساسات اور حرکات و سکنات اور لباس وغیرہ کا صحیح تصور سمجھ سکتے ہیں۔ بعض معمول سماجی ہوتے ہیں۔ اگر ان کو کوئی چیز بطور مثال بھڑکی مٹھنی وغیرہ دی جائے تو ان پر غم خوابی یا بے خودی کی ہی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور وہ آنکھیں بند کر کے ان تمام لوگوں کے حالات سناتے لگتے ہیں جن کا کوئی تعلق اس چیز سے رہا ہے۔ ان کے علاوہ وہ لوگ ہیں جو بچہ آئی طور پر غیر معمولی یا سپر نٹل ہوتے ہیں یعنی جن میں اوراک ماورائے حواس یا (E.S.P.) (Extra Sensory Preception) کی صلاحیت سمجھنی ہی سے کارفرما ہوتی ہے۔ روحوں کا معمول بننے کے لئے مسلسل محنت کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی شخص محسوس کرے کہ مجھ میں خارق العادات (سپر نٹل) مظاہر کی قوت موجود ہے، یعنی اسے سچے خواب نظر آتے ہیں یا وہ اپنی طور پر بعض باتوں کا ظلم ہو جاتا ہے تو انگلستان میں ایسے ادارے موجود ہیں جہاں ایسے صلاحیت افرا کو میڈیم شپ کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس قسم کا سب سے بڑا

ادارہ اسپرینچل ایسوسی ایشن آف گرےٹ برٹن (مجلس روحانیات، برطانیہ عظمیٰ) ایک ایسے علاقے میں واقع ہے جہاں سٹیروں اور اہل دولت کے علاوہ دوسرے لوگوں کا گزر نہیں۔ اس کی دستخیز عمارت میں کئی پتھر ہال ہیں۔ پھر کچیں کچیں کچین نما کمرے ہیں۔ یہاں حاضرات ارواح کے چلنے اور لوگوں کے سوالات کے جواب دیئے جاتے ہیں۔ ہر معمول کی نہیں الگ مقرر ہے۔

## عقاب سرخ

حاضرات کی مجلس میں جب معمول پر استراحت یا ڈوب جانے کی کیفیت طاری ہوتی ہے تو وہ گہرے گہرے سانس لینے لگتے ہیں۔ آنکھوں میں غبار کے آ کر پیدا ہو جاتے ہیں۔ بعض معمول پہلے ہاتھ پاؤں کو حرکت دیتے ہیں پھر دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھ لیتے ہیں۔ گہرے گہرے سانس لینے لگتے ہیں پھر بے اختیار ہتھکڑی شروع کر دیتے ہیں۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ہر معمول کا ایک رہنما ہوتا ہے جسے یہ لوگ گائیڈ (Guide) کہتے ہیں۔ امریکہ، برطانیہ اور فرانس کے رومی معمولوں کی یہ خصوصیت قابل ذکر ہے کہ ان کے گائیڈ چینی، ہندوستانی اور یوڈیٹھین ہوتے ہیں۔ یہ گائیڈ اپنے آپ کو مجب وادہ یا ناول سے متعارف کراتے ہیں مثلاً عقاب سرخ یا دریاے ارواح جب معمول پر چلنا شروع ہوتا ہے تو اس کا رومی رہنما اپنے گائیڈ میں معمول کی زبان سے اعلان کراتا ہے کہ عقاب سرخ حاضری ہے اور حاضرین کی خدمت میں اپنی دعائیں پیش کرتا ہے۔

اس کے بعد معمول کے واسطے اس گائیڈ کی نگرانی میں مردوں سے بات چیت شروع ہو جاتی ہے۔ مثلاً گائیڈ معمول سے کہلائے گا کہ اس وقت تیرا رومی کار پر کار میں موجود ہے وہ بڑی عمر کی خاتون ہیں اپنی چوٹی مار کر بے کمرہ عورتی ہیں اور فرماتی ہیں کہ

اے وہ دن یاد ہو گا جب وہ میب کے درخت سے گر پڑی تھی تو اسے اس کی دادی اسپتال لے گئی تھی اس کا پریشانی ہوا تھا۔ اب تک اس کی دائیں ٹانگ کے بالائی حصے پر ایک بڑے گھاؤ کا نشان باقی ہے۔

مارگرےٹ ان معلومات کی تصدیق کرتی ہے۔ پھر اس کی دادی اوس کی کارفرمی روح اسے کوئی پیغام دیتی ہے۔ کسی شناک حادثے پر صبر کی تحقیق کرتی ہے اور کہتی ہے کہ وہ مدت اس کے ساتھ ہے اور اپنے روحی عالم میں اس کے لئے دست بدعا ہے اور اس کی اعانت کے لئے کوشاں ہے۔ مارگرےٹ پھر کچھ سوال کرتی ہے۔ اس کی مرحومہ دادی روحی رہنما شٹن مقابلہ سرخ کی رہنمائی میں معمول کی زبان سے پتی کو جواب دیتی ہے۔ آنکھ کے لئے کچھ تحسین دلاتے ہیں شٹن کی عام طور پر چٹنگوئیں کا انداز اطمینان دلانے والا ہوتا ہے۔ اس کے بعد معمول کی وساطت سے روحانی گائیڈ دوسرے سوالوں کے جوابات دیتا اور دوسری روحوں سے دلاتا ہے پھر حاضرات ارواح کی نشست ختم ہو جاتی ہے۔

پھر ایک مرتبہ اس طریقہ کار کی وضاحت کر دوں۔ یہ بات سمجھ لیجئے کہ باعوم مرے ہوئے لوگوں سے معمول کے ذریعے بات چیت یا مرسلت ممکن ہے۔ میڈیم یا معمول غیر معمول طور پر حساس ہوتا ہے۔ اس کی روحی قوتیں پوری طرح بیدار ہوتی ہیں اور انہی قوتوں کی بنا پر وہ سپر نارل مظاہر (شٹن) بھی روحوں سے سوال و جواب کی نمائش پر قادر ہوتا ہے جب معمول پر حال خداری ہو جاتا ہے تو اس کی زبان کی سطح بند ہو جاتی ہے اور وہ تادیہ و شکوک کو یکہ اور ناہیہ و آوازوں کو سن سکتا ہے۔ ہر معمول کا تعلق روحی دنیا کے کسی رہنما سے ہوتا ہے۔ معمول پر جو بھی حال کی کیفیت خداری ہوتی ہے وہ اپنے روحانی گائیڈ کی براہ راست مرئی میں آ جاتا ہے۔ چوں کہ کمال کمالہ ارواح میں معمول کی حیثیت ملنی فون کے آلے کی ہوتی ہے۔ ٹیلیفون کے ریسیور یعنی خبریں وصول کرنے کی جگہ آپ ہوتے ہیں اور دوسرے سرے سے جہاں گائیڈ ہوتا ہے پیغام بھیجے جاتے ہیں۔ گائیڈ کو کچھ کہنا چاہتا ہے وہ معمول کی زبان سے کہلواتا ہے جب آپ اپنے کسی مردہ دوست یا عزیز کی روح کو طلب کرتے ہیں تو گائیڈ سے درخواست کرتے ہیں کہ فلاں روح کو بلا دیا جائے۔ گائیڈ اسے آگاہنا چاہتا ہے۔ اس پر اسے مسئلے میں معمول کوئی حصہ نہیں لیتا وہ تو صرف لاؤڈ اسپیکر کا کام دیتا ہے۔ یعنی آپ کا سوال معمول کے اندر سے گزر کر گائیڈ اور پھر مردے کی روح تک پہنچ جاتا ہے اور گائیڈ یا مصلوہ روح آپ کو جواب آپ معمول کی زبان سے وصول کر لیتے

ہیں۔ معمول کے ہونے ضرور ہوتے ہیں مگر الفاظ اس کے نہیں ہوتے۔ الفاظ دوسری دنیا کے ہوتے ہیں۔

## میڈیم شپ

بعض معمول روحانی علاج معالجے کا کارباز کرتے ہیں۔ ان کا بھی روحانی دنیا میں ایک گائیڈ ہوتا ہے جب مریض معمول کے سامنے بیٹھتا ہے تو روحی رہنما کے اشارے پر یا اپنی وجدانی بصیرت سے کام لے کر معمول مریض کی تفصیل کر لیتا ہے اور بتاتا ہے کہ اس کا دایاں گردہ خراب ہے یا اس کے جگر میں تغلیف ہے پہلے مریض کی تفصیل کی جاتی ہے پھر دوا تجویز ہوتی ہے۔ روحانی معالجوں کی طرف صرف ایسے مریض رجوع کرتے ہیں جو عام طریقہ علاج سے کسی طرح صحت یاب نہیں ہوتے یا کسی مادی مرض یا کچھ میں آنے والی بیماری میں مبتلا ہوتے ہیں۔ کئی مشہور معمول آخر کے کسی بلا سے ہال کو کراتے ہیں۔ پہلے ہیں اور جلسہ عام میں حاضرین تک روحوں کا نظام دکھاتے ہیں۔ رونالڈ اسٹرانگ نامی ایک مشہور دست پرہیزگار معمول تھا جو لندن کے مشہور ہال "ڈگ مور ہال" میں حاضراتِ ارواح کے عام مظاہرے کیا کرتا تھا۔ دوسری جنگ کے زمانے میں اس نے ایک چٹنگ بھی بلیک ہٹلروں کو بتائی تھی کہ اب رونالڈ اسٹرانگ اس دنیا میں پہنچ چکا ہے جہاں کے بیچا مات و دوسلوں کیا کرتا تھا۔ اس کی ایک بہت بڑی خانقاہ (کلیج) بھی تھی۔ جہاں متعدد افراد کو کم کرتے تھے۔ رونالڈ اسٹرانگ ایک درسا لے بھی لانا تھا۔ یہاں انگلستان میں روایت کے معمولوں کو دوطرح کی تربیت دی جاتی ہے یا تو کسی مہر سرکل میں یا کسی خاص روحی ادارے میں کسی استاد کی نگرانی میں میڈیم شپ کی تربیت دی جاتی ہے۔ طریقہ یہ ہے کہ شاگرد اور معمول ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر شٹلے میں بیٹھ جاتے ہیں اور ہر حلقہ کی چابیت کے مطابق اپنی اندرونی صلاحیتوں کو بیدار کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ نیم شعوری حالت میں اپنے احساسات بیان کرتے ہیں۔ ان میں ہر معمول کا گائیڈ الگ ہوتا ہے۔ یہ تربیت برسوں جاری رہتی ہے جن لوگوں کی اندرونی قوتیں پوری طرح ابھر آتی ہیں وہ پیشہ و معمول بن جاتی ہیں اور معمول دولت

مرچو

پر رکن الدین

کاتے ہیں سب نے زیادہ آدھنی ان معمول کی ہوتی ہے جو روحانی شیطانی کا کاروبار کرتے ہیں۔ بلاشبہ یلیم شپ (معمول بننے کی صلاحیت بڑی مشکل سے پیدا ہوتی ہے۔

## روحوں کی تجسیم

جہاں تک روحوں کے مجسم ہو کر سامنے آنے کا تعلق ہے تو رویت کے ماننے والوں کا بیان ہے کہ بعض معمول میں یہ قوت ہوتی ہے کہ روحوں کو دوبارہ مجسم کر کے اسی روپ میں لوگوں کے سامنے لے آئیں۔ اس عمل کو روحوں کی تجسیم کہتے ہیں۔ نظراً سے والے مردوں کا وہی رنگ روپ اور شکل و صورت ہوتی ہے جو ان کی زندگی میں تھی۔ یعنی ان لوگوں کا وہی ہے کہ کسی مرد کو دوبارہ اس جسم بننا جاسکتا ہے۔ نظریہ یہ ہے کہ جو معمول روح کو ظاہر و بیکر میں داخل دیتے ہیں ان معمول کے جسم میں ایک نہ رکھائی دینے والا انوری مادہ خود پیدا ہوتا ہے اس مادہ نورانی مادے کو (Dctoplasma) کہتے ہیں جب معمول گہری نیند میں چلا جاتا ہے تو معمول کا گائیڈ یعنی روحی رہنما اس کے حواس پر کنٹرول حاصل کر کے معمول کے جسم سے اتکا چڑھتا ہے اور انوری مادہ نکالتا ہے۔ یہ نورانی مادہ ناف یا جسم کے دوسرے حصے سے نکالتا ہے۔ اس جو ہر دور سے از سر نو مرحوم کے جسم کی تشکیل کی جاتی ہے یعنی اس کے جسمانی تصور کے علاوہ کو تو رفتہ بھرا جاتا ہے اور مرنے والے کی پہلی صورت اور شکل جاتی تصویر بن جاتی ہے چونکہ یہ مادہ روحی معمول ہوتا ہے۔ اس لئے مردے کی شکل مقلد نظر آتی ہے۔ اس کے ناک نقشے، منہ، نال اور قد و قامت کو دیکھ کر مرنے والے کے عزیز و اقربا بخوبی پہچان لیتے ہیں۔ معمول اور گائیڈ کی مدد سے مردے کے اس جذبہ لافنی وجود میں بننے اور بولنے کے حواس کام کرنے لگتے ہیں یعنی وہ سننے بھی لگتا ہے اور سوالات کے جوابات بھی دیتا ہے۔ اس قسم کے جسمی مظاہرے بند کروں میں اعلیٰ علم اور اعلیٰ فکر کے سامنے کئے جاتے ہیں۔ امریکہ، برازیل، ہالینڈ اور فرانس میں ایسے معمول موجود ہیں جو جسمی مظاہروں (روحوں کو جسمانی لباس میں پیش کرنا) کے ماہر ہیں۔ مشہور ترین جاسوسی کردار شرلاک ہومز کے مصنف و تخلیق کار سر آر تھر کانن ڈائل محاضرات ابرار کے پر جوش مویجے تھے اور انہوں نے اس قسم

کے پاسرار مظاہروں میں سرگرم حصہ لیا تھا۔ ان کے علاوہ ممتاز سائنسدان سر آلیور لارج رویت کا پاسرار مجسم کی تحریک کے رہنما تھے۔ انہوں نے بذات خود ان مظاہروں میں شرکت کر کے اپنے تاثرات، تجربات اور مشاہدات سائنسی زبان و بیان میں تحریر اور شائع کئے ہیں۔ خود کا تجربہ (آٹو بیگ رائٹنگ) اور پلانچمنٹ (تحت محاضرات ابرار) کے ذریعے بھی روحوں سے مراسلت کی جاتی ہے۔ اوہا یورڈ اسی قسم کا تھو ہے۔ چند لوگ میز کے گرد بیٹھ جاتے ہیں۔ کمرے میں اندھیرا ہوتا ہے۔ اندھیرے اور پر سکون ماحول میں دوسری دنیا کے باشندوں سے سوال و جواب کئے جاتے ہیں۔ خود کا تجربہ یہ قدرت حاصل کرنے کے لئے غیر معمولی پرہیز خوئی کی حالت ظاہری ہوتے ہی اس کا وہی رہنما معمول کے ہاتھ اندھروں میں لے لیتا ہے اور اس سے جو چاہتا ہے کھواتا ہے بعض واقعات کا ایلا معمول کا گائیڈ کوئی کبھی روح ہے۔ معمول خود بخوبی زبان اور چینی رسم الخط سے واقف نہیں۔ واقف نہ دو کبھی کا ایلا اسے ہرگز نہ کھواتے گا۔ دو کبھی زبان اور چینی حروف میں وہی اور معمول خود بھی نہ کھواتے گا کس اس نے ہم خوابی اور ہم پیداہری کے عالم میں کیا لکھا ہے؟ اسی طرح عالم اظہار میں بعض معمول نہایت فصاحت و بلاغت سے دوسری زبانوں میں گفتگو کرتے ہیں جو عام ہیں۔

مرچو

## میرا مشاہدہ آمین

میرا تجربہ رقمطراز ہیں کہ آج سے 37، 38 سال قبل کا واقعہ ہے کہ میں پیدا گیا (تجسیم) میں موسم گرما گزار رہے کیا تھا۔ ایک مختصر ہوٹل میں جو دریا کے کنارے قیام کیا۔ میرا تجربہ کے ایک بزرگ اس ہوٹل کے مالک دستخط تھے۔ ان کے یہاں چند ہول سول سال کا ایک لاکھ ملازم تھا۔ یہ لاکھانی دور سے پینے کا پانی ہوٹل کے لئے لایا جاتا تھا۔ ایک دوسرے پیر کا ذکر ہے کہ وہ لاکھانی سے بھرے ہوئے دو کسٹر آفٹانے ہوٹل میں داخل ہوا۔ اس نے پانی کے کسٹر پر آدھے میں رکھ دیئے اور مستانہ دار قرض کرنے لگا۔

جہاں سامان رسوائی سرا بازاری قسم

لا کے پر حال طاری ہو گیا تھا اور وہ بے تحاشا ناچے جا رہا تھا کہ بڑھال ہو کر چارپائی پر گر گیا۔  
ہوٹل میں بھولک مقرر تھے وہ بے تحاشا بھاگے۔ خیال ہوا کہ لڑکے پر کوئی دائمی دورہ پڑ گیا ہے۔ اس  
لئے قدرتا ڈاکٹر کی تلاش ہوئی مگر یہاں معاملہ ہی کچھ اور تھا۔ وہاں ایک عالم دین بھی تشریف  
فرماتے۔ انہوں نے دل میں قرآن مجید کی کوئی آیت دہرائی شروع کی۔ مولوی صاحب  
کے قرأت شروع کرنے سے قبل اس شمع بے ہوش لڑکے نے نہایت خوش الحانی سے وہی آیتیں پڑ  
واں بلند دہرائی شروع کر دیں جو خود مولوی صاحب شیطان کو بھگانے کے لئے پڑھنا چاہتے تھے۔  
میں بیان نہیں کر سکتا کہ اس وقت اس ناخوشگوار لڑکے کی قرأت سے کیا سماں بندھ گیا تھا۔ قرأت  
کے بعد لڑکے سے سوال کیا گیا کہ قرأت کون پڑھیں اور اس لڑکے پر کیوں مسلما ہو گئے ہیں  
۔ جواب ملا: ہمارا یہ نام ہے اور ہم اس لڑکے کے دوست ہیں۔

یہ مسلما کھنگو دیکھ جا رہا۔ پھر ہوٹل کے مالک نے پوچھا کہ اس سال کام کیسا چلے  
گا؟ جواب ملا: بہت اچھا۔

پھر کچھ اور نوکروں نے سوال جواب کئے۔ میں یہ سارا واقعہ خاموشی سے دیکھتا رہا۔ آخر مجھ سے  
بھی خطاب کیا گیا۔ لوگوں کا خیال تھا کہ اس لڑکے پر کوئی جن مسلما ہے لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ وہ  
کشمیری نو جوان تھا جسے سراسر معمولات اور روایات کے زیر اثر ہمارے یہاں دینی گائیڈ کو  
موتی کہا جاتا ہے۔ اس کے جوابات بلا حرج و مرجت آئے۔ میں نے مجھ سے کہا کہ اگر تم  
کشمیر سے خیر آباد جاؤ گے اور پھر وہیں کے ہو کر رہ جاؤ گے۔ اس کی یہ پوچھنی کہ حرف بحرف  
درست ثابت ہوئی۔ بے خودی کے عالم میں معمول کا فیروز بان بولنا کتنا ہی حیرت انگیز واقعہ کیوں نہ  
ہو لیکن اس قسم کے واقعات اکثر افراد کو پیش آتے ہیں۔

سید رضاشادی لکھتے ہیں کہ

1931ء کا ذکر ہے کہ میں گورنمنٹ اسکول کے آٹھویں درجے میں تعلیم پاتا تھا۔ مگر میں کوئی  
فصل بھی عادتاً انگریزی میں نہیں لے لیتا تھا۔ ظاہر ہے کہ سوائے کورس کی کتابوں کے کوئی کتاب  
انگریزی کا عادی نہ تھا۔ وہ ایک میری داڑھی میں پڑا ہوا تھا۔ شہر کے مشہور سرجن ڈاکٹر سکھ دیال سے

رجوع کیا گیا۔ انہوں نے کہا کہ میرے پاس ایک نیا انگلش آیا ہے۔ اس انگلش سے بے ہوش  
طاری ہو جاتی ہے اور یہ آسانی آ رہی ہے کہ دیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس انگلش کے ذریعے بے ہوش  
کر کے میری داڑھی کا آ رہی ہے کہ دیا گیا۔ جب مجھے بے ہوش آ رہا تھا تو بے اختیار میری زبان سے بڑ  
ی رواں دواں انگریزی تقریر جاری ہو گئی۔ ڈاکٹر سکھ دیال کی حیرت قابل دیدنی کہ اتنی کم عمری میں  
جب کہ میں آٹھویں جماعت کا طالب علم ہوں ایسی فصیح و بلیغ انگریزی زبان میں تقریر کر رہا ہوں  
۔ مگر اگر میں انگلش کے پیدا کئے ہوئے لڑکے کے ذریعہ انگریزی کی بات کر رہا ہوں۔ جب کہ اس زبان  
کے پتھر ہی پہلے مجھے ملے ہوئے ہیں۔ لفظ یہ ہے کہ اپنی مادری زبان اردو اس حالت میں قطعاً  
فراموش کر چکا تھا۔ لفظ کی یہ کیفیت چھ سات گھنٹے طاری رہی اور جرجی دور ہوئی انگریزی بولنے کی  
قدرتی ملا۔ یہ بھی غم ہوئی۔ سید رضاشادی صاحب نے اس واقعہ کے معمول نہیں ہیں۔ نہ کسی مکمل بار دینی  
گائیڈ کے ذریعہ جب ماہرِ ادب ارواح کی مہاس میں کوئی فیروز بان میں جس سے وہ واقف نہ ہو  
۔ کیا ایک تقریر شروع کر دے تو یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ عالم ارواح کی کوئی ہستی اس کی زبان  
پر بول رہی ہے۔

ظہیر سے ہیں معاہدے اس کی

سید رضاشادی کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ میری یہ حاضرت ارواح کی مجلسوں میں حصہ  
لے لیتا تھا۔ یہاں بھی اس کی علامتیں دکھائی دیتی ہیں۔

## آگرہ کا واقعہ

نومبر یا دسمبر 1942ء یا 1943ء کا واقعہ ہے کہ میں دفتر سے واپس آیا۔ لباس وغیرہ بدل کر  
کمرے کے یہاں چلا گیا۔ وہاں پہنچے پر مجھے بتایا گیا کہ آج دوپہر کو وہ لوگ قتل مقام سے گزر  
رہے تھے تو دیکھا کہ میں سائیکل پر آئے تھے پچھلے آ رہا ہوں بچوں نے آواز دیں وہیں لیکن میں  
نے سر اٹھا کر بھی نہ دیکھا، نہ جانتا کہ آج کن تھا کیونکہ میں اس وقت دفتر میں مصروف کار تھا۔ ہر  
چند کہ میں نے تردید کی لیکن وہاں یہ مشاہدے پر مصر رہے۔ جب میں نے پوچھا کہ

اچھا تاکہ میرا لباس کیسا تھا؟

تو انہوں نے بغیر کسی ہلکے کے میرے لباس کی تفصیل بتادی۔ فقاں رنگ کا سوٹ، فقاں رنگ کی ٹائی اور فقاں رنگ کی قمیض خاص بات یہ کہ نگے سرانگیں پر سوار تھا۔ میں نے ہر چند کوشش کی کہ اپنے عزیزوں کے اس مشاہدے کو ہالہ قرار دے دوں لیکن انہیں یقین نہ آیا۔ دوسب کے سب اصرار کرتے رہے کہ نہیں، ہم نے ضرور آپ کو آج دوپہر نگے سرانگیں پر سوار ہے۔ ایک آدمی کے بیک وقت دو مقامات پر دیکھے جانے کے واقعات آنکھ سے گئے ہیں۔ اس واقعہ کی کیا تو جہد کی جائے گی؟ اس واقعہ کی توجیہ یہ بھی ہے کہ سید رضا رضوی کے عزیزوں کو مبالغہ ہوا۔ اسے حیرت انگیز اور حقے کے ثبوت کی جو شہادت ہوئی تو چائیں دوسرے موجود نہیں اٹھاسکیں کہا جائے کہ

نظر جو بھی آیا فریب نظر تھا

سید علی رضا رضوی نے اگر وہ مشہور روحانی بزرگ قاضی نور اللہ شستر جی کے حزار مبارک کا ایک واقعہ بھی لکھا ہے۔ قاضی صاحب شہید چٹ کے خطاب سے مشہور ہیں لہذا کہ خوش اعتقاد یا زود اعتماد لوگ آنکھ اس حزار کی کرائشیں اور بزرگیاں بیان کیا کرتے تھے لیکن مجھے بھی ان باتیں نہیں آتی، یہ سب وہ امر طرزی اور خوش اعتقاد کی فکر ہے۔ ایک روز ایک شخص نے ایک واقعہ کو بیان کیا کہ میرے عزیزوں نے میرا لباس دیکھا کہ کینڈل پاؤر کا بلبر روشن تھا۔ چند منٹ کے بعد دیکھا کہ وہ پار پر جو چتر نصب ہے اس سے بہت لمبی روشنی نکلی شروع ہوئی جس طرح لائٹیں کی بجلی اونچی کرنے سے روشنی آہستہ آہستہ تیز ہو جاتی ہے۔ رفتہ رفتہ یہ روشنی اس قدر تیز ہو گئی کہ پانچ سو کینڈل پاؤر کا بلبر بھی مامہ نہ کیا۔ یہی روشنی اس قدر سہانی اور لطیف تھی کہ سبحان اللہ روشنی بتدریج بڑھی۔ کم ہوئی اور پھر غائب ہو گئی۔ دماغ میں خیال اور ذہن میں سوال پیدا ہوا کہ مولانا کیا کر رہے؟ کیا ایسا ہوا ممکن ہے؟ دماغ میں یہ خیال آتے ہی دوبارہ خود بخود ای طرح چلنے کے اندر سے روشنی نکلنے کی۔ حزار پر دوسرے لوگ بھی حاضر تھے۔ میں نے ان سے روشنی کے بارے میں سوال کیا۔ مگر سب نے جتنی لکھے میں انکار کر دیا

یعنی مجھ پر میرے اور کسی کو وہ روشنی نظر نہ آتی تھی۔ کہا جا سکتا ہے کہ حزار میں جو یہ وقفہ بنانے کے لئے کسی کجلی ترکیب سے چلے گئے اندر وہ روشنی پیدا کی تھی۔ ٹھیک ہے مگر اس صورت میں وہ روشنی جس نے میری نظر میں پانچ سو کینڈل پاؤر کے بلبر کی چمک دکھ کر مامہ کر دیا تھا۔ سب کو آتی چاہئے تھی۔ ختم مجھے کیوں نظر نہ آئی۔

## آسمان کی سیر

ادب بخش آبادی میرے پور خاص سے لکھے ہیں

میرے ایک کرم فرماؤ آنکھ خان صاحب میرے پور خاص میں پرکھ کر رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے ایک ضیف احمد دہیہ پتہ پتہ رکھ کر وہ اندر میریٹ کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ پانچ سات روز تک اس کا علاج کیا گیا۔ قابل امین جان حد تک صحت یاب ہو گیا تو اسے اسپتال سے چھٹی دے دی گئی۔ حصار دار اس کو تانگے پر بٹھا کر کھلے جانے لگے۔ ابھی تانگہ شہر سے تین میل گیا ہوا کہ اندر میریٹ کی حالت خراب ہونے لگی۔ سارا جہم بکڑی کی مانند سخت ہو گیا۔ منہ سے ہماگ نکلنے لگا۔ آنکھ خان صاحب کا بیان ہے کہ وہ لوگ تانگے کو پھرا کر میریٹ کو میرے پاس لے آئے۔ چونکہ جاتی کی امید نہ رہی تھی علاج میں شامل کیا گیا۔ میریٹ بالکل بے ہوش تھا۔ چند منٹ کے بعد اس نے ایسی حالت میں دیکھا کہ چمک اُسے بولی اچھا یہ کھانا کیا ہوا؟ اس نے خوشی اور حیرت کے ملے جلے لہجے میں نہایت راز داری کے ساتھ کہا کہ

مجھے دو آدمی آسمان پر لے گئے تھے۔ بڑی بارون جگہ جگہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ روشنی نہایت مدھم تھی۔ آسمان پر چلنے کے بعد انہی دونوں آدمیوں نے کہا کہ چل یہاں سے بھاگ ابھی تیرا وقت نہیں آیا۔

عبدالرحمن خان کا بیان ہے کہ

1950ء میں جب میری عمر ستر سال کی تھی روزے کی وجہ سے شدید پیاس محسوس ہوئی۔ ایک پہاڑی خستہ کے قریب ٹھنڈی ٹھنڈی ریت پر اکیلا سو گیا۔ محسوس ہوا کہ کوئی غار پر چھوٹ کر

قریب زور زور سے سانس لے رہی ہے۔ آنکھ کھل گئی۔ ادھر ادھر دیکھا کوئی نہ تھا بھر سونے کی کوشش کی بھر گئی ہو۔ تیسری بار بھر گئی واقعہ پیش آیا۔ چوتھی بار لینے کی جرأت نہ کر کے اٹھا۔ شعلے سے پانی کے جوہر میں نہایا انتظار روزہ کے بعد چار پانی پر لیٹا تو چاروں طرف آگ ہی آگ نظر آنے لگی والدہ صاحبہ نے اپنے انگریز پریمی توہش آیا۔

## جنگل میں

فضل احمد (راولپنڈی) نے اپنے تجربے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جوانی کے زمانے میں رات کو جنگل سے گزر رہا تھا۔ ایک تاریک مقام پر یہ کہاں دھندلتا ناگ چلیں سنائی دینے لگیں۔ ڈرنے کے بجائے وہیں کھڑا ہوا کیا کہ یہ قنا شا بھی دیکھتا چلوں اور کچھ ٹیپہ کا درد شروع کر دیا۔ آغراں دل دھلا دینے والی آوازوں کا شور مچا ہوا گیا۔ 1955ء میں ضلع راولپنڈی میں ایک پہاڑ پر گیا اور کسی تنہا مکان میں ٹھہر گیا۔ دروازہ بند کر کے شوقیہ کچھ پڑھنے لگا کہ کسی نے زور سے کمرے لالت رسید کی۔ لالت مارنے کی آواز بھی آئی اور بھی محسوس ہوا۔ میں نے عادت بگلا ف اس نہ دکھائی دینے محرات رسید کرنے والے کوشش کا لیاں بکھر شروع کر دیں لیکن میرا کچھ بھی نہ بگڑا تیسرا واقعہ یہ ہے کہ میں ایک فوجی کے ساتھ جنگل سے گزر رہا تھا۔ چلتے چلتے ہم ایسے مقام پہنچے جس کی نسبت ڈانٹنی کہا جاتا ہے جس میں کوئی بھی دھن دھن مچاتے ہوئے نہیں آتے۔ فوجی نے کہا والدہ دی ٹھہر جاؤ میں ٹھہر ہی تھا کہ کسی نے زبردستی میرا منہ دوسری طرف بھجور دیا۔ حالانکہ فوجی ابھی دور تھا۔

## شیوری کے بزرگ

ایس ایم آئی قادری (کراچی) کا بیان ہے کہ میں بچپن (دکن) کا رہنے والا ہوں۔ انگریز آئینسری شیشیت سے OPT (انتخاب) کر کے پاکستان آیا۔ فی الحال وکالت کرتے ہیں۔ یہ واقعہ 1924ء کا ہے۔ سرحد کا ایک فقیر زمین چار سال

کے واقعہ سے ہماری طرف آیا کرتا تھا۔ جب وہ اپنے خاتون العادات تجربات بیان کرتا تو ہم لوگ کافی محظوظ ہوتے۔ ایک روز کہنے لگے صاحب! حاضرات دیکھو گے؟

جس وقت کے بعد ہم نے رضامندی کا اظہار کیا تو کہنے لگے کہ اس کام کیلئے ایک نوجوان کی ضرورت ہوگی جو بھیگا ہو، یعنی ترجمان ہو۔ اتفاقاً اس موقع پر ایک مسایہ دوست بھی موجود تھا اس کے یہاں ایک دہقان کا لڑکا کام کرتا تھا۔ اسے طلب کر لیا گیا فقیر نے لڑکے کو معمول بنانے پر آمادگی کا اظہار کر دیا اور پان پر کاجل کا دائرہ بنا کر لڑکے سے کہا کہ اس دائرے کو چمک بھیجائے بغیر گھورتے رہو۔ یہ بھی عرض کر دوں کہ وہ کاجل لکھ لکھ، جاہل اور نڈھال تھا جس کو برابر بات کرنا بھی نہ آتی تھی۔ جب دہقان لڑکا کچھ دیر تک دائرے کو گھورتا رہا تو فقیر نے پوچھا۔ کچھ نظر آتا ہے؟

لڑکے نے جواب دیا کہ

ایک بہت کٹھاہ چوڑا ہے جس کے چاروں طرف جھاڑ ہیں۔ درمیان میں ایک قبر ہے جس کے قریب کوئی گورہ رنگ کے بزرگ بیٹھے ہوئے کتاب پڑھ رہے ہیں فقیر نے کہا۔ اس سے نام پوچھو۔ لڑکے نے کہا وہ نام نہیں جانتا بلکہ اپنی جگہ کا نام شیوری بتا رہے ہیں۔ ہم نے نہ شیوری کا نام نہ جانتا نہ یہ مطلوب تھا کہ شیوری کہاں واقع ہے فقیر نے معمول دیکھ کر ان سے کہ پوچھو، صاحب اس سال بیڑک کے امتحان میں پاس ہو جائیں گے یا نہیں؟ ان کی شادی کہاں ہوگی؟ کہاں کہاں ملازمت کریں گے۔

لڑکے نے کہا وہ بزرگ کہتے ہیں کہ امتحان میں پاس ہو جائیں گے۔ نوکری بیچا پھر حیدر آباد اور شیوری میں کریں گے۔ اس کے بعد معمول (دہقان لڑکے) نے کہا کہ وہ بزرگ واپس چلے گئے اور پان فقیر کو واپس کر دیا۔ عجیب بات یہ ہے کہ حاضرات کے دوران لڑکے پر کوئی غیر معمولی حالت طاری نہیں ہوئی اور نہ ہی پتہ چلا کہ معمول نے ان بزرگ سے کس زبان میں گفتگو کی۔ اردو میں یا اپنی دہقان زبان میں؟ مجھے ان چشموں کو نہیں پر کوئی یقین و اعتماد نہ تھا۔ اگرچہ حیدر آباد میں میرے چند اعزاء موجود تھے وہاں شادی کا کوئی امکان نہ تھا۔



ملاقا یعنی کے مغربی خلیج بلوچ میں انڈین نیشنل کانگریس کا اجلاس ہو رہا تھا میں اور میرا بھائی قنصل خانہ کی کے طور پر اس اجلاس میں شریک ہوئے۔ چلے کے بعد ہم دونوں ایک ہوٹل میں بیٹھے چائے پی رہے تھے کہ ہم نے دیکھا چند لوگ بوس میں بیٹھے غصے لگے تھے گزروے ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ سب لوگ کسی بزرگ کے عرس میں شرکت کے لئے جا رہے ہیں۔ جب مقام عرس کا نام معلوم کیا تو سن کر مہموت دے گئے کہ یہ عرس شیوہ کی نامی گاؤں میں ہو رہا ہے جو یہاں سے 20 تا 25 میل کے فاصلے پر ہے۔ وہاں ایک بزرگ کا حزار ہے۔ نہ راجہ و نہ شہید، فقط ایک چوترو ہے جس کے چاروں طرف بڑے بڑے درخت کھڑے ہیں (دو ہفتا تک کے لئے یہاں مقام محضرات کے دوران پان کے پتے پر کابل کے دائرے میں دیکھا تھا) اب چشمن گوئیوں کی طرف آئیے۔ 1930ء میں، میں نے بی اے پاس کیا۔ 1932ء میں بالکل انتظامی طور پر میرا تقرر راجہ نکلس انسپکری پر ہو گیا۔ اسی سال والدہ کے لیمہ پر حیدر آباد میں شادی ہوئی۔ یہی سب سے چالہ پہلے شواہ پورا اور پھر بھوپال ہوا۔ تقسیم کے وقت میں نے ملازمت کے لئے پاکستان کا انتخاب کیا۔ پہلے کوئٹہ میں انچرف حیدر آباد سندھ میں انکم ٹیکس آفیسر کی حیثیت سے کام کرتا رہا۔ یہ ہے ایس ایم قادری صاحب کا بیان۔

ماہر تہذیب و ادب کے لئے مشرق وسطیٰ میں پاکستان اور ہندوستان میں رائج ہیں۔ انجیل کے سامنے چٹنا، یعنی معنی، بار پر نظریں نہانا، مان پر سیاہ اور چھلور روشنی کا کرکنا، آب رواں بنی و صیر و صیر و صیر ہا بھی ہوتا ہے کہ معمول ڈرائی طور پر واقعات جان کرنے لگتا ہے یا پیشہ ور عامل کو خوش کرنے یا حاضرین سے پیسے و ڈرنے کے لئے اس قسم کے ناگہم دھاتے ہیں۔ یہ واقعہ خود میرے سامنے پیش آیا کہ ماہر تہذیب و ادب کے ایک مدنی شریف لائے اور فرمائے لگے کہ وہ انگوٹھی کے ڈربیلے محضرات کرتے ہیں۔ طے یہ ہوا کہ میری لڑکی فرزانہ چمک چمکائے بغیر انگوٹھی کے بغیر کوئی گئے۔ فرزانہ نے حسب ہدایت کھینچ کر کھن شروع کیا۔ مال صاحب نے دو چار منٹ کے بعد کہا کہ تمہیں کوئی بزرگ نظر آ رہے ہیں۔ لڑکی نے انکار کیا۔ وہ حکمانہ لہجے میں فرمانے لگے کہ تمہیں غور سے دیکھو بزرگ ضرور نظر آئیں گے۔

دو چار بار کی تکرار کے بعد لڑکی نے اقرار کیا کہ جی ہاں بزرگ نظر آ رہے ہیں اور پھر مال صاحب جو کچھ کہتے گئے وہ ان کی تصدیق کرتی چلی گئی۔ محضرات کے بعد مال صاحب شریف لے گئے۔ میں نے فرزانہ سے کہا کہ جب تمہیں انگوٹھے کے کھینچے میں دیکھو نظریں آ رہا تھا، مہموت نے ہر بات پر ہاں کیوں کہ دی۔

فرزانہ نے جواب دیا کہ مجھے ان پر ترس آنے لگا تھا۔ اگر میں انکار کرتی کہ مجھے انگوٹھی کے کھینچے میں کچھ نظر نہیں آتا تو بے جا رہے چارے کو کتنی شرمندگی اٹھانی پڑتی اس موقع پر فرزانہ نے جو کچھ کیا۔ بہت سے معمول سیکھ کر تے ہیں۔ اگرچہ ان کے مقام صدمت ہوتے ہیں۔ پیشہ و معمول اپنی دکانداری کی غرض سے گزرواداروں کے معمول عامل کی حکم آ میری ترغیبات سے حائر ہو کر اور بعض لوگ خوش آمدادی کے زبائر عامل کی ہدایت پر کار بند ہو جاتے ہیں اور ایک نئی کہانی اور رتی رتائی ہوئی داستان دہراتے ہیں۔ لطف یہ ہے کہ محضرات ارواح کی روداد ایک ہی ہوتی ہے۔ یعنی ہر طرف لگاؤ (وہ چیز جس پر نظریں بھی ہوتی ہیں) کے اندر کسی بزرگ کا نظر آنا اور ان کی معرفت رتوں کی طلی۔ بعض عامل اپنے معمولوں کو یہ کھن دیتے ہیں کہ

تمہیں ایک میدان نظر آ رہا ہے۔ معمول اقرار کرتا ہے۔ وہ دیکھو وہ دیکھو جھاروڑے رہے ہیں۔ معمول اقرار کرتا ہے۔ وہ دیکھو کچھ بچا یا جا رہا ہے۔ معمول اقرار کرتا ہے۔ وہ دیکھو کچھ چار آگے۔ معمول اقرار کرتا ہے۔ وہ دیکھو بادشاہ سلامت آ کر تھ پر بیٹھ گئے۔ معمول اقرار کرتا ہے۔ معمول کا یہ اقرار یا تو راسد بازی ہے یا سمری بروہی یا پھر یہ فرض کیا جائے گا کہ معمول پر بگی ہوئی کیفیت طاری ہو گئی ہے اور وہ اس عالم میں عامل کی ترغیبات سے وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے جو عامل بتلا رہا ہے۔ تجارتی محضرات ارواح میں باغیچہ میں ناگہم دھاتے یا جا رہا ہے۔ صرف یہی نہیں کہ "ہر لگاؤ" (وہ جس پر معمول نے نظریں نہائی ہیں) میں صرف مردوں کی رو میں ہی نظر آتی ہیں بلکہ حائر بھی دکھائی دیتے ہیں۔ جیسے ایک بیتی جاتی علم نظر سے گزری ہے۔

طارق جہانگیر (مری ہلز) مکتوب 15 ستمبر 1972ء رقمطراز ہیں کہ تقریباً دو مہینے ہوئے کہ میری ملاقات چنڈی کے ایک عامل سے ہوئی جو محضرات ارواح کرتا

ہے انہوں نے مجھے دو نکلے سکھائے۔ پہلا نکلہ گیارہ مرتبہ اور دوسرا نکلہ سات مرتبہ پڑھ کر کسی چھوٹے بچے کے منہ اور دانے اگلے ہو چکے پڑتا ہے پھر اگلے کھسے کے ہاتھ لگا لیا جاتا ہے۔ ماضرات اور ادراج کی شرط یہ ہے کہ ہاڈل نہ ہوں یعنی آسان ہاڈل صاف ہو۔ جو پٹنگی ہوئی ہو۔ بچے یعنی معمول کی عمر 13 یا 14 سال سے زیادہ نہیں ہونی چاہئے۔ بڑے آدمیوں پر یہ عمل کارگر نہیں ہوتا۔ بچے کے کہا جاتا ہے کہ وہ ہاتھ نچر جہاں تھیل لگا جاتا ہے انہیں جہادے۔ بچہ نظر میں جہادتا ہے اور نیلی وچن اسکرین کی طرح مختلف مناظر، ناخن پر اس کی انھر کے سامنے سے گزر نے لگتے ہیں۔ پہلے مہجڑا تے ہیں جبکہ منافی کرتے ہیں ذریعہ چھاتے ہیں۔ میز لگاتے ہیں میز پر قلم یا کٹار اور روشنی رکھ جاتے ہیں۔ پھر کرسی رکھی جاتی ہے اور بادشاہ سلامت پھر بلف لگاتے ہیں۔ بادشاہ سلامت سے سوالات کئے جاتے ہیں تو وہ جوابات کا نقد پر لکھ دیتے ہیں یا کسی دانے کی جس کے بارے میں سوال کیا گیا ہے، قلم دکھا دیتے ہیں۔ مثلاً اگر کسی عاصب آدمی کے بارے میں سوال کیا کہ وہ کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے تو بادشاہ سلامت نے اشارہ کیا اور وہ وہی نظریہ کیا اور بھی دیکھ لیا کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ اسی طرح میں نے کئی بچوں کی فرمائش پر لندن، نیویارک اور کئی دوسرے شہروں کی سیر کرائی۔ اس طرح کے معمول بچے کے ذریعے بادشاہ سلامت سے گزارش کی گئی کہ وہ لندن کا ٹھکانہ دکھا دیں۔ بادشاہ سلامت نے اشارہ کر دیا اور ان کی جھانکے ناخن کے قتل پر دکھائی دیتے گئی۔ ایک بار بادشاہ سلامت سے عرض کی گئی کہ چٹوٹی آخر قریب میں سے کسی سب سے بڑی کان کے بارے میں بڑے سے ڈک کمرے میں جن پر کراس کا نشان بنا ہوا ہے۔ میں سمجھ گیا کہ یہ ٹرک MERCEDEZ BENZ قسم کے ہیں۔ ایک لڑکے نے کہا کہ میرے بچا اکیڈمی میں ہیں میں انہیں دیکھنا چاہتا ہوں۔ چتا بچہ لڑکے سے کہا کہ ہاتھ نچر جو تھیل لگا ہوا ہے اس پر نظر میں جہاد۔ نظر میں ہمانے کے بعد اسے "ہدف ٹاؤ" میں بچا بھی نظر آئے گئے اور افغانستان کا وہ مکان بھی جس میں بچا رہتے ہیں۔ جب بادشاہ سلامت سے کہا جاتا ہے (ٹکارا ہے بادشاہ سلامت سے ساری گفتگو معمول یا وسیلہ کی معرفت ہوتی ہے) کہ فلاں واقعہ کو تفصیل سے دکھائیے تو وہ اسے تفصیل سے دکھاتے جاتے ہیں۔

بہر حال (طابق جہا نگیر خرمیں لگتے ہیں کہ) آپ ان تجربات پر تبصرہ ضرور کریں کیا ہدف ٹاؤ پر پلک بچپکائے بغیر نظر ہمانے سے بچے میں اور ادراج باردارے حواس، EXTRA SENSORY PERCEPTION یا ای ایس پی کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ کیا ایسا ہے کہ "ایکسٹرا" میں تمام انسانی تاریخ کی قلم محفوظ ہے۔ معمول بچوں نے یہ بھی بیان کیا کہ انہیں ہر چیز (خمن) میں دیکھی بھی نظر آتی ہے جیسے وہ اصل میں ہے۔ ذرا دہرای بھی فرق نہیں ہوتا۔ طابق جہا نگیر ماضرات اور ادراج کی جو تفصیل لکھی ہے یعنی مخصوص نکلوں کا دہرانا۔ عامل کی ترغیب پر بہتر مزید کری، دوات، قلم اور بادشاہ سلامت کا نظریہ یا سب وسیلہ یا معمول کے لا شعور کی ایجاد ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہدف ٹاؤ میں جو ایک مستقل کردار ہے۔ باقی سارے مناظر عامل کی ترغیبات سے نظر آتے ہوں البتہ یہ حقیقت ہے کہ "ایکسٹرا" یعنی ذہن کے باورانی حصے میں سب کچھ موجود ہے۔ باقی حال اور مستقبل۔ ذہن کے باورانی حصے کو شعور برتر کہتے ہیں۔ شعور برتر ذہان اور مکان کی حدود سے بند ہے۔ جب معمول کسی چھلدار پر کو پلک بچپکائے بغیر لگانا سکتا رہے تو رفتہ رفتہ دماغ پرمیصل اور شعور کی درست پڑ جاتی ہے۔ شعور کی رداور دتار کے ست پڑتے ہی لا شعور سے شعور برتر کی صلاحیت ابھرتی ہے۔

انصار رحمہموا بہا داور، پچھوال شلج جہلم سے لکھتے ہیں کہ

## مرحوم دادا جان مرحوم۔ امین

میرے دادا جان مرحوم مرٹا نرڈ خیمیلدار تھے نہایت پرہیزگار، مٹھی اور پابند شریعت۔ 1939ء میں سعادت بیج نصیب ہوئی تھی۔ انگریزوں کا راج تھا اور انگریزوں کے راج میں افسروں کو جو امتیازات حاصل تھے ان کا جو عرصہ داب تھا اس سے آپ بخوبی واقف ہیں۔ دادا مرحوم نہایت سادہ اور پاکیزہ زندگی بسر کرتے تھے۔ 1946ء میں دور جائز (خلیفہ باب) ہوئے اور 1947ء میں کچھ رمضان کو ان کا انتقال ہو گیا۔ بیماری کے زمانے میں اور اس سے پہلے بھی وہ اپنے چہ بارے میں مصروف عبادت رہا کرتے تھے۔ ان کی فوٹنگی (وفات) کے بعد کھر والے مغرب کے وقت چہ بارے میں چراغ جلا دیتے تھے۔ وفات کے تیسرے روز تراویح کے وقت عجیب واقعہ پیش آیا۔ ہوا بے کھن میں کھر والے اور کچھ دوسرے لوگ بیٹھے تھے کہ چانک





تھے۔ اگر ہم کائنات کو خلاف عقل یا کم سے کم باوقی عقل (جو کہ میں دانتے ہوں) قوائین کے برابر دیکھیں گے تو ممکن ہی نہیں کہ اس کائنات کے کسی ایک پہلو کو بھی سمجھ سکیں۔ پھر تو سورج کی گردش سے لے کر زمین کی حرکت تک ہر چیز کو کہہ سکتا ہوں کہ وہ جانے کی۔ عام سمجھ کو سمجھنا بھی نہیں ہے کہ ہم صرف حواسِ بشر (آنکھ، کان، ہانگ) پر محدود کریں۔ گو یا قدرت کی طرف سے ہمیں اس بات کا عادی بنایا گیا ہے کہ انسان ان دیکھی کے سوا صرف دیکھی بھائی چیزوں پر محدود کرے۔

مثلاً انسانار کے چچا جان نے کمرے میں جب اپنے والد مرحوم کو صرف نماز دیکھا تو غور و فکر ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

### غیر معمولی قوتیں

بلاشبہ انسان کی سب سے بڑی دولت اور طاقت حواسِ بشر کا عمل ہے۔ حواسِ بشر کے ذریعے وہ دنیوی دنیا کا ادراک کرتا اور اس پر غالب آنے کی تدبیریں کرتا ہے۔ تاہم انسان کے اندر کچھ اور قوتیں بھی ہیں جو حواسِ بشر کی گرفت سے آزاد ہیں جنہیں نے ملٹی سنسٹی کی مثال پیش کی تھی۔ آپ بھی غور کیجئے عقلِ بشری اسیا ہوتا ہے کہ کسی ایسے شے پر آپ دوسرے کے خیالات سے واقف ہو جاتے ہیں کہ آپ کا توجہ اس پر مرکوز نہیں رہا ہوتا۔ جیسا کہ وہ دیکھ رہے ہیں۔ یہ قوتیں مخصوص طبقے اور مخصوص فن کی حیثیت رکھتی ہیں۔ قدرت کی حیثیت یہی ہے کہ انسان نارمل زندگی بسر کرے۔ اب نارمل زندگی بسر نہ کرے۔ حج کائنات صرف اسی طرح ممکن ہے پھر بھی بعض ایسے ماہرانی حالات پیش آ جاتے ہیں کہ ہمیں ان غیر معمولی قوتوں سے کام لینا پڑتا ہے جو نفس انسانی کے اندر کاربایاں اور آج کی تحقیق خالص علمی اور سائنٹیفک انداز میں ہو رہی ہے۔

میں نے خالدہ رفعت (یہ ایک بہترین وسیلہ اور معمول ہیں) میری نگرانی میں حاضراتِ ارواح کے عمل کر رہی ہیں، سے سوال کیا تھا کہ

حاضراتِ ارواح کے مسئلے میں تمہارا طریقہ کیا ہے؟

### نور اور خوشبو

وہ لکھتی ہیں کہ حاضراتِ ارواح کا سلسلہ (انصابِ قیروہ جنتیم غنیمت) یا S.C.T کی مشقوں سے جاملتا ہے۔ میں مشقِ نفس کو درودِ مراقبہ اور کئی عادی ہوں۔ یہ مشقیں پہلے دن جس جگہ سے شروع کی تھیں آج تک اسی جگہ اودھائی کمرے میں برابر کر رہی ہوں۔ مشق سے قبل مضمحل ارادہ کر کے قلب و ذہن کو مشق کے لئے آزاد کرتی ہوں۔ پھر کمرے کو مشق کر کے روشنی بھجوا دیتی ہوں (تاکہ مشق کرتے ہوئے کوہ کسی چیز کی طرف منتقل نہ ہو سکے) تاریکی اس لئے ضروری ہے کہ میرے خیال میں حاضراتِ ارواح کے عمل میں روشنی بھی خارج ہوتی ہے پھر لطفِ تو جب ہے کہ اندھیرے میں نور نظر آئے۔ وہ ایک ایسی شے میں اسی جگہ پر مشق ہوں۔ حاضراتِ ارواح کا ارادہ دل میں کر کے وہ حالاتِ عریضہ کر لیتی ہوں جو مطلوبہ درجہ سے چمکتے ہیں۔ مشقِ نفس نور کے بعد فطرتاً ہی کہ مرحوم کی روح کو کھلی ہوں اور دلائلِ ہمد میں غفلت کے (سامنے کا نذر کھڑا کر) تاکہ کامل احاطہ ہو دیتی ہوں۔ انکسین دستور بند کر دیتی ہوں تاکہ نور کا تصور قائم رہے۔ پھر مرحوم کی بدنِ مہربانہ کو اپنے قلب کی ہوتی ہے۔ اس جانب کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ مرحوم کی روح مبارک آ کر مجھے چند سوالات کے جواب تحریر کرے۔

خانہ کے بعد احساس ہوتا ہے کہ "روح آگئی ہے۔"

حساس کا کدھ آگئی ہے اس طرح ہوتا ہے کہ درودِ گریہ کی فضا سر دوہے لگتی ہے۔ کمرہ سینکے لگتا ہے۔ وہ سامنے (میری آنکھیں بند ہوتی ہیں) مرحوم کی پرچھائی میں یا تیرا آ جاتا ہے۔ رفعت رو بہ پرچھائی میں مجھ سے کافی قریب آ جاتی ہے۔ یہ پرچھائی زمین سے کچھ اوپر یا فضا میں مشق نظر آتی ہے۔ اس یقین کے بعد کہ مرحوم کی روح مبارک تشریف لے آئی ہے۔ دوبارہ اسی دروہاست کے ساتھ روح کو جانبِ قلب کی ہوں اور ذہن میں کوئی سوال قائم کرتی ہوں۔ ابتدا میں کچھ دشواری ہوتی تھی۔ میں جواب تحریر کرنے کے لئے کبھی لیکن روح اپنی جگہ مشق کوڑی رہتی اور

سوالوں کے جوابات خود بخود ذہن میں آنے لگتے تھے، درود جواب دے رہی ہو۔ بار بار روح سے کہنا پڑتا کہ جواب تحریر کرانے جائیں۔ اسرار پر درود سامنے سے پشت کی طرف چلی جاتی ہے۔ اس کے بعد خبر نہیں کیا ہوتا ہے۔ البتہ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے کوئی خطا یا سبب یا وہ بات جس میں داخل ہو رہا ہے۔ یا جگہ کسی قدر بھاری محسوس ہونے لگتا ہے۔ پیش غیر ارادی طور پر یعنی خود بخود چلنے لگتی ہے۔ جیسے پیش کسی نہایت دور کے قبضے میں ہے۔

کیا لکھا جا رہا ہے اور کیا لکھوایا جا رہا ہے۔ مجھے اس کا کوئی علم نہیں ہوتا۔ جواب لکھنے کے بعد پُسل خود بخود رک جاتی ہے اور مجھے اندازہ ہو جاتا ہے کہ سوال کا جواب لکھا جا چکا۔ لکھوایا جا چکا ہے۔ پھر دوسرا سوال ذہن میں آتا ہے اور پُسل چلنے لگتی ہے۔ پھر تیسرا سوال۔ اس طرح سوال جواب کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اس دوران میں کاپی کے صفحے خود بخود چلتے جاتے ہیں۔ کون پلٹتا ہے؟ نہیں معلوم سوالات ختم ہونے کے بعد دل ہی دل میں کہتی ہوں کہ روح مبارک بحریف لے جائے۔ اس کے بعد فائدہ پڑے کہ اس کا ثواب مرحوم کی خدمت میں پیش کر دیتی ہوں فائدہ کے بعد مرحوم کی پرچھا نیکیا یا عیب پرست سے سامنے کی طرف آ جاتی ہے اور دھندلی ہوتے ہوئے غائب ہو جاتی ہے (یہ سب مشاہدات نگاہ باطن کے ہیں) صرف درود پر بابا مرحوم کو مجھ دیکھا ہے اور ٹیلی پتھی کے ذریعے گفتگو کی ہے کہ اندازاً کمالی نے اپنی روح اچھی ہے یا بری؟ یا احوال کی کیفیت سے ہو جاتا ہے۔ کسی طرح روح کی رشتہ مندی یا نارضا مندی کا احساس جانے کے طریقے سے ہو سکتا ہے یعنی وہ خوش خوش یا بدی ہے یا ناخوش رخصت ہو رہی ہے۔ عملِ محاسنات کے دوران اور ذکر کی فضاں رادر محسوس ہو جاتی ہے۔ روح کے جانے کے بعد خوش محسوس ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ درودوں سے بات چیت کرتے ہوئے ایسا لگتا ہے کہ خشتی لہریں سمات کے ذریعے جسم میں داخل ہو رہی ہیں۔

## دیدار شریف

جن حضرات کے لئے پاکیزہ اور مصفا ہوتے ہیں وہ مقدس ترین ارواح کے دیدار سے شرف

ہوتے ہیں۔ یہ حضرات ارواح کا درجہ ہے۔ جہاں عالمیوں کی رسائی نہیں۔ تقدیر و تعلیم و تاریخ العزائم، مولانا شاہ محمد سلیمان قادری چشتی پھلوری قدس اللہ سرہ العزیز شاہ محمد جعفر ندوی پھلوری کو ایک مکتوب میں لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ میں سفر میں تھا اور ایک تنہا مکان میں بعد نماز صبح، شغل درود شریف میں مصروف تھا تو ”ذیلی ازوائج“ کا مراقبہ ایسا بے کشف نام کے ساتھ ہوا کہ تمام امہات المؤمنین کیجا کمری انظار انہیں گرام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کے سامنے کی زمین باطل چاندی کی طرح چمکی جی، اس مراقبے میں مجھے مختلف ہوا کہ آپ کی تھاوت (علم فقہ و قدرت) کے انوار اور ہیں اور یہ بات بھی واقعی ہے کہ صحابہ اہل بیت میں بجز ام المؤمنین عائشہ صدیقہ کے تھاوت میں کوئی بھی حضرت عمر فاروق حضرت عثمان کے گنگ جھگ نہیں ہے۔ یا حضرت قدس اللہ سرہ العزیز شاہ مبین مہاں پھلوری کو لکھتے ہیں کہ

گلدے میں آگ لگی تو خواب میں دیکھا کہ میں حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ کے مدارِ مبارک میں حاضر ہوں۔ مدارِ اندرون گلدے سے مگر باطل بند ہے۔ ایک سیاہ لٹاف سامنے کی طرف ہے۔ درجہ کے بعد اس کے کتبہ کی طرف متوجہ ہوا۔ ایک عمدہ حجر پر کچھ لکھا ہے، اگلی سے سرور و رحمت ہے پھر دیکھا کہ قبر مبارک مکمل کی تھی وہ جہاں قبر مبارک کی فیصل پر آ رہا تھا۔ یہاں سے اسی طرف متوجہ ہوا۔ یہاں سے چھوٹا سا مکان تھا جس میں حضرت شریف نے آکھیں شاہ بند۔ پھر دیکھا کہ وہ آکھیں مکمل گئیں اور آپ نے اس فقیر سے باتیں شروع کیں، عجیب اسرار تھے اور جب پر لطف باتیں تھیں اور میں نہایت ادب سے خاشع و خاضع (ذرا سہا مودب ہوں) آپ نے فرمایا کہ تمہیں درود پیش ہیں۔ ایک میرا اور ایک حضرت خواجہ معین الدین چشتی کا میں نے عرض کی کہ حضور ماہاں اور بھگہ گیا کہ میرا بیٹہ قلندر یہ قادریہ تاجی کے واسطے ہے۔ یہی میرے تمام فیوضِ قادریہ کے بزرگ عجب بزرگ ہیں۔ مجھے یہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے فیض کی نسبت بھی غائب ہوئی۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت خواجہ سے اور آپ سے ملاقات ہے؟ آپ نے فرمایا کہ بعد اس میں غیب گرام صحبت دی ہے۔ اور باخبر میں بھی اُن سے ملنے آیا تھا۔ انہوں نے مجھے محبت سرائے یا حبیب سرائے تک آ کر رخصت کیا۔ اس درمیان میں کچھ اور

مرچو

پر



لوگ آگئے۔ مجاور نے دروازہ مقلل کھول دیا۔ حسن چٹائی سامنے نظر آیا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت قبلہ اس کے والد نے حضور کے خاندان کے احوال میں ایک کتاب لکھی ہے جس میں حضور کا بھی تذکرہ ہے اور میں چاہتا تھا کہ تذکرہ پیش کروں مگر اس وقت موجود تھا مگر پھر بھی حضور کی خوشنودی اور انبساط کا ظہور ہوا۔ ایک کھٹے کے قریب عالم خواب میں حضرت قدس سرہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ اور انواع نفوس و برکات حاصل ہوئے۔ الحمد للہ غلطی ڈالک۔ بچر دیکھا کہ دروازی بند ہو گیا اور ہم لوگ باہر دوسرے محلوں میں گئے اور وہاں پھر ایسی مقدس آستانے پر پہنچے دیکھا کہ ایک چھوٹا درگاہ ہوا ہے اور حضرت بیٹھے کچھ لکھ رہے ہیں۔

مروجہ عز و دل و دوستوں، بزرگوں اور اپنے روحانی پیشواؤں کو بھی لوگ خواب میں دیکھتے ہیں لیکن اولیاء اللہ کے خواب بیداری کی کیفیت رکھتے ہیں۔ یہ خواب نہیں مرا تھے کی سی کیفیت ہوتی ہے۔ مثلاً حضرت شاہ محمد سلیمان قادری پچھواری کا قلیوں در حقیقت ایک قسم کا مراقبہ تھا۔ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی سے عالم رویا (یعنی خواب) میں ان کی ملاقات اور گفتگو شخص خواب نہیں ہے بلکہ بیداری کا اعلیٰ درجہ ہے۔ بزرگان طریقت، کشف، مراقبہ اور خواب میں مقدس روحوں سے رابطہ پیدا کرتے ہیں۔ تذکرہ پیدا کرتے ہیں۔

حضرت نوٹ علی شاہ قندھار کے حالات میں صاحب تذکرہ نوٹ ہے لکھا ہے 1296ء میں جب رمضان شریف کا چاند نظر آیا تو بعد نماز مغرب جناب وقیلہ نے کترین کو بلایا اور فرمایا کہ ہم ایک بات کہتے ہیں تم خیال کر کے سنو۔ وہ یہ ہے کہ ایک بار سید اعظم علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ ہم کو اپنے ہمراہ پانی پت میں لائے اور قندھار صاحب (یعنی حضرت بھٹی شاہ قندھار کے حراز پر چلے کر آیا۔ آخر چلے میں یہ دیکھا کہ ایک شخص مجھ پر، جسم، اساتذہ، ساتھی رنگت، گفتگو لے پال تشریف لائے اور فرمایا کہ آتم کو تعلیم کریں۔ اسے میں ایک اور شخص، بصورت، سرخ و سفید رنگ سفید ریش، لباس سبز پہنے، عصا ہاتھ میں لئے ظاہر ہوئے فرمانے لگے کہ

میں اس دعوایے سے کچھ نہیں ہونے کا تم کو یہ تعلیم نہیں رکھتا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت اگر یہ دعوایے صاحب کچھ نہیں کر سکتے تو آپ ہی کچھ ارشاد فرمائیں۔

انہوں نے فرمایا کہ زمان سے کچھ ہو سکے گا نہ ہم سے۔ تمہارا معاملہ تو ذات سے ہے۔ جو کچھ ہوگا، ذات (یعنی ذات مطلق) سے ہی ہوگا۔ سب مردوں اور عورتوں کو دل سے مناد ہو کسی سے کچھ نہ ہوگا، جس طرح ذات کی طرف متوجہ ہو اسی طرح سے عاشق ذات ہو۔ نہ کسی بیرون بیخبر سے محبت نہ کسی سے خواہش، نہ کسی کی رنجش، بھگوان جنہیں تعلیم کر سکتا ہے۔ تمہارا اور خدا کا معاملہ ہے۔ تم چاہو اور خدا اس میں ہم لوگوں کو دم مارنے کی طاقت نہیں۔ اگر ہمارے بس کی بات ہوتی تو کھینکے کیا جاہت تھی؟ اس جو کچھ ہوتا ہے، 3, 4, 5, 6, 7 میں ہو جائے گا۔

راستہ کو میں سو لاکھ دیکھا ہوں کہ ایک چہار دیواری کے اندر کسی بزرگ کی قبر ہے۔ چنانچہ قبر تو نہایت قدیم و قدیم ہے اور چاہے شرقی ایک مجھڑ ہے۔ میانہ قد، فریہ اندام، اساتذہ، راجہ، اکابر و مہتممان، مکتفہ دالے ہال و ریلنگ کھان، کچھ مسجد، کچھ سیاہ و دونوں حضرات مرا تے ہیں مفلول ہیں۔ میں نے جا کر سلام کیا، جناب وقیلہ نے اشارہ کیا کہ حضرت کی خدمت میں جاؤ۔ میں صاحب کی طرف گیا۔ انہوں نے فرمایا کہ نہیں، مولانا صاحب چلے آئے حضرت نے اشارہ کیا کہ نہیں، آپ آئے؟ آخر مجھ کو صاحب نے فرمایا کہ اچھا بیٹھو اور میرے کتب پر غور کی ضرب لگاؤ۔ اس دم آنکھوں میں بجلی کی کوندہیں اور میں سے خود ہو گیا۔ تھوڑی دیر میں ہوش آیا تو کہا جناب امیری تھی نہیں ہوئی۔ فرمایا کہ اب مولانا صاحب کی خدمت میں جاؤ میں ادھر آیا تو جناب وقیلہ نے لاکھوں کی اور میں سے ہوش ہو کر بڑے لگا۔ ہوش میں آیا تو یہ سوال کیا کہ حضرت میری تسلی نہیں ہوئی۔ فرمایا کہ بس ہمارے گا۔ عرض کیا کہ مر جاؤ امیری مراد یہی ہے۔ آپ نے دوبارہ اٹھا فرمایا۔ میں بھرے ہوش ہو گیا۔ بڑی دیر بعد ہوش و حواس درست ہوئے تو درخواست کی کہ حضرت امیری نکلی نہیں ہوئی فرمایا کہ اب حیران قلب پھٹ جائے گا بس کر۔

اس کے بعد آکھ کھ کھلی تو دیکھا کہ جسم عرق عرق ہے اور ہر بن موسیٰ اسم ذات جاری ہے۔ کتب

کی یہ حالت کہ سینے سے باہر نکلا پڑا ہے۔ جسم کو دیکھتا ہوں تو گویا آئینہ چلی ہے۔ جو مرد دیکھتا ہوں  
بشرقی سے مغرب تک کوئی چیز چاہ کر نہیں۔ تمام روئے زمین من و عن غش نگاہ ہے۔ یہ کیفیت  
مشاہدہ کر کے بار بار دل میں خیال آیا کرتا ہوں عالم بیدار میں ہے یا خواب میں؟ بار بار کہیں کہیں  
اور یہ شعر جاری پڑھتا تھا کہ

یہ بیدار نیست یارب یا خواب است  
کہ جان من بجا نیں کامیاب است

### کشف قبور

حضرات ارواح کی ایک قسم کشف قبور بھی ہے لیکن یہ عمل ہر شخص کے بس کا نہیں۔ کشف قبور کا  
عالم کسی قبر پر جا کر مراد پتہ کرتا ہے۔ یعنی آنکھیں بند کر کے یہ تصور کر صاحب قبر اس کے سامنے ہے  
۔ واقعی روح کا ظہور ہو جاتا ہے۔ میں نے کشف قبور کے کئی عامل دیکھے ہیں۔

ایک سندھی بزرگ جو کراچی کے کسی پرائمری اسکول میں ہیڈ ماسٹر تھے۔ ازراہ شفقت میرے  
پاس تشریف لایا کرتے تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ میں حضرت عبداللہ شاہ غازی کے حزار مبارک (کلینٹن)  
پر جاتا ہوں تو مجھے ضروری کا شرف حاصل ہو جاتا ہے۔ ایک روز فرمانے لگے کہ میں اپنے  
بھی اپنے ساتھ کے جا کر باریاب کرادوں گا۔ چنانچہ وہ ایک روز دن چڑھے رخصت میں حوار ہو کر  
تشریف لائے (یہ بعد کا دن تھا) اور مجھے اپنے ساتھ سوار کے حزار مبارک پر لے گئے۔ وہاں ہم  
دونوں دیر تک مراقبے میں بیٹھے رہے۔ اس کے بعد میں نے یہ معمول بنایا کہ آمدنی آئے یا نہیں  
۔ ہر جمعرات کی صبح کو حزار مبارک پر حاضر ہو کر آتا تھا۔ یہ معمول تین سال تک جاری رہا۔ حضرت  
سید سلمان ندوی کی یہ روایت بھی اُن کے ایک تذکرے میں منقول ہے کہ صاحب میں تشریف سے گزری  
کہ حضرت رحمت اللہ علیہ مجدد صاحب قدس سرہ کے حزار مبارک پر قاتحہ غوائی کیلئے حاضر ہوئے تو  
انہوں نے بجا ہم ہوش دیکھا کہ بجلی سی چکی اور مجدد صاحب رحمت اللہ علیہ ظاہر ہوئے۔ فرمانے لگے  
کہ کتبائے من خواہد (تم نے میرے خطوط چسے ہیں)۔

سید صاحب نے بے (ہاں) کہا اور بے ہوش ہو گئے۔ میں اس کتاب میں کشف قبور کے  
تجربات و مشاہدات پر گفتگو نہیں کروں گا۔ یہ ایک مستقل موضوع ہے جس کی تحقیق کر رہا ہوں۔ اگر  
علم و تحقیق کی روشنی میں تصدیق شدہ مواد مل گیا تو اس بحث کو پچھرا جائے گا۔ فی الحال میرے پاس  
کافی مواد نہیں ہے۔

چند سال ہوئے تھانے کس ذاتی کیفیت اور جذباتی حالت میں یہ شعر کہا تھا  
اک حمد سے ہوتی ہے ملاقات سرشام  
اک روح ڈرائی ہے مجھے آخر شب میں

میرا خیال تھا کہ شاید اس قسم کا تجربہ صرف مجھے ہی پیش آتا ہے کہ سرشام کسی حمد سے ملاقات  
ہوتی ہے اور رات کے پہلے پہر کسی روح کا سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن اب یقین ہو گیا کہ اس قسم کے  
تجربوں میں اور لوگ بھی راقم الحروف کے شریک حال ہیں۔ رجیم یارخان کے ایک دوست نے  
اس کی وضاحت فرمائی (م۔ م۔ م۔) کے بارے میں چند افاضی یقین واقعات لکھ کر بھیجے تھے اور  
مجھے غرض اہل کی غمی کہ میں ان کے عزیز کی امداد کروں اور انہیں اس روحانی کرب سے نجات  
دلائے گی کہ شوش کروں دس میں وہ کئی سال سے بیمار ہیں۔ میں نے رجیم یارخان کے ان دوست کو  
لکھا کہ وہ اپنے عزیز (م۔ م۔ م۔) کو جانتے رہیں کہ وہ رجیم یارخان سے ملنے کے خطوط لکھتے رہیں  
۔ م۔ م۔ م۔ لکھتے ہیں کہ

### زندگی کا عذاب

ہدایت کے مطابق پورا واقعہ کہلینہ کر بھیج رہا ہوں، میری تعلیم زیادہ نہیں۔ اگر تجربے میں کچھ  
خامیاں ہوں تو معاف کر دیجئے رئیس صاحب انہیں نہیں سکا کہ کس وقت مجھے کیا ہو جاتا ہے۔ ایسی  
ایسی حرکتیں سرزد ہوتی ہیں کہ بعد کو چھپتا تا ہوں۔ آؤ میری زندگی میرے لئے عذاب بن گئی ہے  
۔ خدا کے فضل سے کھاتے پیتے گھر ان کے فردہوں کی سچڑی کی نہیں ہے۔ خود کاروبار میں مشغول  
رہتا ہوں لیکن ایک جبرت انگیز سلسلہ واقعات میں پھنس گیا ہوں کہ دن کا بھین بھی حرام ہو گیا ہے

اور رات کا آرام بھی۔ یہ ایک ایسا واقعہ ہے جس کی کوئی تو جیہ نہیں کی جا سکتی۔ کوئی جیہ ہو، کوئی سبب ہو، کوئی حقیقت سمجھ میں نہیں آتی۔ چنانچہ والا! یہ ایک پراسرار واقعہ ہے کہ انیس اور داستانوں میں بھی اس کی مثال نہیں ملتی، بلکہ نہیں مل سکتی۔ اس حقیقت کا جتنی دنیا میں تو ہم اس قسم کے واقعات کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ مہربانی کر کے ان انجمنوں سے نجات دلا دیجئے۔

### مرحوم خالد زاوہین

بہت بچپن میں میری ہنگامی (پ) سے ہو گئی تھی۔ (پ) میری خالد زاوہین تھیں۔ اتنا یاد ہے کہ میں اس کے ساتھ بچپن میں بعد شوق کیا کرتا تھا۔ وقت گزرتا رہا اور ہم صادق آباد سے ترک سکونت کر کے احمد پور شرقیہ چلے گئے اور ان لوگوں سے جدا ہو گئی۔ میری خالد خان پور میں رہتی تھیں (پ) اچانک وہیں فوت ہو گئی۔ میں نے (پ) کی وفات کی خبر نہی مگر خدا شاہد ہے کہ کوئی خاص رنج یا غم نہیں ہوا۔ درحقیقت اس وقت مجھے کسی مزید قریب کی موت کی یقینی اور سنجیدگی کا اندازہ ہی نہ تھا۔ پھر بھی کبھی کبھی ایسا ہوتا کہ (پ) کی یاد شدت سے آتی اور مجھے وقتی طور پر منت یہی بن کر جاتی۔

میں نے اسے جلا دینے کا ارادہ کیا تھا۔  
تمہاری یاد ہو کر رہ گیا ہوں!

بچپن گزارا، جوانی آئی اور میری نسبت میری ماموں زاد بہن سے ملے پائی (پ) کی موت کو سالہا سال گزر چکے تھے اور میں زندگی کی روز افزوں مصیبتوں اور انجمنوں میں ڈھونڈتا چلا جا رہا تھا۔ تاہم یہ بات کہہ دینی ضروری ہے کہ ماموں زاد بہن سے ہنگامی ہو جانے کے بعد مجھے اپنی مرحومہ منیتر (پ) کی یاد بکھڑا دہی آنے لگی۔ ایک روز طبیعت خست بھی گئی تھی۔ (پ) سے ملنے بھی گئی تھی۔ میں اپنے کمرے میں سو بیٹھے پڑا تھا۔ یہ ایک لمحے احساس ہوا کہ میرے علاوہ اس کمرے میں کوئی اور بھی موجود ہے۔ انھیں کھولیں تو کوئی بھی نہ تھا۔ پھر یہی احساس شدت کے ساتھ ہوا کہ کوئی نادیدہ ہستی کمرے میں داخل ہے۔ اب جو دیکھا تو ایک لڑکی (پ) کی ہم شکل

سفید لباس میں بیٹوس مائے کڑی ہے (پ) کو مرے ہوئے اگر چند تھوکی تھی مگر اس کے چہرے کے خندہ خانہ ذہن میں تازہ تھے۔ یہ واقعہ آدنی کو بے ہوش کر دینے کے لئے کافی ہے۔ خاص کر میں تو اس قسم کے پراسرار واقعات کا مقابلہ ہی نہیں کر سکتا۔ مگر خدا جانے اس وقت مجھ میں اتنی قوت برداشت کہاں سے آئی تھی کہ مرحومہ کی روح میرے سامنے تھی اور میں اسے برابر دیکھے جا رہا تھا۔ دیکھے جا رہا تھا اور خواہش تھی کہ برابر دیکھے جاؤں۔

جلوہ بقدر ذوق نظر دیکھتے رہے  
کیا دیکھتے ہم اُن کو مگر دیکھتے رہے

میں اس سحر کو ہلکا تو نہیں کر سکتا۔ البتہ حیرت جاک ضرور کر سکتا ہوں۔ شدید سردی کے باوجود میں پیٹے پیٹے ہو گیا۔ تاہم اطمینان خاطر میں کوئی نہ آئی کا ایک (پ) (نظر سے اوچل ہو گئی اور میں اپنے مقام پر ہکا بکا اور باقی وقت ہو کر رہ گیا۔ اس کے بعد یہ معمول بن گیا کہ (پ) لپٹے میں دو ٹپن ہمارے سامنے آتی اور چند لمحوں کی دیر بازی کے بعد نظر سے اوچل ہو جاتی تھیں۔ البتہ واقعات ہیں۔ کہاں تک جان کر ان میں سوچ بھی نہیں کر سکتا کہ یہ سب کچھ وہم ہو سکتا ہے۔ ہر دوسرے تیسرے روز مرحومہ کی روح کا نمودار ہو جاتا اور پھر ایک نظر ان سے غائب ہو جاتا تاہم اس بار وہ اسے کی طرح قریب نظر نہ تھیں۔ تاہم اب چند خاص خاص واقعات سن کیجئے۔

### قبرستان میں

میں اکثر صادق آباد سے مال بردار ٹرک کے جا رہا ہوں اور اونچی پردیل میں آتا ہوں۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ میں خان پور آ گیا۔ یہ عرض کر چکا ہوں کہ میری خالد خانپور میں رہتی تھی اور وہیں اس کا دفن ہے۔ قبرستان شہر جانے والی سڑک پر واقع ہے۔ پردیل سے اکثر آتر خانپور چلا جاتا ہوں۔ یا اس طرح کہوں کہ کوئی کشاں کشاں مجھے قبرستان لے جاتی ہے۔ اس قبرستان میں ایک قبر ہے اور وہ قبر میری منزل گاہ ہے۔ قبر کے سر ہانے چار بیٹیاں ہوں اور نیچے لے گیا کیا کرتا رہتا

ہوں۔ اس وقت خوش و خوش باقی نہیں رہتے۔ ایک عالم بے خودی چھٹا جاتا ہے۔ جب بے خودی دور ہو جاتی ہے تو قبر کو دھار کے خانیہ پر انکشتیں پر آ جاتا ہوں اور ساری رات وہاں گزار کر لوٹ آتا ہوں۔ رئیس صاحب! میں رات کو ایک مرتبہ احمد پور جاتا رہتا تھا۔ میرے پاس کافی نقدی تھی۔ جب خانیہ پر انکشتیں پر گاڑی رکھی تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ کوئی ان دیکھا ہوا شخص میرے پاس پہنچ رہا ہے۔ میں نے بہت کوشش کی کہ سڑک پر تھم جاؤں اور اس شخص کو قتل کر دوں۔ میں نے اسے دیکھا کہ وہاں ایک شخص تھا۔ چاندنی رات تھی اور قبرستان پر سناٹا چھایا ہوا تھا۔

عروج ماہ ہے اور مقبروں پر  
اب کی چاندنی چمکنی ہوئی ہے

میں نے دیکھا کہ (پ) وہاں موجود ہے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ اس نے مجھے قریب آنے کا اشارہ کیا۔ اس سے پہلے یہ ہوتا کہ وہ پردہ فیس سے ظاہر ہوتی اور مجھے چپ چاپ سچی رات ہی میں بے اختیار (پ) کی طرف نکلتا تھا۔ وہ کچھ کھانسی میں۔ صرف دیکھ کر مسکراتی رہی اور کچھ بولیکہ صاحب کوئی۔

جہاں نہیں کر سکتا کہ اس ملاقات کا دل پر کیا اثر پڑا۔ آخر میں قبرستان سے لوٹ آیا اور رات کے ایک بجے شاہین ایکسپریس سے گھر آ گیا۔ رات کو بہت تیز بخار ہو گیا اور یہ سلسلہ کئی دن چلتا رہا۔ بخار کے دوران کئی بار مجھے (پ) نظر آئی اب وہ تقریباً روز آنے لگی ہے۔ ملاقات یہ سلسلہ پانچ مہینے چلا۔ یہاں تک کہ اکثر دنوں نے خواب سے دوپٹا لیکن ایک خاص طرح بخار شروع ہوا تھا اس طرح اچانک آخر کیا اور میں چنگا بھا ہوا گیا۔ رئیس صاحب! اب یہ صورت ہے کہ اگر میں اسے ہفتے میں ایک آدھ بار دیکھ نہ لوں تو وہ اس ہو جاتا ہوں۔ دل بہت پر سوز ہو گیا ہے۔ اس کے لیے میں چھپ چھپ کر رہتا ہوں۔ جی کی ہڈی اس دکھاتا ہوں۔ روتے روتے اس کی مرتبہ (پ) نظر آئی۔ اب

صورت یہ ہے کہ کارہ بار میں کوئی دلچسپی نہیں رہی۔ اپنے تصورات و خیالات میں ڈوبا رہتا ہوں۔ جسمانی صحت ٹھیک ہے۔ البتہ ذہنی سکون غائب ہو گیا ہے۔ والدہ میری حالت سے سخت پریشان ہیں۔ کسی کام میں جی نہیں لگتا۔ جی چاہتا ہے مگر کیا چاہتا ہے معلوم نہیں ہے۔

ہے مرے عالم افکار پر غالب کوئی شخص  
مگر اس شخص کا کیا نام ہے معلوم نہیں

شمیم مرحومہ

چند سال قبل جھنگ سے ایک دوست نے یہ سوال لکھ کر بھیجا تھا کہ

آپ اس پر یقین کرتے ہیں کہ مرنے والے سے دور درو ملاقات ممکن ہے؟ بہت سے حضرات سے میں نے یہ سوال پوچھا ان سب نے مجھے بالکل قرار دیا۔ اور آپ کے دوست (مشہور کالم نویس) ابراہیم پٹیل صاحب نے تو بالآخر وہ خالق اڑایا۔ میں نے جھنگ والے دوست کو جواب دیا کہ آپ تمام واقعہ لکھ کر بھیجیں تو کوئی رائے قائم کروں۔ واقعہ انہوں نے اس طرح تحریر کیا کہ

میں انھارہ سال قبل لاہور کی ایک لڑکی شمیم کو فیوشن پڑھا تھا۔ ہم ایک دوسرے سے محبت کرنے لگے اور شادی کے قول قرار ہو گئے۔ پھر مجھے لاہور سے ترک سکونت کرنا پڑی اور میں جھنگ چلا آ گیا۔ جہاں میں یہ شمیم بھی تھی۔ شمیم کو لاہور چھوڑنے سے پہلے میں نے والدہ کی اسے اسرار سے کہیں اور شادی کرنی۔ میں اس سے دو قالی اور مہر شنی پر مشتمل ضرور تھا کہ انے بعد یہاں زمانے کی!

اب شمیم کا حصول کہاں ممکن تھا۔ وہ بھی ازدواجی زنجیروں میں جکڑی جا چکی تھی۔ تاہم مجھے اعتراض اف کرنا چاہیے کہ شکست مہم کی ابتدا مجھ سے ہوئی تھی۔ قصور شمیم کا نہ تھا۔ میرا تھا۔ شادی کے بعد آؤنی آؤنی خبر سن کر شمیم بے وقوف جھنگا ہو گئی ہے۔ لیکن اتنی محبت کہاں تھی کہ اس کی عیادت کو جاتا بہر حال خوش و خرم وقت گزارتا رہا۔ اب آپ دو واقعہ سنئے جو مجھے دیوانہ بنائے ہوئے ہے۔ شمیم ایک روز کمرے میں سو رہا تھا کہ ایک آدھ گھنٹہ گئی۔ دیکھا کہ شمیم میرے برابر کھڑی ہے۔ حیران کہ یہاں شمیم کہاں؟ میں سخت عالم حیرت میں غرق تھا کہ شمیم کا مجھ سے وہاں مجھیں ٹھہل ہو گیا۔ مزید حیرت کہ



بعد، ہماری شخصیت کا کوئی حصہ ملک الموت کی دستبرد سے بچ رہتا ہے اور اگر بچ رہتا تو کیا شعور اور حافظہ قبر کے اس پار بھی باقی رہتے ہیں۔ پھر یہ سوال بھی اٹھے گا کہ خود روح کیا ہے اور حقیقت یہ مسئلہ اب تک انسانی عقل و خلاق اور حواس کی رسائی سے باہر ہیں زندگی موت اور روح سے تعلق رکھنے والی تمام بحثیں، ایک ہی منطقی، سنے حواس اور ہی عقل کا تقاضا کرتی ہیں۔ یہی منطقی، سنے حواس اور ہی عقل اجماع و جود میں پیش آئی لہذا فی الحال ان مباحث سے قطع نظر کر لیجئے۔ سر درست تو لوگوں کے تجربات و مشاہدات ہیں کہ جیسے۔

فضل احمد جان (79-الف)، پرانا اولوکیٹ کراچی) لکھتے ہیں کہ

یہ واقعہ آج سے تقریباً 36,37 سال قبل پیش آیا تھا۔ میرے مکان کے چھوڑنے (پشت پر) متوں کا ایک خاندان آباد تھا۔ میں کوچہ کا قائد ترابہ ہرم خان دہلی کا ذکر کر رہا ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ ستر سال کی ایک بڑیا قریب المرگہ اور جان بلب تھی۔ ایک رات اس کی حالت بے حد خراب ہو گئی۔ سانس اکثر اکھڑا چلنے لگے یقین تھا کہ بڑیا مر رہی تھی کسی وقت ختم ہو جائے گی لیکن رات میں متوں کے گھر سے کوئی آواز نہ آئی۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ بڑیا پر رات خیریت سے گزری۔

صبح میری خالاد نے مجھ تک رو کیا تو حیران رہ گئیں وہ دیکھا کہ وہی خیمہ جان بڑیا جس کے سانس بند تھے اب سانس لے رہی تھی اور وہی جسم جس کے اکھڑے سانس میں تھکاوٹ تھی اب سانس بڑیا کو چاک چھو بند اور زندہ وحشت مند دیکھ کر میری خالاد نے اسے اس عجیب روزگار دہشت کا ذکر کیا صاحبہ نے کیا۔ وہ دو چہرے پر لگیں اور سنے کے گھر میں جھانک کر وہی مٹا نظر آ گیا اس بل رسیدہ بڑیا جس میں تھکاوٹ دہشت دہی ہے۔ نانی کے جھانکنے پر سخت جان بڑیا نے نظر اٹھائی اور نانی کو دیکھ کر نظریں جھکا لیں۔ نانی کچھ کہنے لگی کہ سنے کے گھر آئیں۔ بڑیا کی بہو کو جو کافی سن رسیدہ تھی۔ اپنے پیٹ پر اور کہا کہ عمر کی نماز کے بعد آ جانا۔ میں جن میں پانی دم کے دہی کی۔ وہ پانی بڑیا کو پلا دیتا۔ سنے کی بہو نے ایسا ہی کیا۔ بڑیا کو دم کیا ہوا پانی پلا یا۔ سب نے دیکھا کہ پانی پیتے ہی بڑیا دھڑام سے زمین پر سر کے گرد پڑی۔ ہم نے نانی سے پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ فرمانے لگیں کہ

رات میں کسی وقت بڑیا کا دم نکل گیا تھا گھر والے سو رہے تھے اس حالات میں کوئی شخصیت روح اس کے جسم میں داخل ہو گئی اور بڑیا زندہ ہو کر کام کرنے لگی لیکن اس کا جسم مردہ تھا اور یہ مردہ جسم اس شخصیت روح کے زیر اثر کام کر رہا تھا۔ نانی نے کہا کہ جب میں نے بڑیا کو جنم میں جھانڈ دیتے ہوئے دیکھا اور اس کی نظر مجھ پر پڑی تو میں پچکان گئی کہ یہ کوئی اور ہے۔ چنانچہ دم کیا ہوا پانی پلانے سے شخصیت روح نے مردہ بڑیا کے جسم کو آ زاد کر دیا۔

فضل احمد خان نے سوال کیا ہے (اور ان مباحث میں قدم قدم پر سنے سنے سوالوں اور انوکھے انوکھے جوابوں سے واسطہ پڑتا ہے) کہ کیا ایسا ممکن ہے؟ اس کا نکات میں کیا ممکن ہے کیا ممکن نہیں ہے؟ اس سوال کا جواب عملی طور پر دینا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے کیونکہ ہمارے علم کا سرچشمہ آگے، ناک، ہاگ اور دوسرے حواس ہیں۔ زندہ آدمیوں کے جسم میں آوارہ گرد روحوں کا حلول کر جانا تو عام طور پر سننے میں آتا ہے اور اس قسم کے مرلیضوں کا علاج جن جنس آسب زدہ کہا جاتا ہے۔ نفسیاتی طریقے پر کیا ہی جاتا ہے لیکن کسی مردہ جسم میں کسی روح کا ٹھس جانا ایک ایسا واقعہ ہے جو صرف قصے، کہانیوں، افسانوں اور ادیبوں کے خیال پر تو سننے میں آتا ہے عملی زندگی میں نہیں آتا۔ کمالیہ میں ایک شخص نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کی حاشیہ رانی اور داستان طرازی کی ایک تک۔ فضل احمد جان نے بڑیا کا جو واقعہ بیان کیا ہے اس کو جوں کا توں تسلیم کرنا ممکن نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ بڑیا سرگئی تھی اور وہ بارہ زندہ ہو گئی۔ سوال یہ ہے کہ اگر یہ سراسر معلوم ہو کہ واقعی بڑیا کا دم نکل گیا تھا۔ لیکن کیا یقینی ہے کہ وہ ایک ایک صحت یاب ہو گئی تھی۔ موت سے پہلے کیا ایک صحت یاب ہو جانا کوئی عجب اور بعید از عقل واقعہ نہیں ہے۔

علامہ حسین چہ دری رٹاؤر ڈب انسٹیٹیوٹ یس معلوم ہوا ہر یازد سکنی باغ (اپنے خط 17) کو 1972ء) میں لکھتے ہیں کہ

والدہ بزرگوار کی عمر 75 سال کی تھی۔ بخار میں مبتلا ہوئے کسی طرح بخار نے چھینا نہ چھوڑا



حالات کا سلسلہ سات آٹھ مہینے چلتا رہا۔ کزوری پر مبنی تھی۔ اس کے بعد دوسرے عارضے رونما ہو گئے۔ مثلاً شقیق انفص، بے خوابی، بھوک کا نہ ہونا، ہاتھ پاؤں پر درم چڑھ گیا۔ آخر قریب المرگ ہو گئے۔ ہم سب کو ان کی زندگی سے یاس ہو گئی۔ میں خدمت میں حاضر تھا۔ ستورات نے سورۃ یٰسین پڑھتی شروع کی کہ چاک قبلہ والد بزرگوار کو ہوش آ گیا۔ ہمارا بالکل اتر گیا۔ صحت مند ہو گئے۔ بھوک محسوس ہوئی تو شور مچایا گیا۔ رات خبریت سے گزری۔ صبح فرمانے لگے۔ پانی گرم کرناؤ میں غسل صحت کروں گا۔ چنانچہ غسل صحت کیا اور دن بھر چار پانی پر بیٹھے لوگوں سے باتیں کرتے رہے۔ تمام شہر میں خبر پڑ گئی کہ قبلہ چوری چوری صاحب امام الدین میں پہل کشتہ جو عمرہ دراز سے بنار تھے۔ چاک تندرست ہو گئے۔ بھر کیا تھا۔ اپنے اور غیر کچھ کچھ ہمارے گھر آنے شروع ہو گئے۔ ہر کسی سے مصافحہ کرتے اور حال بتاتے ہم نے بارے خوشی کے کی بکرے صدقے کے طور پر حلال کرانے۔ کئی دیکھیں چاک کی فریبوں میں تقسیم کیں! الغرض ہماری خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ ہم کہتے تھے کہ مرض دور ہو گیا ہے اور والد بزرگوار شفا یافتہ ہو چکے ہیں۔ معمولی سی کزوری ہے وہ بھی ریش ہو جائے گی۔ وہ بظاہر اسی تندرستی کی حالت میں باتیں کرتے کرتے لیٹ گئے اور آٹا فانا روح نفس منقرض سے پرواز کر گئی۔

اس واقعے کی بہت دعا لکھیں کہ اللہ تعالیٰ اس کی رحمت سے کفر سے محفوظ رہے (رحمت سے پہلے افاقہ ہو جانا کی کیفیت تھی۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ موت خاری ہونے سے قبل تمام امراض خود بخود دور ہو جاتے ہیں۔ مرثیہ کافقہ محسوس ہونے لگتا ہے لیکن یہ حالت اس چراغ کی طرح ہے۔ جو جلیں سے ختم ہونے پر بجڑتا ہے اور بجڑ کر بجھ جاتا ہے۔

بجڑتا ہے چراغ بیخ جب خاموش ہو جاتا ہے۔

یہ بیان ہے جناب غلام حسین چوری کا اپنے والد مرحوم کے متعلق۔ کیا وہ بے حساسیت بھی موت سے پہلے اسی طرح کا ایک ناقابل یقین طور پر صحت یاب ہو گئی تھی۔ مجھے قلیل احمد جان کی نانی مرحومہ کے بیان پر شبہ نہیں لیکن ایسے خلاف عقل واقعے کو تسلیم کرنے کے لئے بڑی مضبوط اور ناقابل تردید شہادتوں کی ضرورت ہے۔ تذکرہ غوثیہ پڑھ رہا تھا کہ حضرت غوث علی شاہ مختار (

مذنون پانی پت) کی ایک حکایت غفر سے گزری۔ تذکرہ غوثیہ کے مصنف لکھتے ہیں کہ

### ارشاد ہوا کہ

ہم بیچ کو چلے تو رات سے ایک ہندو جوگی چار بیٹوں سمیت ہمراہ ہو گئے۔ کہنے لگے رات کو ہمارے ساتھ ٹھہرنا چنانچہ ہم سب ایک حرم شائے میں جا کرے۔ انہوں نے بیٹوں سے پوچھا کیا کھانے کا؟ سب نے اپنی اپنی راجت کے مطابق کھانا بتا دیا۔ وہی کھانا موجود ہو گیا۔ پھر ہم سے پوچھا ہم نے کہا جو آپ کھا سیں گے۔ وہی کھا سیں گے۔ کہا میں تو مونگ کی دال اور چٹائی کھاتا ہوں۔ چنانچہ ہم نے بھی ان کے ساتھ وہی کھایا۔ بات چیت شروع ہوئی۔ تو کچھ اسی بیٹا ہو گیا۔ کچھ تو چاک کا ذکر آیا تو میں نے توجہ کی درخواست کی۔ کہنے لگے کہ تین روزہ ہمارے ساتھ رہو۔ چوتھے روز ہم توجہ دیں گے۔ پھر ہم ٹھہر گئے۔ انہوں نے تین دن میں روزہ (برت) رکھوایا۔ پھر توجہ دی۔ واقعی بڑے زبردست آدمی تھے۔ ہم بہت سے لوگوں سے ملے اور ان سے توجہ لی مگر یہ تاثیر کسی کی توجہ میں نہ پائی تھی۔ ان کی توجہ سے ہمارا قلب گلاب کے پھول کی طرح مکمل کر قائم ہو گیا تھا۔

ایک دن انتقال روح کا ذکر آیا (انتقال روح یہ کہ روح ایک جسم سے دوسرے جسم میں منتقل ہو جائے) کہنے لگے کہ ہاں ہمارا ہی روح ایک جسم سے دوسرے جسم میں منتقل ہو سکتی ہے۔ کیا تم یہ تمنا رکھو گے؟ میں نے کہا میں مردوں میں سے کہا کچھ ایک مردہ جانور لاؤں گے اس کا ایک مردہ دھوٹا لائے۔ رات کے وقت دو مردہ بچہ لگا کر بیٹھ گئے۔ دھوٹے کاٹنے رکھ لیا اور چراغ بج کر دیا۔ سسکی لے کر دم کھینچا بکھٹ سے آواز دہرائی۔ بجلی سی چمکی اور دھوٹے میں جان آ گئی ہم نے اس کو پکڑ لیا اور دھوٹے سے باطن شروع کر دیں۔ وہ دھوٹا تو نہ سکتا تھا البتہ اشاروں میں ٹھٹھک رہا تھا۔ پھر ہم نے کہا کہ اچھا اب اپنے جسم میں آ جائے۔ تمنا شاید کچھ لایا۔ تو وہ اسی چمک دمک کے ساتھ اپنے جسم میں آ گئے۔ ہم نے کہا یہ بات ہمیں بھی سکھاد دیجئے۔ فرمایا: چند روز میں سکھلا دیں گے۔ چنانچہ ہم کو دوسرے کے مطابق انتقال روح کا طریقہ سکھایا۔ مگر ہم نے چند روز یہ عمل کر کے چھوڑ دیا کیونکہ اس میں بڑا تکلیف تھا۔

یہ بیان بلکہ تجر بہ ہے۔ حضرت نوح علی شاہ قنبر دگ کا بہر حال انتقال روح ایک ایسا مظہر ہے جس کے بارے میں راقم الحروف کو کوئی ذاتی تجربہ نہیں۔ البتہ 1945ء میں بمقام ہرودون ایک فقیر سے سنا تھا کہ ہم جس مردہ جسم میں چاہیں منتقل ہو جائیں۔ ان کے بعض دوستوں سے پوچھا تو کہنے لگے کہ ہاں حضرت صاحب میں یہ کرامت موجود ہے۔ ان حضرت صاحب کا نام نامی دلا رے شاہ تھا۔ انھوں نے کہم دلا رے شاہ صاحب کا انتقال نہ لے سکے۔

## مسماة حَلَو خاتون

ماشاء اللہ خان صاحب ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر بمبئی ٹائم آف باڈکالین (مکتوب مورخہ 12 اکتوبر 1972ء) اور مکی دلچسپ ہے۔ فرماتے ہیں کہ

راقم الحروف قصبہ پلیر (پ۔ نی) کا رہنے والا ہے۔ جہاں سید ابراہیم کی درگاہ ہے۔ درگاہ سے کچھ فاصلے پر محلہ خادماں بسا ہوا ہے جہاں درگاہ شریف کے خدا مرہتے ہیں۔ یہاں درگاہ شریف کی ایک خادمہ بی بی زلال بیوہ مسماة حلو خاتون بھی رہتی ہیں۔ وہ بھی کسی ہمارے ہاں بھی آ کر کرتی تھی۔ وہ میرا کم سن کا زمانہ تھا۔ ایک دن جب وہ آئی تو مرحومہ دادی نے اس سے فرمایا کہ اس کی کہ کو اپنے مرکز زندہ ہو جانے کا واقعہ تو حقا کہنے کی۔

مجھے بہت بڑی دلچسپی تھی کہ جب یہ حالت ہوئی کہ میں نے ہوش ہوا جانی اور کبھی ہوش میں آ جاتی۔ رفتہ رفتہ میری ہر سس پھینچا شروع ہوئی تو جانگوں کا یہ عالم تھیں کہ کوئی آ رہی سے گوشت کاٹ رہا ہو۔ آخر آ کر تھیں کہ جس اور بے حرکت ہو گئیں۔ روح کھل کر کہنے میں آئی۔ پھر نکلیاں آئے نکلیں۔ میں نے سوچا کہ میں ختم ہو رہی ہوں کہ کیا مجھے کسی فرشتے نظر آئے اور مجھے اپنے ساتھ لے چلے۔ میں کیا بتاؤں کہ وہ فرشتے مجھے سختی خواہ صورت چہلوں پر لے گئے ایسی خوب صورت چہلوں میں جہاں میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے کے لیے تیار ہوں۔ ان چہلوں سے گزر کر وہ مجھے ایک بلند ترین مقام پر لے گئے۔ پہاڑ ہی پہاڑ۔ ان پہاڑوں سے گزر کر ہم ایک ایسے مقام پر لے گئے۔ جہاں نور ہی نور تھا۔ دیکھا کہ خدا ایک مسند پر بیٹھا ہے اور دوسری مسند پر خدا ان (یعنی

معاذ اللہ خدا کی بیوی) خدا ان کا ذکر سن کر ہم سب ہنسنے لگے مگر کھنکھانے بار بار ملتین دلا یا کہ میں خود خدا اور خدا ان کو یکے کر آئی ہوں۔ تو خیر جب میں خدا کے سامنے پہنچی تو اس نے فرشتوں سے کہا کہ میں نے اس کو کوٹیں بلایا فرشتوں نے فوراً مجھے نیچے پھینک دیا۔ میں پہاڑوں پر سے لڑھکتی ہوئی نیچے گرنے لگی اور زمین پر آ گئی اس طرح کرنے سے میرے بازو چوٹ لگی (بازو کھول کر منہ دل ڈھم دکھایا) زمین پر گر کر ہی مجھ میں جان آ گئی۔ اٹھ بیٹھی تو دیکھا کہ بازو سے خون بہہ رہا ہے۔

اس واقعے کو نقل کرنے کے بعد ماشاء اللہ خان صاحب کہتے ہیں کہ جب میں الفی اے میں پڑھ رہا تھا۔ تو موسم گرما کی تعطیلات میں وطن جانے کا اتفاق ہوا۔ معلوم ہوا کہ واقعی مسماة حلو کو اللہ نے اپنے پاس بلالیا ہے۔

ایک دن حکمرمہ جی کہ بہت سہاویہ شخص ہمارے یہاں آئی۔ میں نے شخص سے حکو کے مرنے اور دوبارہ زندہ ہو جانے کی تصدیق چاہی شخص نے کہا کہ یہ میرے بچا کے دو سال بعد کا قصہ ہے۔ مرحومہ جی مر گئی تھیں۔ ان کو کھانا دیا گیا تھا۔ جب دفن کرنے کے لیے جنازے کو لے کر چلنے لگے۔ تو دیکھا کہ کفن کا ایک کونا خون سے تر ہو گیا ہے۔ سب حیران کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ پھر دیکھا کہ کفن کھنکھانے سے سب لوگ ڈر کر دوڑ ہو گئے۔ تا کہ ان کفن میں سے آواز بیان کی۔ ذرا سی دیر میں کفر والوں کی آواز اڑی، نالہ رنکا اور مین و جان جب دست میں چہلوں ہو گیا۔ مسماة شخص نے یہ بھی بتایا کہ دوبارہ زندہ ہونے پر کھوکھائی نہ درست تھیں۔ بازو کا زخم بھی چند روز میں مندمل ہو گیا۔

یہ بیان ہے ماشاء اللہ خان صاحب کا۔ حقوں والی بڑھیا کے واقعے کی کوئی نہ کوئی عقلی توجیہ یہی چاہ سکتی ہے لیکن مسماة حلو کے بارے میں کیا کیا جائے گا۔ صاف اور سیدھا راستہ تو یہ ہے کہ اس واقعے سے قطعاً انکار کر دیا جائے۔

حکوم کامر جانا۔ مرنے کے بعد اس کی روح کا فرشتوں کے ساتھ خدا کے سامنے حاضر ہونا اور لطف یہ کہ خدا کے چہلوں میں خدا ان کا جلوہ کسی داستانِ ظہم ہو رہا ہے۔ یہ اچھا تسلیم کہ کھوکھالیان

مرچو

مرچو

فلو تھا اور یقیناً وہ بارہوی اٹھنے یا جاگ اٹھنے کے بعد اس نے جو کچھ بیان کیا وہ نثری نہیں کی رنگ آمیزی ہے۔

میں سکو کے بیان سے کس نتیجے پر پہنچا ہوں؟ اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ بے شک سکو پر ظاہری موت طاری ہوگئی تھی لیکن اس کے نفس کا ایک حصہ صحیح سلامت اور برقرار تھا۔ یعنی وہ ایسی بے خبر، بے مدد، بے کارخیز کے عالم میں غرق تھی جسے صرف موت سے تسخیر کیا جاسکتا ہے۔ آخر خیزد موت کی چھوٹی بہن تو ہے۔ اس کا بے ہوشی کے عالم میں سکو نے اپنے علم کے مطابق خواب دیکھنا شروع کیا۔ اس کے اشعار میں موت اور بعد الموت کے بارے میں جتنے تصورات موجود تھے وہ سب کے سب اجڑائے خواب کی شکل میں ابھرے۔ مثلاً جنت (ایسی خوبصورت جگہ ہے جہاں ہمیشہ رہنے کو چاہے) کا تصور، فرشتوں کا تصور، عالم نور، پھر عرش الہی اور عرش الہی پر خدا کی منہ سے سہارے نشست (الاحول والاقوة)

تصور کی تصور ہے وہ دنیا ہے کہ معنی ہو

اور پھر مزید الاحول والاقوة یہ کہ خدا کے پہلو میں "خدائن" بھی جلوہ گر تھیں۔ یہ سب سکو کے لاشعوری تصورات تھے۔ اب یقیناً ابھرنے والے سکو کو اس کے بازو پر دم کیسے لگا؟ اس سلسلے میں ہم نوحی خواہ (پانڈیٹ) سے ملنے والے ایک لکچر کے ذریعے سکو کے عالم میں معمول کی ترغیب دینا چاہئے کہ تہذیب کے سب کچھ اس کے دل میں دفن ہو چکے ہیں۔ پھر سکو کے نفس کی یاد دہانی نے اس ترغیب کو پوری طرح قبول کر لیا ہو۔ تو اس حصہ پر دم نمودار ہو جائے گا۔

انماذہ یہ ہے کہ سکو پر گہری نوحی خیزد طاری ہوگئی۔ اس بے خبری کی حالت میں اس نے اپنے کو خود مشاہدات بعد الموت (مرنے کے بعد جو کچھ نظر آئے) کی ترغیبات دیں۔ مثلاً فرشتے، خوبصورت مقامات، دُور سی دور، پھر خدا کے سامنے حاضری اور پھر مزید لطف ہے کہ خدا کے پہلو میں خدا کی موجودگی۔ اس کا عرش سے پھینکا جانا اور پھر اس کا ہوش میں آنا اور زمین پر گر کر زخمی ہو جانا۔

یہ تمام ترغیبات (بھینچنے) سکو نے خود کو دی اور خود ہی ان ترغیبات پر عمل کیا اور پھر وہ ہوش میں

آگئی۔ اس عالم میں کہڈھ اس کے بازو پر موجود تھا۔ اگر ہم سکو کے معاملے کی عقلی توجہ کرنا چاہیں تو یہی یا اس قسم کی کوئی وجہ قائم کرنا پڑے گی کہ اس تو کھٹکھٹا ماضرات ادراج کے بارے میں بھوری تھی۔ اس سلسلے میں متعدد حضرات کے تجربات و مشاہدات پیش کئے جاسکتے ہیں۔ مزید تجربات ملاحظہ ہوں۔

نازمین ربیع (منظر آ بارہ آراؤ کشمیر) لکھتی ہیں کہ

## دھبے میں

ایک اور سلسلے میں آپ کی رہنمائی کی ضرورت ہے مسئلہ یہ ہے کہ ایک صاحب نے ہمارے اکٹو بھائی (جو بہت دن سے لاہور میں) کا سراغ نکالنے کے لئے ایک محل کی مریدہ ہرالیہین ہارنا کا مٹی ہوئی۔

وہ محل اس طرح شروع کرتے ہیں کہ ایک خشک خشک گھاٹ پانی سے بھرتے ہیں اور اس پر ایک تیل سے بھریا ہوا کاغذ رکھتے ہیں جس کے دو درمیان میں سیاہی کا گول دھبا ہوتا ہے اور آس پاس کچھ لکیریں ہوتی ہیں۔ پھر ایک لڑکے سے کہا جاتا ہے کہ وہ اس دائرے یا دھبے کو چمک بچکانے وغیرہ مسئلہ نکلتا رہے۔ پھر یہ عرض کر دیں کہ جس لڑکے معمول بنایا جاتا ہے (یعنی اس سے چمک بچکانا وغیرہ) کو ہم نے کہا جاتا ہے (اس سے ایک دن پہلے ترک کر دینا) ان کے علاوہ پھر اور بس کا استعمال بھی چھڑا دیا جاتا ہے۔ یعنی چوبیس گھنٹے قبل وہ گوشت اور بس پیاز کے نزدیک بھی نہیں چاسکتا۔ جب معمول (چمک) کو کھاس کے سامنے منظر ادا جاتا ہے تو عامل کچھ بڑھان شروع کرتا ہے۔ پھر وہ بچے سے سوال و جواب شروع کرتا ہے۔ بچہ بیان کرنا شروع کرتا ہے کہ

مجھے ایک میدان نظر آ رہا ہے (یہ سب کچھ عامل کے ہینچر پر ہوتا ہے۔ اب عامل صاحب کہتے ہیں کہ دیکھو۔ سب میدان میں چمک کا ذکر ہے ہیں۔ پھر اقرار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ کئی ہاں سب چمک کا ذکر آ رہا ہے۔ پھر عامل کے کہنے پر فرائض کو پایا جاتا ہے اور فرائض کو ختم دیا جاتا ہے کہ وہ فرش بچھا لے، پھر، کئی کاغذ حمدان حاشر کرے۔ معمول کو دھبے میں سب کچھ نظر آتا ہے پھر عامل کی

ترغیب دینا کہ جنہیں عمل کے لئے پاک اور صاف رہنا ہے۔ بچے کو عمل کی تفصیلات بتانا کہ جنہیں دھبے میں میدان نظر آئے گا۔ پھر جو چھڑکاؤ کرے گا، پھر فرش بچھائے گا، پھر ابھارے گا، پھر میز، کرسی اور قندلان، کاغذ پائے گا جائیں گے۔ پھر بادشاہ سلامت تحریف لائیں گے۔ ان سے فلاں فلاں سوالات کئے جائیں گے اور وہ ان سوالات کے جوابات کاغذ پر لکھ کر دیں گے۔ دیکھو وغیرہ۔

یہ سب درحقیقت ڈرامائی عمل ہے۔ یہ ذہن ایسے غیر معمولی حالات میں غیر معمولی تیزی سے کام کرتا ہے۔ لگا ہوں کو ان دیکھے مناظر نظر آتے ہیں۔ کانوں میں انہی آوازیں گونجنے لگی ہیں۔ دماغ نامعلوم خوشبوؤں سے مغلط ہو جاتا ہے۔ یہ ذہن کا ڈرامائی عمل ہی ہے جو حاضری ہوسکتی برقص، ہمسرا طرازی اور تصویر سازی کو ختم دیتا ہے۔ حاضرات ارواح کی مجالس کے لئے ضروری ہے کہ رڈنوں کے لئے ڈرامائی ماحول پیدا کیا جائے تاکہ تجل میں تیزی اور تصور میں برق رفتاری پیدا ہو جائے۔ یہ سب ہے کہ حاضرات ارواح یا دوسرے ہر نازل یا خارق العادات عملیات میں تصور و تجل (یعنی جو سوچ لیا، جو فرض کر لیا) کا بہت دخل ہوتا ہے۔ تاہم ان عملیات کی بنیادی صداقتوں سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ حاضرات ارواح کے 90 فیصدی عامل فریب خوردہ و فریب دہندہ بھی لیکن جو ان فیصدی عامل بن جاتے ہیں۔ ان میں چند ضرور مردان کامل ہوتے ہیں۔ اگر ایسے عظیم الشان نبوت کے اہل نہیں ہوں گے چند روزے شال نہ ہوتے تو کس طرح ممکن تھا کہ پچھلے دس ہزار سال سے نوح انسان کی اکثریت ان مظاہرے اپنی خوش مقصدی پر قرار رکھ سکتی۔

## روح کے اشارے

ف۔ سالار (خط مورخہ 114 اکتوبر 1972ء) رقمطراز ہیں کہ میرا ایک مرحوم دوست کشف الہم (جبر کے مردوں سے گفتگو کرنے) کے علم میں ماہر تھا۔ وہ ایک مرتبہ میرے ساتھ والد مرحوم کی قبر پر گیا اور قبر کے قریب ایک مرحوم سے گفتگو کرنے کے بعد اس دوست نے بتایا کہ کشف الہم کو کامل کرنے کے روح پر کافی بوجھ پڑتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس کا بیان صداقت پہنچتی تھا۔ ف۔ سالار میری حرکت کے ذریعے رڈنوں سے بات

چراغیت پر بادشاہ سلامت کو طلب کیا جاتا ہے۔ ان کا ایک ابھار کر کہتا ہے کہ وہ بہت مصروف ہیں جو پیام دینا ہے دیکھو ابھارے در خواست کی جاتی ہے کہ نہیں تم بادشاہ سلامت سے عرض کرو کہ ان کی تحریف آوری ضرور ہے۔ چنانچہ اصرار کے بعد بادشاہ سلامت تحریف لاتے ہیں۔ کرسی پر بیٹھے ہیں جب بادشاہ سلامت کرسی پر تحریف فرما ہو جاتی ہیں تو عامل کے کہنے پر معمول ان سے پیچھتا ہے کہ فلاں گمشدہ کا پتہ معلوم نہ ہے۔ آپ کاغذ پر اس سوال کا جواب لکھ دیں۔ بادشاہ سلامت کاغذ پر سوال کا جواب لکھ دیتے ہیں۔ ایک مرتبہ لکھا کہ گمشدہ ہندو گاہ میں ملازم ہے۔ حربہ حقیق پر ملنے کا نام بتایا (یہ نام مجھے یاد نہیں رہا) کہ ہندو ہندو 3۔ اس کے بعد بادشاہ سلامت غائب ہو گئے۔ یہ عمل بار بار دہرایا گیا۔ بادشاہ سلامت ہر بار اور پھر سے بچے تاکہ غائب ہو گئے۔ جب ان کے ابھارے پر چھا کیا کہ بادشاہ سلامت کیوں نہیں آتے تو وہ مختلف وجوہیں بیان کرتا ہے۔ مثلاً مصروف ہیں، کھانا کھا رہے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

میں یہ جانا چاہتی ہوں کہ آخر یہ سب ایک طقس ہے؟ آپ اس امر پر روشنی ڈالئے کہ بادشاہ سلامت میں پتہ کھوانے کے وقت کہاں غائب ہو جاتا ہے اور کیوں غائب ہو جاتا ہے۔ وہ باضابطہ کرسی سے اٹھ کر کہیں چل دیتے ہیں لکھ کر کہ بارہ آنے سے گریز کیوں کرتے ہیں۔ گمشدہ کا پتہ معلوم کرنے میں کتنا عرصہ ہوتی ہے اس کا سبب عامل ہے یا معمول۔ خود بادشاہ سلامت کے کس میں یہ کام نہیں ہے (مکتوب 112 مورخہ 1972ء)۔

رڈنوں یا نادیہ حقوق سے رابطہ قائم کرنے کے جو طریقے رائج ہیں۔ ان میں یہ بھی ایک طریقہ ہے جس کی تفصیل نازنین رابع نے بیان کی ہے۔ دھبے یا سیاہ نقطے میں (مہتر، ستے، غفران، ابھار اور بادشاہ کی شخصیات نظر آتی ہیں۔ کیا وہ کسی ان دشمنی کی تلقین کی صورت میں یا خود معمول کے تجل کے عامل کی ترغیب پر یہ مجھے ترش لے ہیں۔ اس لئے اس سے مکمل یہ ہے کہ

دیتے ہیں دھوکہ یا بازی کرکلا

درحقیقت یہ سارا توحی عمل ہے۔ بچے کو چوبیس گھنٹے قس قس عمل کے لئے وقتی طور پر تیار کر لیا جاتا ہے۔ مثلاً بچے کو چوبیس گھنٹے قس، گوشت، بیاز اور بس کے استعمال سے باز رکھنا، اسے بار بار

چیت کرتے ہیں۔ (چانچھٹ اوراد چاہو رو کا عمل اس سے ملتا جلتا ہے)۔ الف۔ سالار بیان کرتے ہیں کہ

چندر روز قبل حاضرات ادرادج کی محفل میں میز کی حرکت کے ذریعے کسی روح کی آمد کا علم ہوا۔ ہمارا قاعدہ یہ ہے کہ پہلے کچھ پڑھتے ہیں (یعنی قرآن مجید کی آیتیں) پھر کہتے ہیں کہ اگر کوئی روح ادھر سے گزری ہو تو میز کو حرکت دیدے۔ جب میز خود بخود حرکت کرنے لگتی ہے تو یہ چل جاتا ہے کہ کوئی روح آگئی ہے۔ پھر معلوم کرتے ہیں کہ کون ہے۔ ہم یہ اسرار نہیں کرتے کہ لامحالہ فلاں اور فلاں روح ہی آئے۔ اندیشہ یہ رہتا ہے کہ اس طرح زبردستی بلانے سے روح کوئی تکلیف محسوس نہ کرے۔ ہاں ادھر سے گزرنے والی کوئی روح خود بخود آجائے تو ظاہر ہے کہ وہ بخوشی آئی ہے۔ جب نہیں آئی۔ ہاں تو چند روز ہونے کہ حاضرات ادرادج کے عمل میں میری بیوی کی روح نکلا چکا آگئی (میز کی حرکت کے کچھ اشارے مقرر کر لئے جاتے ہیں اور ان اشاروں کے ذریعے سوال و جواب کئے جاتے ہیں) ازوجہ مرحومہ کی روح نے تجلایا تھا کہ روحوں کو بھی کھمار چلے لینے میں کوئی ہرج نہیں۔ اس میں انہیں کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ پچھلے دنوں ایک روح آئی۔ اس سے کہا کہ فلاں روح کو بلاؤ۔ وقت مقرر کیا گیا۔ مقررہ وقت پر مطلوبہ روح حاضرقی۔ اسی طرح ایک دوسرے کی وساطت سے دو دوسرے اور رشتہ داروں کی روحوں کو بلا دیا گیا۔ ایک میز کی حرکت ٹوک جاتے تو مجھ پرانا چاہئے کہ وہ اس مسئلہ میں کچھ چاہتی ہے۔ کسی سربہ یہ پیام ملتا ہے کہ میں آج جانا چاہتی ہوں۔

آپ کی معلومات کے لئے عرض کروں کہ ہماری ڈیوڈی میں ہر جمعرات کو ایسی بھیجی خوشبو آتی ہے کہ روح تک مہک جاتی ہے۔ اکثر روحوں نے بتایا کہ ہم ہمہراہ اپنے ساتھ مگھروں میں جاتے رہتے ہیں اور ہمسامہ و عزیزوں کے حال سے غافل نہیں رہتے۔ یہ بھی بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہر روز انہیں پڑھ کر اس کا ثواب تمام دوستوں اور رشتہ داروں کی خدمت میں بخش دینا ہوں۔

مکرہ حاضرات کی فضا اور ماحول کے بارے میں ڈاکٹر غلام بیلائی برق ڈاکٹر کرگلنگ کے

حوالے سے لکھتے ہیں۔

1908 میں مجھے نیپال جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں مجھے بتایا گیا کہ ایک عورت جو ساپہ کو فضا میں نہیں صورتیں اُٹھاتی تھیں۔ چنانچہ میں چندوار حاجب کے ساتھ اس سے ملنے گیا۔ اس نے بتایا کہ وہ فیملی انسانوں میں ہر وقت گھری رہتی ہے اور اس کے کمرے میں ہمیشہ ان کا جھوم رہتا ہے۔ ہم نے کہا کہ ہم بھی دیکھنے چاہتے ہیں ایک خالی میز کمرے کے وسط میں رکھی گئی۔ یو ساپہ اس میز پر بیٹھ گئی۔ تھوڑی سی دیر کے بعد میز میں سے ایک گز بلند ہو گئی اور پھر آہستہ آہستہ اُٹھ گئی۔ اس کے بعد میز پر سارا رکھ دیا گیا جو خود بخود بیٹھنے لگا۔ یہ سلسلہ ختم ہوا تو فضا میں انسان نظر آنے لگے۔ ایک میرے قریب آیا۔ میں نے اٹھ کر اس سے ہاتھ ملایا۔ اس کا ہاتھ میری گرفت میں چھل گیا

حاضرات ادرادج کی شخصیت عموماً شام کے بعد ہوتی ہیں جن میں دس سے لے کر پندرہ افراد تک شامل ہوتے ہیں۔ روشنی کم کر دی جاتی ہے۔ ساز چھیڑ دیئے جاتے ہیں۔ حمد الہی کے گیت گائے جاتے ہیں۔ اس کے بعد ادرادج کو طلب کرنے والا آدمی ایک کرسی پر بیٹھ کر آنکھیں میچ لگاتا ہے اور اپنی پوری توجہ عالم ادرادج پر جمادیتا ہے۔ رفتہ رفتہ اس پر بے خودی سی طمانی ہو جاتی ہے۔ اس عالم میں کبھی ان کے بعد سے آواز نہ آئے۔ لگتی ہیں۔ اس کی ایک نشست میں قریباً سو فی تحریک کا ممتاز رہنما اور متعدد کتابوں کا مصنف لیل میٹر بھی شریک تھا۔ دو اپنی کتاب The Pathand The Masters میں لکھتا ہے کہ

مکرہ حاضرات ادرادج میں نشست کے وقت ایک پادری کی روح آئی۔ اس سے حسب ذیل گفتگو ہوئی۔

آپ کون ہیں؟

میں فلاں پادری ہوں۔

آج کل آپ کہاں ہیں؟

میں عالم ادرادج کے پست ترین طبقے میں بیٹھ رہا ہوں۔



دل سے یا گلستاں سے آتی ہے  
ان کی خوشبو کہاں سے آتی ہے

انسانوں کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم وہ جو حواسِ خمسہ کے معروضی (بیرونی) تجربوں کو بڑی وضاحت اور شدت کے ساتھ محسوس کرتے ہیں۔ دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جو بیرونی تجربوں سے زیادہ نفس کے اندر درونِ فانی ہونے والے واقعات سے دلچسپی رکھتے اور ان میں فرق رہتے ہیں۔ انہیں گلاب کی خوشبو سوگھ کراتی خوشبو محسوس ہوتی ہوگی۔ جتنی خوشبو کسی محبوب کی یاد سے محسوس ہوگی۔ اس قسم کے لوگوں کو نفسیات کی اصطلاح میں واسطہ یا Medium اور معمول حساس یا Sensitvi کہتے ہیں۔ نفسیاتی معمول مزاج کے اعتبار سے معروضی Objective سے زیادہ موضوعی ہوتا ہے۔ یعنی اُسے باہر کے مقابلے میں اندر سے زیادہ دلچسپی ہوتی ہے۔ کسی شخص کے موضوعی یا معروضی ہونے کا انحصار داغ کی ساخت پر ہے۔

آف آدی کا داغ کیسا عجیب اور کتنا بڑا گنج ہے۔

حرم میں معرفت کر دگار پر تھی نزاع

صدائے ابر سے آتی کہ آدی کیا ہے؟

ایک امریکی ساحل نگار نے انسانی ذہن کی حریف اور دشمن ان انٹھوں میں کی ہے کہ

داغ افلاک میں جوڑوں کا ایک ایسا آلہ ہے جو اپنا توازن خود پر قائم رکھتا ہے۔ ایک ایسا الیکٹرو نیکیکل پلانٹ ہے جو 62 ہزار میل لمبے رگ پتلوں میں توانائی کی مقدار میں بے پناہ تبدیلی کرتا ہے۔ داغ کے کروڑوں دارنگ شکل اور مواصلات کے ذریعے ہیں۔ داغ ایک ایسے طبعی فونی نظام کی حیثیت رکھتا ہے جو ہر سال انسانی اوسط عمر تک کی عمر اور ہالک کے پھر کام کر سکتا ہے۔ یہ دور بین کا کام بھی کرتا ہے اور خوردبین کا بھی۔ اس کا کام ریکارڈ کرنا بھی ہے۔ رجسٹر کرنا بھی ہے۔ صرف یہی نہیں داغ اور بہت کچھ ہے۔ یہ مرکز حکومت ہے پارلیمنٹ ہے عدالت عالیہ ہے تجارت گاہ ہے پولیس کا قاتلانہ ہے ٹیلی فون ایجنسی ہے عبادت خانہ ہے انٹرن لیڈ کی نمائش گاہ ہے، آرٹ گیلری ہے، کتب خانہ ہے، قیصر ہے، روضہ گاہ ہے، سنٹرل فائلنگ سسٹم ہے، کمپیوٹر ہے، یہ تو ہوا

کے بعد انہوں نے بتایا کہ میں نے دیکھا روضہ نبویؐ میرے سامنے ہے اور روضہ مبارک سے گزر کر جو ہوا آتی ہے وہ خوشبو کس سے لہری پھندی ہوتی ہے۔ ش کا کیا ان ہے کہ اس نے روضہ مبارک کی جائیداد کو چھیننے کی کوشش کی اور افغان میں چھندار حریفوں میں گلے پیچھے کو درخش پٹا یا۔ اس کے بعد خانہ کعبہ کا جلوہ نظر آیا۔ دیکھا کہ پچاس سیٹ بیت اللہ کا طواف کر رہی ہیں۔

پچھلے پہلے خوشبو کے وجود سے منکر تھے، اب حقائق سامنے آ گئے ہیں۔

نہایت چار ہوتے ہیں ان کی دو قسمیں ہیں۔ ایک واقعہ اور تجربہ وہ جو باہر چٹا آتا ہے

دوسرا واقعہ جو ہمارے اندر چٹا آتا ہے۔ مثلاً میں گلاب کا پھول سونگ ہوں اس کی خوشبو

ناک کے ذریعے داغ تک پہنچتی ہے اور حسِ شامہ (سوجھنے والی حس) سے محسوس کر لیتی ہے۔

داغ تک پہنچتا ہے۔ دوسری خوشبو وہ ہے جو داغ کسی بیرونی وسیلے کے بغیر سونگ لیتا ہے۔ اس

اندرونی خوشبو کے لئے کسی گلاب کے پھول یا صعل کی شیشی کی ضرورت نہیں ہے۔

مشام جاں معلول جس کی بو سے بیہوش ہوں سے ہے

نہیں معلوم اس یوسف کا بہت کس وطن سے ہے

روایت ہے کہ حضرت یعقوبؑ نے ہوائے حضرت علیہ السلام کی خوشبو سوگھ لی تھی۔ ایک

خوشبو وہ جس کے سر فٹے یا مرکز کا پتہ ہوتا ہے۔ دوسری خوشبو وہ ہے جس کی اصلیت نہیں سمجھ سکتے

کہ کدھر سے آئی اور کہاں پہنچی گئی۔

امریکی سائنسدان کا بیان۔

میں عرض کرتا ہوں کہ انسانی دماغ کیا کیا ہے؟ یہ فطری ہے، منطقی ہے، انجمنی ہے، مہندس ہے، مورخ ہے، شاعر ہے، ادیب ہے، سائنسدان ہے، صنعت کار ہے، تاجر ہے، سیاستدان ہے، مربی ہے، معالج ہے، حاکم ہے، محکم ہے، ملا ہے، دلی ہے، منکر ہے، پیچھے ہے، پیچھے ہے، کافر ہے، بدھ ہے، خدا پرست ہے، خود پرست ہے، عقلیت پسند ہے، ادب پرست ہے، صالح ہے، مہود ہے، افس ہے، فطری ہے، شیطان ہے، فرشتہ ہے، اہل حق ہے، انا الحق ہے، انا حق ہے، غرض کہاں تک انسانی دماغ کے امکانات کے بارے میں گفتگو کریں۔ یوں سمجھئے کہ جو کچھ ہے دماغ

مرے شعور کا عرقان کسے نصیب کہ میں

سروش روح ازل ہوں "ما سے آیا ہوں

نذر احمد چوہدری کی رقیقہ حیات (ش) کا دماغ شعور کی جس سطح پر کام کر رہا ہے وہ خاص روحانی یا دینی سطح ہے اور یقیناً اس سطح پر پہنچ کر انسان خوشیوں کے روح سمجھنے لگتا ہے۔

مرے دامن کی خوشبو اس کی بوئے بہان سے ہے

علیم السلام

نذر احمد (نواب شاہ) کا بیان ہے کہ

میرے والد سندھ پختون دینی، شام اور دہلی سے انجمن ترقی یافتہ تھے انجمن سے مجھے یہ تعلیم دی گئی تھی کہ کسی قبرستان سے گزرو تو اسلام منہمک کر دو۔ میں ایک ملت میں بیٹھ کر کتب میں پڑھتا تھا۔ میرے راتے میں پہاڑی پر قبر تھی۔ ایک روز یہ ملے کیا کہ اس قبر کو سلام کیا کروں گا۔ دوسرے گزر تو دیکھا کہ قبر پر چند لوگ فاتحہ پڑھ رہے ہیں۔ خیر میں سرسری طور پر گزر دیا۔ واپسی پر قبر کی طرف سے جو گزرا تو قریب جا کر ابھگی کے ساتھ میں نے صاحب قبر سے کہا کہ اسلام منہمک قبر سے مدغم لیجئے میں آواز آئی دیکھم اسلام یہ سنتے ہی میرے تو ہوش اڑ گئے۔ دل دھڑکنے لگا۔ پسینے پینے ہو گیا

اور کتاب میں لکھو کہ بھگت گیارہ سو دے بولتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بولتے تو ہیں مگر ان کی آواز ہر شخص نہیں سن سکتا انسان کی خوشبو سے ہر دماغ ہلک سکتا ہے۔ البتہ جن کے حواس لطیف اور شعور کا درجہ بلند ہے وہ عالم ارواح کو دیکھنے بھی ہیں چھوٹے بھی ہیں اور سو بھی سمجھتی ہیں۔

ابھی ابھی آپ شمس رخ کے تجربے کی تفصیلات پڑھ چکے ہیں۔ ش۔ رخ۔ کا بیان ہے کہ ان کی منسوب "پ" کی روح انہیں نظر آتی ہے، شاید ہم یہ تو باور کر سکتے ہیں کہ وہ اردو چارٹیں پانچ ہوا کرتے ہیں لیکن عام کچھ ہو چکی کہ وہ سے بات کا قابل تسلیم ہے کہ وہ نظر آ سکتی ہے۔ تاہم ش۔ رخ۔ اپنے بیان پر مصر ہیں۔

میرے دوست جمیلہ انصاری نے حاضرات ارواح کے ذریعے "پ" کی روح سے رابطہ قائم کیا تھا۔ "پ" مرحومہ نے اپنا اور ش۔ رخ۔ کا کچھ نام بتلایا اور کوئی گفتگو نہیں کی۔ ش۔ رخ۔ بقول خود اپنی منسوب کی علامات سے مشت زدہ ہیں کسی کام میں کسی بھی نہیں لگتا۔ ہر وقت کھوئے کھوئے سے رہتے ہیں۔ میں نے اپنے دوست سے سوال کیا تھا کہ آخروہ چاہئے کیا ہیں؟ یہ کہ مرحومہ سے رابطہ برقرار رہے یا یہ غیر مطبوع قطع قطع ہو جائے۔ ش۔ رخ۔ نے اپنے تجربے کی حریفہ تفصیلات بیان کی ہیں۔ لکھتے چلا کہ

السلام علیکم وعلیٰ آئینہ شریف نیا سال مبارک ہو۔ جناب کا ارسال کردہ خط ملا۔ میں باہر تھا ورنہ فوراً جواب دیتا۔ بے ادبی معاف! آپ نے چند سوالات کئے ہیں۔ پہلا سوال یہ ہے کہ "پ" کس شکل میں ظاہر ہوتی ہے۔ سو عرض یہ ہے کہ "پ" انسانی فطری میں ظاہر ہوتی ہے۔۔۔۔۔۔ فرق یہ ہے کہ آٹھویں صدی کے بعد چند ہوتی ہیں بالخصوص سے تھوڑے کھلے ہوئے ہوتے ہیں۔ لہذا کسی سفید ہوتا ہے کبھی غامض اور کسی دھندلا ہوتا ہے۔ (میں نے اسے کنگن پوش لکھا۔ لکھا اس کو دیکھنے سے ڈر لگتا۔ البتہ جب وہ ایک قاصد قاصد ہو جاتی ہے تو خوف کا درجہ پڑ جاتا ہے۔ بے شک میری خواہش ہے کہ "پ" میرے پاس آئے یا کہ اسے ناہم محبت بات ہو کہ جب وہیں پندرہ روز گزر جاتے ہیں اور "پ" ظاہر نہیں ہوتی تو جی حد درجہ ادا اس ہو جاتا

مرچو

السلام علیکم وعلیٰ آئینہ شریف نیا سال مبارک ہو۔ جناب کا ارسال کردہ خط ملا۔ میں باہر تھا ورنہ فوراً جواب دیتا۔ بے ادبی معاف! آپ نے چند سوالات کئے ہیں۔ پہلا سوال یہ ہے کہ "پ" کس شکل میں ظاہر ہوتی ہے۔ سو عرض یہ ہے کہ "پ" انسانی فطری میں ظاہر ہوتی ہے۔۔۔۔۔۔ فرق یہ ہے کہ آٹھویں صدی کے بعد چند ہوتی ہیں بالخصوص سے تھوڑے کھلے ہوئے ہوتے ہیں۔ لہذا کسی سفید ہوتا ہے کبھی غامض اور کسی دھندلا ہوتا ہے۔ (میں نے اسے کنگن پوش لکھا۔ لکھا اس کو دیکھنے سے ڈر لگتا۔ البتہ جب وہ ایک قاصد قاصد ہو جاتی ہے تو خوف کا درجہ پڑ جاتا ہے۔ بے شک میری خواہش ہے کہ "پ" میرے پاس آئے یا کہ اسے ناہم محبت بات ہو کہ جب وہیں پندرہ روز گزر جاتے ہیں اور "پ" ظاہر نہیں ہوتی تو جی حد درجہ ادا اس ہو جاتا

السلام علیکم وعلیٰ آئینہ شریف نیا سال مبارک ہو۔ جناب کا ارسال کردہ خط ملا۔ میں باہر تھا ورنہ فوراً جواب دیتا۔ بے ادبی معاف! آپ نے چند سوالات کئے ہیں۔ پہلا سوال یہ ہے کہ "پ" کس شکل میں ظاہر ہوتی ہے۔ سو عرض یہ ہے کہ "پ" انسانی فطری میں ظاہر ہوتی ہے۔۔۔۔۔۔ فرق یہ ہے کہ آٹھویں صدی کے بعد چند ہوتی ہیں بالخصوص سے تھوڑے کھلے ہوئے ہوتے ہیں۔ لہذا کسی سفید ہوتا ہے کبھی غامض اور کسی دھندلا ہوتا ہے۔ (میں نے اسے کنگن پوش لکھا۔ لکھا اس کو دیکھنے سے ڈر لگتا۔ البتہ جب وہ ایک قاصد قاصد ہو جاتی ہے تو خوف کا درجہ پڑ جاتا ہے۔ بے شک میری خواہش ہے کہ "پ" میرے پاس آئے یا کہ اسے ناہم محبت بات ہو کہ جب وہیں پندرہ روز گزر جاتے ہیں اور "پ" ظاہر نہیں ہوتی تو جی حد درجہ ادا اس ہو جاتا



ہے۔ اس کے دیار کی آفتاب شدہ ہے شمع ہے تر ہوئے گئے ہیں۔ جدائی کے زمانے میں بھوک پیاس ختم ہو جاتی ہے۔ کام سے ہی آجائے ہو جاتا ہے۔

دوسرا سوال آپ نے یہ کیا تھا کہ میں نے "پ" سے کتنی بار ملاقات ہو جاتی ہے تو جناب اعرض یہ ہے کہ میں نے بھی دو بار بھی چار بار مرحوم سے ملاقات ہو جاتی ہے۔ پچھلی مرتبہ آخری ملاقات بدھ کے دن ہوئی تھی۔ یہ ایک میں نے میری ملاقات تھی۔ ملاقات کے بعد میری کیفیت عجیب ہو جاتی ہے۔ رنگ سیاہ پڑ جاتا ہے۔ آنکھیں آبل پڑتی ہیں۔ پیسے میں ہانپا ہاتھوں بھرا ایک آدھ روپے کے بعد حالت درست ہوئے تھی ہے۔ یہ میری زندگی پر مرحوم کا اثر۔ ویسے میری صحت اب پہلے سے بہتر ہے۔

تیسرا سوال یہ تھا کہ یہ پیکر یوں ہی چلنے دیا جائے یا ختم کر دیا جائے۔ تو گزارش یہ ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو، مجھے اس پریشان کن صورت حال سے نجات دلادیجئے۔ میں آج تک "پ" سے گفتگو نہیں کر سکا۔ اس نے گفتگو کی ابتداء کی۔ "پ" کو دیکھ کر میری زبان لنگ ہو جاتی ہے۔ وہ صرف مسکراتی رہتی ہے میں اس سے سوال وجواب کرنا نہیں چاہتا۔ نجات پانا چاہتا ہوں۔ کیا آپ میری اس سلسلے میں کوئی مدد کر سکتے ہیں؟ میں نے اس زندگی چاہتا ہوں پر سکون زندگی۔ شریعہ صرف سکون دل دیتی ہے۔ یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس کا مقصد بھی سکون دل دے۔ دوسرے خط میں اپنے جو حالات لکھے ہیں۔ مثلاً "پ" سے ملاقات کے بعد رنگ سیاہ ہو جاتا۔ آنکھیں آبل پڑتا، پیسے پیسے ہو جاتا۔ ان سے اعزاز ہوتا ہے کہ کتب گاہ کے اصحاب مرحوم سے ملاقات کے پختے کو برداشت کرنے کی صلاحیت کھوتے چلے جا رہے ہیں۔ یہ صورتحال تشویشناک ہے۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ شریعہ کسی ڈاکٹر کے مشورے سے وہاں بابت استمال کریں اور کھوکھو بھی (مگر ڈاکٹر کا مشورہ ضروری ہے) جب تک اصحاب مضبوط نہ ہوں گے۔ ممکن نہیں کہ شریعہ۔ شریعہ اس خارق العادہ، حیران کن اور ناقابل یقین تجربے سے لطف اندوز ہو سکیں۔

دنیا کچھ بھی کہے گا نہیں کہ تصور بکھری کیوں نہ ہو، دیکھنا یہ ہے کہ جس شخص کا یہ بیان ہے اس کا

حال کیا ہے؟ مرض اصلی ہو یا خیالی اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اگر مریض اسرار کر رہا ہے کہ میں بیمار ہوں تو میں اس کے قول کو تسلیم کر کے علاج شروع کر دینا چاہئے۔ تسلیم کر لیجئے کہ شریعہ کی آنکھوں کے سامنے برسوں پہلے کی وفات یا "پ" کا ظہور ہوتی ہے۔ یہ بحث ہی فضول ہے کہ وہ قریب حواس یا قریب خیال اور قریب تصور میں مبتلا ہیں۔ میرے اور آپ کے جملائے سے شریعہ کی ذاتی حالت بہتر نہیں ہو سکتی۔ مقصد یہ ہے کہ جو جوان اس ذاتی کرب سے نجات پاجائے۔ خیر میں نے شریعہ کی تمام کیفیتوں پر غور کرنے کے بعد انہیں لکھا کہ

تم اس معاملے پر اس طرح غور کرو کہ تمہاری خالہ زاد بہن "پ" جو تم سے بچپن میں منسوب کر دی گئی تھی تم پر بار اس لئے ظاہر ہوتی ہے کہ وہ تم سے کچھ کہتا جانتی ہے۔ شاید کوئی پیغام ہے جو تم تک پہنچانے کے لئے دے رہا ہے۔ ایک بات یاد رکھو کہ میں معلوم ہے اور ہم سب کا عام تجربہ یہ ہے کہ شب میں سوئے وقت ہماری جو ذاتی اور نفسی کیفیت ہوتی ہے سوئے کے بعد اسی کیفیت کے خواب ظہور آئیں گے۔ مطلب یہ کہ نیند سے قبل خیالات کی جو رو ہمارے ذہن میں چل رہی ہے۔ نیند ظہور ہونے کے بعد خیال کی وہی رو خواب میں تبدیل ہو جائے گی۔ یعنی جانتے کا خیال سوئے میں خواب بن جائے گا۔ ذہن اسی ڈگر پر چلا رہے گا جس پر پہلے چل رہا تھا۔ نیند اور موت بڑا واسطہ نہیں ہیں۔ نیند کو پھوٹی موت کہتے ہیں اور موت کو بڑی نیند۔ مرتے وقت انسان کی جو ذاتی کیفیت ذہنی حالات اور نفسی خصوصیت ہوتی ہے مرے کے بعد وہی کیفیت باقی رہتی ہے۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔

چیرمدا واما میر چنچرہ واداعزود

یعنی یاد قافرا ہے تو یاد قافی جائے گا اور یہ ذاتی کے عالم میں جان دی ہے تو خواب مرگ سے چمکنے کے بعد یہ ذاتی ہی اس کا شعار ہوگی۔ پہلے یہ سمجھ لیجئے کہ دوسری دنیا ہے کیا؟ دوسری دنیا کیا عالم مثال اس دنیا سے مختلف نہیں ہے۔ وہ بھی ایک طرح مادی ہی ہے۔ فرق یہ ہے کہ اس کی ساخت زیادہ لطیف ہے۔ اس لطیف دنیا میں جب انسان پہنچتا ہے تو اس کی ذاتی دنیا اور نفسی کیفیت میں کوئی بنیادی تبدیلی واقع نہیں ہو جاتی۔ جسم کی موت انسان کو نہیں بدلتی۔ صرف جگہ بدل

مرچو

پر

والدین

دیتی ہے۔ یعنی دو گوشت پوست کے بجائے زیادہ لطیف لباس اوڑھ لیتا ہے۔ البتہ رہتا وہی ہے جو تھا جیسا تھا۔ موت درحقیقت تبدیل لباس کو کہتے ہیں۔

دیکھ اسے لباس تنگ وجود دہکا کہ ہم  
تنگ برجگی سے تنگ پیش ہو گئے ا

دوسری دنیا میں بھی آدمی سوچتا ہے جو چننا رہا ہے۔ وہی کرتا ہے جو کرتا رہا ہے۔ انفرادی قبر کے اس پار دنیا میں بسنے والی مخلوق میں اس کی ذاتی ساخت "خواہش" متناہی اور آرزوئیں قریب قریب وہی رہتی ہیں جو مرنے یعنی لباس بدلنے سے قبل اسے بے قرار رکھتی تھیں۔ "پ" کی ذاتی کیفیت یہ ہے کہ وہ اب تک اپنے کوئی "ج" کی تکثیر کرتی تھی ہے اور چونکہ ان کی معنی مرحومہ کی موت کے بعد ماسواذ بہن سے ہو گئی ہے۔ اس لئے مرحومہ کی بے قراری اور جذبات کے اضطراب میں شدت پیدا ہو گئی۔ اس کے بار بار ظاہر ہونے کا سبب بھی یہی ہے۔ جس طرح اکثر انسان اس دنیا میں غیر قدرتی زندگی بسر کرنے پر اسرار کرتے ہیں۔ اسی طرح دوسری دنیا میں بھی "ایب" ہارل "لوگوں کی نہیں۔" "پ" عالم مثال کی ایب ہارل لڑکی ہے اور اس متوفی ایب ہارل لڑکی کا نفسیاتی علاج ضروری ہے۔ آپ حیران ہوں گے کہ

## مراد کے نفسیاتی علاج

وفات پائی ہوئی نفسیاتی مرید کا علاج کس طرح ممکن ہے؟ عرض یہ ہے کہ مردوں کا بپارٹس بھی اسی طرح علاج پزیر ہوتا ہے جس طرح زندہ لوگ۔ علاج کے معاملے میں زندہ اور مردہ یکساں حیثیت رکھتے ہیں۔ گوشت پوست کے جسم کی فنا یا بکھر جانے کے معنی یہ نہیں کہ لکس بھی بکھر گیا۔ "پ" کے معاملے پر اسی انداز سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔

مردہ انسانوں سے سوال وجواب کے سلسلے میں اکثر ایک رانگہ یا خود کا تجربہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ خود کا تجربہ کا طریقہ ایک سربہ پر عرض کروں۔ گوشت تنہائی میں جانیٹھے۔ آنکھیں بند کر کے ناک کے دونوں سوراخوں سے آہستہ آہستہ۔ آہستہ آہستہ۔ گہرے گہرے سانس اندر کھینچتے اور

اسی آہستگی کے ساتھ باہر نکالنے۔ اس طرح سانس لینے سے آپ کے اعصاب پر ایک خواب میز کیفیت طاری ہو جائے گی۔ یعنی بے خودی اور ڈوب جانے کی حالت۔ سانس کامل اگر خالی پھٹ گیا جائے تو اس کے فوائد میں اس کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ ناک کے سوراخوں سے گہرے گہرے سانس لینے اور خارج کرنے کے بعد قلم کو داہنے ہاتھ میں پکڑ لیجئے۔ سادہ کاغذ سامنے ہو۔ یہ تصور کیجئے کہ داہنا ہاتھ بالکل بے جان ہے۔ اس میں قطعاً حس و حرکت اور قطعاً جنبش و گردش نہیں ہے۔ اس کے بعد یہ تصور کیجئے کہ "پ" آپ کے قریب ہے۔ میں ممکن ہے کہ اس تصور کے ساتھ ہی قلم از خود آپ کے قصد اور اختیار اور ارادے کے بغیر یا کاغذ پر پھلے گئے۔ اور کوئی مہارت تحریر ہونے لگے۔

فرض کیجئے کہ یہاں نہیں ہوتا۔ قلم کاغذ پر نہیں چلن۔ ہاتھ جنبش میں نہیں آتا۔ اس صورت میں خود بے مقصد سوچنے لگے۔ بغیر کاغذ پر قلم چلنے لگے۔ بہت سے حضرات کا تجربہ ہے کہ بعض اوقات فری رانگہ کرتے ہوئے انہیں احساس ہوتا ہے کہ ان کا ہاتھ کسی ناویہ و طاقت کی گرفت میں ہے۔ اور ان کے قلم کو کوئی ناویہ و طاقت حرکت دے رہی ہے اور نہ جانے کیا کھوار ہی ہے۔ شرجخ خود کا تجربہ کے ذریعے "پ" سے معلوم کرتے ہیں کہ اس کی وصیت کیا ہے؟ وہ کیا کھوانا چاہتی ہے۔ کیا پیٹنا سوچنا چاہتی ہے۔ میں ممکن ہے کہ "پ" اپنے آواز سے کی قوت سے آپ کے قلم کو حرکت میں لائے اور جو کچھ چاہتی ہے وہ آپ کے قلم کے کھوانے میں فری رانگہ کا طریقہ نفسیاتی علاج کا معمول اور ایک آزمایا ہوا اصول ہے۔ خود کا تجربہ کے ذریعے صرف زندہ لوگ نفسیاتی علاج کی ممکن نہیں مردہ نفسیاتی مریدوں کی اصلاح بھی ممکن ہے۔ جس طرح سے خاک کی جسم رکھنے والے لوگ ذہنی انجمنوں میں جٹا ہوتے ہیں۔ اس طرح خالص نفس والے لوگ یعنی نام نہاد مردے بھی طرح طرح کی جذباتی پیچیدگیوں سے دوچار ہو سکتے ہیں۔ "پ" کی نفسیاتی پیچیدگی یہ ہے کہ اس نے اب تک موت کی تبدیلی کو قبول نہیں کیا۔ موت سے انسانی وجود میں صرف اتنی تبدیلی واقع ہوتی ہے کہ وہ جسم سے آزاد ہو کر نفس شخص بن جاتا ہے۔

مرچو

مراد کے نفسیاتی علاج

## دو نظریے

انسانی وجود کے بارے میں دو نظریے ہیں۔ ایک عقلی یا مادی نظریہ دوسرا دینی یا روحانی نظریہ۔ پہلے نظریے کو Cebero-centric کہتے ہیں۔ دوسرے کو Psychocentric کہا جاتا ہے۔

پہلے نظریے کی ذرے روح اس طرح جسم کی بیرونی اور جس طرح لعاب دہن و دہن کی۔ دوسرے نظریے کے سامنے والے (سائیکو سنٹرک) انسان کو روحانی وجود قرار دیتے ہیں۔ ان کی نظر میں جسم کی اہمیت لباس سے زیادہ نہیں۔ جو روح نے بعض مقاصد کے لئے اڈا رکھا ہے۔ یہ دونوں نظریے اچھا پائیدار ہیں۔ انسان نہ صرف روح ہے نہ جس جسم۔ وہ جسم بھی ہے روح بھی ہے اور یہ دونوں ایک دوسرے پر اثر انداز اور ایک دوسرے سے اثر انداز ہوتے ہیں۔ البتہ یہ بات طے ہے کہ روح کو جسم پر فوقیت حاصل ہے۔ جسم کو مکان (space) کی ضرورت ہے۔ روح مکان کی قید سے آزاد ہے جسم روح کا قید خانہ نہیں، کیونکہ روح، کسی مکان میں قید نہیں ہو سکتی۔ ہاں بدن جان کا آلہ کار ہے۔ جب تک جسم کام کرنے کا قابل رہتا ہے روح اس سے کام لیتی رہتی ہے اور جب مادی قوانین کے تحت اس پر بڑھاپا اور فرسودگی طاری ہوتی ہے۔ تو روح گوشت پوست کے جسم کو اس طرح اڑاتا دیکھتی ہے کہ جس طرح جسم کا لباس کھانا لباس بن جاتا ہے۔ جسم نہ مادی کی فاقے کے بعد روح کا نیا لباس وہ نورانی جسم ہوتا ہے جو کائنات جسم کو طے سے ہونے سے عام مثال (موت کے بعد روحانی دنیا) میں روح اس نئے لباس یعنی نورانی جسم کے ساتھ سفر شروع کرتی ہے۔ کچھ عرصے بعد یہ لباس بھی بایسیدہ ہو جاتا ہے تو پہلے نورانی جسم کی طرح دوسرا لطیف ترین نورانی جسم ظہور میں آتا ہے اور اسی طرح یہ سلسلہ بار بار جاتا ہے تا تک کہ وہ جتن جتنا کر شخص روح صرف روح روح ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد ہم پر کیا کڑی زرتی ہے۔ کچھ نہیں معلوم۔

آنچہ اور ہم نایہ آں شرم

موت عالم مثال میں ہی پیدا کس کا نام ہے۔ جب یہاں ڈوبتے ہیں تو کھیں اور طالع ہوتے

ہیں۔ سرے کے بعد دوسری دنیا میں ہماری مثال نوانیدہ بننے کی ہی ہوتی ہے۔ تو زائیدہ بننے کی روح جتنی قوی ہوتی جلی جاتی ہے۔ بننے کے جسم میں انکی ہی تبدیلیاں نمایاں ہوتی جلی جاتی ہیں۔ کچھ کچھ کے بعد لڑکچھ کا دور آتا ہے۔ لڑکچھ کا جسم کچھ کچھ سے نازدہ فعال اور جست ہوتا ہے۔ کچھ کچھ سے نوجوانی کی عمر پہنچتی ہے اور جسم میں ہی تبدیلیاں ظہور میں آتی ہیں نوجوانی، جوانی اور جوانی بھر پور کی حد میں قدم رکھتی ہے تو انسانی جسم کچھ اور ہو جاتا ہے پھر وہ درمیانی وقت آتا ہے۔ جسے ہم بچہ کا عمر کہتے ہیں۔ پھر اوجڑو عمر، پھر مکمل اوجڑو عمر، پھر بڑھاپا اور پھر موت۔ اس مادی عالم میں انسانی روح جسم کے توسط سے یہ تمام منزلیں طے کرتی ہے اور پھر عالم مثال میں بھی اسی طریق کار کو دہرائی ہے۔

مصلحہ سمجھنے کے لئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ دنیا سے بعد از مرگ کے سات طبقے ہیں۔ روح کے بعد دیگرے ان طبقات میں ترقی کرتی رہتی ہے اور ہر طبقے میں پہنچنے کے بعد اس کی لطافت میں اضافہ اور کثافت میں کمی ہو جاتی ہے۔ یہ عالم بزرگ یا عالم مثال کے بارے میں مابعد اشیاء والوں کا نظریہ ہے ہمارے بزرگان تصوف بھی اپنے مشاہدات کی رو سے اس نظریے کی تصدیق کرتے ہیں۔

حضرت شیخ علی الدین ابن عربی مہام فرائی، حضرت داتا گنج بخش (سید علی ہجویری) حضرت شاہ ولی اللہ اور دوسرے ائمہ تصوف نے بھی حیات بعد الموت کے بارے میں ایسی اربابا فرمایا ہے۔

## سوار کی اور سوار

امام غزالی نے روح کے بارے میں فرمایا ہے کہ

وہ ایک جوہر ہے۔ اس کا قلعش بدن سے ہے۔ اس طرح کہ وہ اس سے بندگی ہوتی ہے۔ نہ کلی ہوتی ہے۔ نہ داخل ہے نہ خارج۔ سمجھتا ہو چٹا، ارادہ کرنا، فیصلہ کرنا اور فیصلے پر عمل کرنا روح کا کام ہے۔ جسم تو روح کے ارادے کی تعمیل کا ذریعہ ہے اور کس۔ اٹھائوں اور دوسرے نقشوں نے

بدن کو سوار کیا اور روح کو سوار قرار دیا ہے۔ بدن کے مر جانے سے روح کو بھانے خود کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ صرف یہ ہوتا ہے کہ روح کا ایک تصویر نگہم ہو جاتا ہے۔ پہلی بنا اور مولانا کا نام کا بیان بھی یہی ہے۔ حیوانات میں روح کی ترقی کی آخری حدود روح حیوانی ہے۔ بس ان کی ترقی اور نشو و نما یہیں تک ہے۔ انسانی روح پر روح کل یا روح کا نکات کا حقیقت مطلق کا پر تو اس طرح پڑتا ہے جس طرح آہستہ میں آفتاب نکلس۔

جہاں تک ”پ“ کا تعلق ہے تو کسی اندرونی کشش کی بنا پر وہ اب تک زمین سے چٹنی ہوئی ہے اور بار بار اپنے سنگھیرے پر ظاہر ہوئی ہے۔ اس قسم کی روحوں کو ”زمین بستہ رو میں“ کہا جاتا ہے۔ یعنی وہ رو میں جو مرنے کے بعد عالم مثال کے پہلے طبقے میں بھی داخل نہیں ہو پاتا۔ اس کا سبب ان کی وقتی کثافات اور روحانی بوجھ ہے۔ مرنے کے بعد ہمت سے لوگوں کے وقتی رشتے دنیا سے برقرار رہتے ہیں اور وہ رشتے اپنے مضبوط ہوتے ہیں کہ بار بار انہیں عالم بالا سے بھیج کر بہشتی میں لے آتے ہیں۔ یہ رشتے محبت کے بھی ہو سکتے ہیں، لذت کے بھی ہوں گے، کبھی انتقام کے بھی۔  
”الہ بعض افراد ایسے بھی ہوتے ہیں جو ای زندگی میں عالم ارواح کی شہرت اختیار کر لیتے ہیں۔ یعنی ان کا جسم تو خاکی انسانوں کے درمیان رہتا ہے اور روح عالم مثال کی سر کرتی رہتی ہے۔

عبدالغفور صاحب الدین نے ایک کتاب ”الروحانی“ کے بعد عرض ہے کہ میں کی سال کے آپ کی تحریر پڑھ رہا ہوں۔ یہاں پیشوں کی بنیاد پر 44 سال کی عمر میں میری فنی زندگی کس طرح گزری۔ اس کا اعجاز و ہر وہ فاضل اسکتا ہے جس نے کچھ مدت فوج میں گزارا ہو۔ دل بہت مضبوط ہے۔ خاندان بھر میں سخت دل اور سنگدل مشہور ہوں۔ شہر کے محاذ پر لڑا ہوں۔ ہزاروں لاشیں دیکھی ہیں۔ جبر 65ء کے جہاد میں چھڑے (سایکلوٹ) کے معرکے میں شریک تھا۔ بے شمار لاشوں سے گزرا ہزار ہا گھیز خون ریزی سے مقابلہ پڑا۔ قوم سے راجحیت دیکھ کر کھانا نور کا رہنے والا ہوں۔ مجھے تینے جہت گھیز واقعات نظر سے گزر چکے ہیں لیکن جو واقعہ درج ذیل سے نہ دیکھا تھا نہ سنا تھا۔ اس واقعے کے سلسلے میں آپ کو تکلیف دے گا ہوں۔ امید ہے کہ آپ میری مدد فرمائیں گے۔ طویل خط لکھنے کی معافی چاہتا ہوں۔ تعلیم ہندوستان میں انگریزی کی

تیسری جماعت تک پائی ہے۔ لکھنے کے سلسلے سے واقف نہیں۔ بس ہے ہے حالات جیسے دیکھے گئے ہیں۔

## عبدالغفور مرحوم

میرے نمن بھائی ہیں۔ میں سب سے بڑا ہوں۔ مجھ سے چھوٹا عبدالرشید، اس سے چھوٹا عبدالغفور اور سب سے چھوٹا عبدالغفور ہے۔ یہ واقعہ عبدالغفور سے متعلق ہے جہاں مرحوم ہو چکا ہے۔ قصہ تو یہاں ہے۔ خاص خاص باتیں عرض ہیں۔

آج سے ٹھیک پانچ سال پہلے عبدالغفور مرحوم کی عمر تقریباً بارہ سال کی تھی۔ وہ روزی کا کام سیکھنے کے لئے صدر جایا کرتا تھا۔ ہم لوگ خدا داد کالونی میں رہتے تھے۔ ایک سال تک عبدالغفور مرحوم باقاعدگی سے کام پر جاتا رہا۔ پھر اچانک اس میں کچھ تبدیلیاں پیدا ہونی شروع ہوئیں۔ وہ مقب جیکب لائن سے تانگے میں بیٹھتا اور صدر میں اتر جاتا۔ ایک سال بعد یہ ہونے لگا کہ عبدالغفور اس موٹر پر جہاں گیر لڑکی کی دیوار کے قریب جٹ لیڈ لائن سے آنے والی سڑک مقب جیکب لائن کے راستے سے لیتی ہے۔ تاکہ روک کر اترتا اور سوسائٹی کے قبرستان میں چلا جاتا اور دن ویرا گزار دیتا۔ ہمیں جب اس کا علم ہوا تو ہم نے غصے کی۔ ڈانٹ ڈپٹ کر لے کر عبدالغفور نے بتایا کہ جب میں صبح چمکھتا ہوں تو کوئی نہیں قوت دیتا۔ کبھی ہے کہ تانگے سے اتر جا اور سوسائٹی (P.E.C.H.S) کے قبرستان چل!

عبدالغفور کی کبھی کہا کہ میرے ساتھ ایک زوج ہے۔ مگر میں کچھ نظر نہ آتا۔ لیکن کا وہ ہم کچھ کر اس کی بات کا نظر انداز کر دیتے۔ حضرت دیکھ! میں تو ہات کا قائل نہیں۔ میری ساری عمر جنگوں اور پھاڑوں میں گزری ہے۔ آج کل چمکھتی ہو ہوں۔ غرض ایسی طرح تین سال گزر گئے اور عبدالغفور مرحوم کی حالت میں اور تبدیلیاں ہوئیں۔ اب وہ اچانک نیکی نیکی باتیں شروع کر دیتا۔ حضرت علی کا ملکہ بتانے لگتا۔ کبھی کہتا کہ آج میں شری خدا کے حضور گیا تھا۔ کبھی کہتا کہ تم حسین کے لڑکے کو کیا جانو۔ اسے ہم جانتے ہیں۔ والد صاحب حافظ قرآن ہیں۔ ان کو کھاتہ کرتے میں

لوگ دیتا کہ یہ لفظ ایسے نہیں دے جسے (جب کہ مرحوم باہل خانہ نے جبر یہ بات شروع ہوئی کہ وہ رات بھر غائب رہے گا۔ چھوٹا بھائی عبدالغفور چچا کا تو وہ سوسائٹی کے قبرستان کے کونے پر چاک تک غائب ہو جاتا۔ بھر بڑا گوشہ کے بعد نظر نہ آتا۔ ایک رات ایسا ہوا کہ پولیس نے اسے قبرستان میں پکڑا اور قاتلہ میں لے جا کر بند کر دیا۔ سچ گوشت میں لے جا کر پھنچا۔ والد صاحب نے کئی بار اسے کمرے میں بند کر کے گالے مار دیئے۔ صبح دیکھا تو تالے کھلے پڑے ہیں اور عبدالغفور غائب ہیں۔ وہ دو روز دراز مرادوں پر جاتا۔ بروز روزہا کو مضرہ خوش ہو گیا۔ پھولوں کو ہر وقت ہاتھ میں رکھتا۔ قوالیوں میں جاتا، اہلسُرخم میں شرکت کرتا۔ میا دودوں میں بڑے شوق سے حصہ لیتا۔ عبدالغفور میں کئی سنی کے باوجود بڑی برأت پیدا ہو گئی تھی۔ مولانا۔۔۔ کا وعظ ہو رہا تھا کہ عبدالغفور اٹھا، ایک لڑکے سے کچھ پرچے پر لکھوایا اور کافر کا وہ پرچہ اعلیٰ کے پاس بھیج دیا۔ پرچے پر تحریر تھا۔

تائیے! خدا نے مجھ عبدالغفور کو کس مقصد کے تحت پیدا کیا ہے؟

مولانا نے یہ چہ نہ کر کہا کہ جس کا یہ سوال ہے وہ کھڑا ہو جائے یہ کھڑا ہو گیا۔ مولانا نے کہا کہ اللہ نے انسان کو مہارت اور انسانی حقوق کی ادائیگی کے لئے پیدا کیا ہے۔ اس پر عبدالغفور نے کہا کہ مولانا صاحب! اگر میری جگہ کھلی تھی یا شاہانہ کھڑا ہو جاتا تو کیا فرق پڑتا؟ وہ جب بھی کوئی چٹوڑی کرتا، نصف بخت پوری ہوتی۔ مگر وہ کبھی بے ہوش نہیں رہتا۔ مگر یہ رشتہ کس کس سب سے ملحقہ ہو چکا ہے کہ ہاتھ کی کوئی چیز نہ لکھا تا سچی کھر کا کھانا کھی چھوڑ دیا۔ کئی کئی روز اس کی گھرائی کی گئی اور یہی دیکھا گیا کہ وہ فاقے سے ہے۔ تاہم اس کا چہرہ ہشاش بشاش رہتا۔ اس زمانے میں ہمارے گھر کی یہ حالت تھی کہ روپیہ پورے ہرستا جب برکت کے دن تھے۔ 6 جون 1969ء کو مکتب میں بیٹے بستر پر لے گیا کہ مجھے بخار ہے۔ ہاتھ لگا کر دیکھا تو بخار کا دور دور تک پہنچ نہ تھا۔ پڑوسیوں کو بلا کر معافی مانگی کہ اب ہم چند روز کے مہمان ہیں۔ میں فوج سے دو مہینے کی چھٹیوں پر آیا ہوا تھا۔ میں نے عبدالغفور کی یہ حالت دیکھی تو کہا کہ یہ بھانے چھوڑ دو اور کوئی کام کرو۔ دو سال سے اس نے روزی کا کام چھوڑ دیا تھا۔ پیکار پیکار تھا اور نہ تھا۔

12 جون کو ہم اسے جناح اسپتال لے جانے گئے تو کہنے لگے کہ بھائی جان! اہم تو کل جا رہے ہیں ہمارا جنازہ کل جمعہ میں پڑھانا۔ مجھے غصہ آ گیا اور میں نے اسے کافی سخت کہا اس لئے کہ وہ بظاہر کسی طرح بیمار نظر نہ آتا تھا۔ اسپتال میں ڈاکٹروں نے اس کا معائنہ کیا تو باہل ٹیک ٹھاک پایا اور باہل ٹک کا ڈوسے دیا۔ ہم عبدالغفور کو واپس لے آئے اور شام کے چار بجے صبح اس کی طبیعت خراب ہوئی۔ لوگوں کے کہنے سے چند جیروں اور عالموں کو بلایا۔ ان میں حیدر آباد کا لونی کے۔۔۔ صاحب بھی شامل تھے لیکن یہ لوگ جو نبی اس کے سامنے آئے۔ گھبرا کر بھاگ کمرے ہوئے گوشہ کے باوجود نہ دے۔ عبدالغفور کو بخار تھا نہ درد صرف آنکھوں میں غیب اور مرید چمک پیدا ہو گئی تھی۔

## بیت ناک چمک

ایسی چمک میں نے زندگی بھر نہیں دیکھی۔ اس عالم میں کوئی مرد اور عورت عبدالغفور کو کچھ کر آ کھنٹیں ملا سکتا تھا۔ اس چمک کو کچھ کر دل میں خوف کی لہر اٹھتی اور یہ لہر بڑھ کر ہی میں دوڑ جاتی۔ میں اپنے فوجی رہا سالے میں ضرورت سے زیادہ درد کھینچا جاتا ہوں لیکن یقین کیجئے کہ میں اپنے چھوٹے بھائی عبدالغفور کی لگائی تاب و تابستانتا۔۔۔ امین

آج بھی محنت یہ ہے کہ اس چمک کا تصور کرتے ہیں ہمارے خوف کے روکھا روکھا کھڑا ہو جاتا ہے۔ خیر عرض کرنا ہے کہ شام کو سات بجے اس نے بچوں میں پیسے تقسیم کیے اور 13 جون بروز جمعہ صبح چار بجے اس کا انتقال ہو گیا۔ رئیس صاحب! میں اپنے پیارے بھائی کے لئے کچھ نہ کر سکا۔ اس کا مرض ہماری کیمس میں پانچ ڈاکٹروں کی۔ جیروں اور قوالی کی شکل دیکھ کر ہی فرار ہو گئے تھے۔ غلامیہ یہ کہ اب لوگ اس کی قبر پر جا کر پھول پڑھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہاں جا کر جو دعا مانگی جاتی ہے وہ قبول ہو جاتی ہے۔ عبدالغفور کی موت کے بعد سے والد صاحب کو قہر لگ گیا۔ وہ اس راز کو جاننا چاہتے ہیں جن پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ رئیس صاحب! آپ بھی انہیں والے اور اولاد والے لڑکے میں نہایت لگاؤ ہے۔ گزارش کرتا ہوں کہ جہاں تک آپ کے اقتدار میں ہے اس مسئلے میں آ

پ ہماری رہنمائی کیجئے۔ جانتا ہوں کہ مرنے والا کبھی واپس نہیں آ سکتا۔ جاوے گا اور میری دفتر ہوئے گا جو جی تو بہت ہے لوگ کرتے ہیں مگر عبد الشکور کو کیا ہو گیا تھا یہ کوئی نہیں بتاتا۔

عبد الشکور کو کیا ہو گیا تھا اس سوال کا جواب نہیں انصافیت والے نہیں دے سکتے۔ یہ معاملہ اس فن کی حدود سے باہر اور اس کے دائرہ عمل سے خارج ہے۔ نئی بات والے تو یہ کہیں گے کہ وہ مرحوم سائیکس پر پانسی اشکال میں جتنا تھا اور جو چکھو دیکھو سمجھا رہا تھا، دستار کرتا۔ سب لہجوں اور خود فراموشی کے عالم میں تھیں اسے اپنی ہی خبر تھی۔ رات کو لٹکا تو قبرستان پہنچ گیا۔ اس کا یہ بیان کہ ہر وقت ایک تاجہ ہستی میرے ساتھ رہتی ہے۔ جسم اور قرب یہ خیال کی عید اور ہے۔ اس واقعے کے لہجوں پہلو سب ذیل ہیں۔ (1) عبد الشکور کا مستقل کرے میں بند کیا جاتا۔ صبح دیکھا تو تالے ٹوٹے پڑے ہیں اور وہ غائب ہے۔ (2) کئی روز تک کچھ کھائے بچے بغیر بھاش بھاش رہتا۔ (3) چینی چینی اور کھری کھری چٹکھو نیلاں (4) بغیر کسی ظاہری بیماری کے یہ کہنا کہ میں چند روز کا مہمان ہوں (5) مرنے سے قبل آٹھوں میں ایسی غیر معمولی چمک پیدا ہو جاتی۔ جس کو دیکھ کر پاک فوج کا ایک سپاہی جس نے میرے ان جگہ میں چڑھ کر خون آلود لاشوں کو رو دیا ہے۔ لرز اٹھا تھا۔ اور اب تک اس کی چمک کے تصور سے اس کی ہر جگہ کی ہر طرف کی ہر روڑ جاتی ہے۔

## اب مالک کل میرے والدین پر بھیجو مجھ کو

عبد الشکور مرحوم کا یہ واقعہ پڑھ کر مجھے تذکرہ خوشی کی ایک حکایت یاد آئی۔ حضرت غوث علی شاہؒ نے بھی ایک ایسے لڑکے کا ذکر کیا ہے جو بہت ہی متون مرادوں کے بعد پیدا ہوا تھا۔ بچپن ہی میں اس پر جذب کا دورہ پڑا اور وہ جنگل جنگل کو کل گیا۔ عبد الشکور اور جھیکو کے معاملے میں غیر معمولی مشابہت پائی جاتی ہے۔ مثلاً کھائے بچے بغیر بھاش بھاش رہتا۔ آٹھوں میں ایسی غیر معمولی چمک کروک بیت زدہ ہو جائیں۔ تہائی، سکوت، استغراق وغیرہ وغیرہ صاحب تذکرہ خوشی کا بیان ہے کہ وہ ماردار اولیٰ تھا۔ میں یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ عبد الشکور مرحوم باردار اولیٰ تھا۔ یہ تو کوئی عارف کامل ہی بتا سکتا ہے کہ عبد الشکور مرحوم کی روحانی کیفیت کیا تھی۔ ولی را ولی کی شناسد۔ البتہ

اس میں شبہ نہیں کہ وہ مجھ تو تھا۔

جذب کے بے شمار درجے ہیں۔ بعض لوگوں پر سیاہی تقریروں کے ذریعے جذب کی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ بعض نیا نظم کے کسی شہسارے کو پڑھ کر حالت جذب میں آ جاتے ہیں۔ بعضوں کے لئے موسیقی دھند اور ثابت ہوتی ہے۔ بعض ذہنا پیروں، حسین چہروں اور دلکش مناظر قدرت کو دیکھ کر از خود اور وقتہ ہو جاتے ہیں۔ غرض کئی کئی ایسا نہیں کہ جذب سے محروم ہو۔ ہر شخص کی زندگی وقت جذب پر مشروط بن جاتا ہے۔ جذب کے عالم میں ہوتا ہے کہ شعور کی مسلسل رد و بار بار درمیان میں سے کوئی رشتہ رشتہ آدھی گہرائی میں ڈوبا رہتا ہے۔ پھر ہوش میں آ جاتا ہے۔ پھر یہی بے ہوشی کے عالم میں بعض حضرات کو ایسی تادیب دینا کی جھلک نظر آتی ہے جس کا وہ شعوری عالم میں تصور بھی نہیں کر سکتے۔ یورپ و امریکہ کے جی L.S.D کے ذریعے یہ کیفیت پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ہمارے شعور کے مختلف درجے ہیں۔ بیاڑی طرح تہہ در تہہ اور پرت در پرت۔ شعور کی اوپری پرت وہ ہے جسے عام سمجھ بوجھ (کامن سنس) کی پرت کہا جاتا ہے۔ ہم روزمرہ کی زندگی اسی شعوری سطح پر بسر کرتے ہیں لیکن کبھی کبھی بعض روحانی مادوں مثلاً چاندنی یا اندرونی مادوں مثلاً مدح و تحسین جگاتی۔ اور اسے کبھی شعور کی اوپری سطح (عام سمجھ بوجھ) کو توٹ جاتی ہے اور اندر کا پرت نمودار ہوتا ہے۔ اس وقت آدھی محسوس کرتا ہے کہ وہ روحانی دنیا میں پہنچ گیا ہے۔ بچپن ہی سے عبد الشکور کے ذہن کی بالائی سطح مدح و تحسین یعنی وہ کامن سنس زندگی بسر کرنے کے قابل نہ تھا۔ میں مرحوم کو اور ذرا مجھ پر سمجھتا ہوں۔ مجھ پر مدح و تحسین میں فرق ہے کہ مجھ کو (تاریخیت مکمل طور پر شغلیاب نہ ہو جائے) شعوری زندگی بسر کرنے کے قابل رہتا ہی نہیں لیکن مجھ پر لا شعوری اور شعوری زندگی بھی بسر کرتا ہے۔

جذب کی کیفیت کو سمجھنا مشکل ہے بعض لوگ تو ہوش و حواس سے بالکل عاری ہو جاتے ہیں تاہم اپنی دنیا میں مستغرق رہتے ہیں۔ عبد الشکور کے ذہن کا ایک درجہ عالم مثال (مادی دنیا کے بعد والی دنیا) کی طرف مائل کیا تھا۔ مثلاً اس کا یہ کہنا کہ میں آج شیر خدا کے حضور گیا

تھا۔ اس کی دلیل ہے کہ اس کی دنیا عام دنیا سے بالکل مختلف تھی۔ آنکھوں کی غیر معمولی چمک دکھ  
اس کے روحانی جوش و خروش کی علامت تھی جو اس مرحوم کے شمس میں لہریں لے رہا تھا  
۔ عہد انکسوری بیماری کی کچھ میں نہیں آئی نہ آ سکتی تھی کیونکہ درحقیقت اس کا جسم بیمار تھا ہی نہیں  
ایک نادرہ و قدت یادوں تھی جو اس پر سایہ کے ہوئے تھی۔ یہی نہیں قوت اسے اپنے ساتھ لے گئی  
۔ یہی بات یہ ہے کہ اس کی زندگی بھی راز تھی اور موت بھی۔

کشنگٹن      پنجر      حلیم      را

ہر زمان از غیب جانے دیگر است

عہد انکسوری حس کے لوگ عاشق راج ادیب کے مستقل وسیلہ یا میڈیم ہوتے ہیں۔ روحانی  
جہلوں میں معمولی پر ڈوب جانے کی جو کیفیت طاری ہوتی ہے وہ درحقیقت جذب ہی کا ایک  
درجہ ہے۔ نصابِ تعمیر و ختم شخصیت S.C.T کی تمام مشقیں اگر پابندی کے ساتھ کی جائیں تو  
ذہن پر جذب و خود غرقی کی حالت طاری کر دیتی ہیں اور اسی حالت میں تمام غیر معمولی مشاہدات  
ہوتے ہیں۔ نصابِ تعمیر و ختم شخصیت کے ایک طالب علم (محبوب) (ہوں) کہتے کہ

آکھ کتھی ہی اے مجھے جسم میں برقی دور درگت دوڑتے ہوئے محسوس ہوتی ہے۔ (اگر برقی  
کرنے کے بجائے میں کوئی تار ہو جاتا ہوں تو میں بالکل سب سے تار کاٹ کر ہل سکتا  
ہوں نہ آکھ سکتا ہوں نہ مل سکتا ہوں جیسے زندہ مگر بے جان لاش۔) تاہم دیگر سکتا ہوں میں سکتا  
ہوں، ہونگہ سکتا ہوں البتہ بولنے کی طاقت سلب ہو جاتی ہے۔ عالمِ مگر بشری پاکستان سے جھید  
صاحب نے لکھا ہے کہ کبھی کبھی رات کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میرا دماغ قلم کا پردہ ہے اور اس دماغی  
پردہ قلم سے طرح طرح کے مناظر گزر رہے ہیں۔ رات کو کبھی اتفاق سے آنکھ کھل جاتی ہے تو وہ  
تمام باتیں جو دن میں ہی تھیں۔ مجھے خود بخود دستا دیے جتھے ہیں میں کوئی کشتیاں کو کمان کمان کو  
نہ سوں مگر بھڑا رہتی پڑتی ہیں۔

کراچی سے انور صاحب (عمر 22 سال) رقمطراز ہیں کہ رات کو جیسے ہی سوتا ہوں ایسا لگتا ہے  
کوئی مجھے جھجھوڑ رہا ہے رنگ میں بجلی دوڑ رہی ہے کبھی ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میرے سرے سرانے

جا رہا ہوں وہ بھی بندھتی گوئی کی رفتار سے۔ پھر مجھ پر پڑنے کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے  
مطلب یہ کہ دماغ کی جسمی حرکی اعصاب یا وہ دماغی حصہ جو حرکت کرنے والے پنوں کو کنٹرول کرتا  
ہے۔ کن ہو جاتا ہے اور تا دیر سے جسمی اور فکری کی سبکی کیفیت طاری رہتی ہے۔ اس صورت میں  
یہ بھی محسوس ہوتا ہے کہ جسم کے بندھن سے آزاد ہو گیا ہوں۔ گہری نیند کے علاوہ جب جاگتے  
ہوئے اعصابی سکتے کی کیفیت طاری ہوتی ہے تو عجیب و غریب حالت نظر آتے ہیں۔ دیکھتا ہوں  
کہ چند آدمی مجھے بری طرح پیٹ رہے ہیں یا کچھ لوگوں میں پیچک رہے ہیں۔ اندر میرے  
میں کبھی کبھی تیزی و خوشیاں دکھائی دیتی ہیں یا کوئی سایا گھومتا ہوا نظر آتا ہے۔

غلام احمد (پشاور) کا بیان ہے کہ بچگی کی نیند میں ہوتا ہوں تو کانوں میں زبردست گونج پیدا ہوتی  
ہے۔ دل پر دباؤ پڑتا ہے، گل جمل تک نہیں سکتا (جیسے زندہ لاش) اس وقت مجھے ہوا میں اڑنے کا  
احساس ہوتا ہے اور یہ بھی کہ سبز خواب سے نکل کر فرش اور دروازوں سے رگڑا جا رہا ہوں حالانکہ  
جسم بستر پر دراز ہوتا ہے میں ڈر کے مارے فریاد کر رہا ہوں مگر کوئی نہیں سنتا حالانکہ میں اس حالت  
میں دوسروں کی باتیں بخوبی سنتا ہوں۔ غلام احمد (پشاور) کی عمر 25، 24 سال ہے۔

صغیر و تیم (دھاکہ) ایک طویل خط کے آخر میں لکھتی ہیں کہ دوسری تکلیف مجھے یہ ہے کہ آ  
کھیں بند کرنے کے لپٹی ہوں تو عجیب و غریب فکریں نظر آتی ہیں۔ کچھ آسانی چرے کچھ جہان نما  
پہلوں کی جانب مائل ہوتی ہے کسی کے بڑے بڑے خود بخود ارادت ہیں کوئی کہتا ہے کہ میں  
دنکار ہاں ہے کسی کے تشنگانہ پڑ پڑا رہے ہیں کسی کی ناک مل رہی ہے۔ کوئی گردن کو پیش دے رہا  
ہے۔ غرض خبر نہیں کہ کس کی کیسے عجیب و غریب لوگ آکھیں بند کرنے کے بعد نظر آتے ہیں۔  
ان میں چڑیل بھی عورتیں بھی شامل ہوتی ہیں۔ جب گہرا کر آکھیں کھاتی ہوں۔ تو سب کچھ  
غائب ہو جاتا ہے۔ اس خالق نے آکھیں بند کرنے کے بعد بے شمار عجیب و غریب قسم کے  
چہرے، فکریں اور صورتیں نظر آنے کا جو تجربہ بیان کیا ہے، مسئلہ دو سال تک یہ حالت میری بھی  
رہی ہے۔ چرنی آکھیں بند کرنے کے لیے، طرح طرح کے چہرے نظر آنے لگتے۔ ان میں اکثر  
بہر حال ہوتے تھے۔ بیماری کے زمانے میں آکھیں بچنے لینے کے بعد، بہت قد سیاہ بیٹوں اور





اس سلسلے میں پادری جس اے پک نے مشہور روحانی معمولوں کی خدمات حاصل کیں تاکہ ان کے توسط سے جہاں مرگ جی کی روح سے گفتگو کر سکے۔ چنانچہ بعد پادری جس نے اعلان کیا کہ اس نے فلاڈلفیا (امریکہ) کے مشہور سپید (میڈیم) آرقر اے فورڈ کے ذریعے جو خود بھی پادری ہیں۔ چھ مرتبہ اپنے بیٹے جی سے گفتگو کی۔ اس مجلس حاضرات کی کارروائی فورڈ ٹیلی ویژن سے ٹیلی کاسٹ کی گئی اور کناڈا کے ہزاروں افراد ٹیلی ویژن اسکرین پر اس مجلس کی کارروائی کو دیکھا۔ میڈیم آرقر اے فورڈ نے عالم پر خودی میں اعلان کیا کہ ابھی ابھی دوسری دنیا کے چند افراد روہشنوں سے برآمد ہوئے ہیں۔ یہ لوگ اپنے کو پادری جس اور اس کے بیٹے جی کا عزیز ہاتھ ہیں۔ میں ان لوگوں کو اپنی چشم باطن سے دیکھ رہا ہوں۔ لیجئے جی کی روح بھی میرے سامنے حاضر ہوگئی۔ وہ اپنے آپ کو ایک پیغام دینا چاہتی ہے۔

اس موقع پر میڈیم آرقر اے فورڈ کے بجائے خود جی کی روح نے اپنے آپ کو طالب کر کے کہا (حالانکہ عام طور پر زندگی اور مردے کے درمیان میڈیم کے ذریعے گفتگو ہوا کرتی ہے) کہ میں اس ملاقات سے پہلے وقتی طور پر بہت پریشان تھا لیکن آپ نے میری بہت مطمئن ہوا ہوں اور یقین دلانا چاہتا ہوں کہ قبر کے اس پار جو دنیا ہے وہ آپ کی دنیا سے زیادہ جگہ اور حقیقی ہے اور یہ کہ موت صرف ہمارے جسم کا چھوٹی ہے۔ روح اب بھی کئی بدامین ملک الموت کی رسائی سے باہر ہے۔ جسمانی موت کے ضمن میں اتنا سرف اظہار نہیں اظہار یعنی اس مکان کو چھوڑ کر اس مکان میں چلے جاتا۔

بہت سے لوگوں نے بہت سے لوگوں سے مطلب ہے 90 فیصد افراد نے فورڈ ٹیلی ویژن کی اس مجلس حاضرات کا مذاق اڑا دیا اور اسے ایک روحانی فریڈیا تو می مشہور قرار دیا۔ جس اے پک اور میڈیم آرقر اے فورڈ دونوں تحریک کا نشانہ بنائے گئے۔ کہا گیا کہ یہ دونوں پادری خود بھی بے وقوف ہیں اور دوسروں کو بھی اتنا مانا چاہتے ہیں جس میں تحریک "کنڈریب اور جسنو" کے باوجود جس اے پک کا بیان ہے کہ مجھے سو فیصد یقین ہے کہ میں نے اپنے بیٹے جی کی روح سے گفتگو کی ہے۔ دنیا کچھ بھی کہے مجھے حاضرات ارواح پر یقین ہے۔ جی نے بعض ایسے خاندانی معاملات پر

بات چیت کی جنہیں سے کوئی دوسرا واقف ہی نہیں ہو سکتا۔ یہ ہے ان رپورٹوں کا خلاصہ، جو فیڈر ویک 9 اکتوبر اور ولت روزہ تا 11 اپریل 1971ء لندن اور ٹورنٹو اخبار (کناڈا) کی مختلف اخبارات میں چھپی ہیں۔

## عقل کا کرب

بار بار عرض کر چکا ہوں کہ میں حاضرات ارواح کے فن سے خود واقف ہوں۔ میرے بہت سے دوست اس کا تجربہ دیکھتے ہیں۔ میں نے پانچ گیارہ بار ماڈیو ریکارڈ اور وینوں کو بلانے اور ان سے گفتگو کرنے کے دوسرے طریقوں کا مقصد کی نظر سے نہیں مل سکی تھی۔ اس سلسلے میں سیکڑوں افراد نے مجھے اپنے تجربات لکھ کر بھیجے تھے۔ جن میں سے چند خطوط میرے پاس محفوظ رہ گئے ہیں۔ اگر میں اس ذخیرہ خطوط کو ضائع نہ کر دیتا جو نفس انسانی کے مختلف مظاہر اور نفسیات و مابعد النفسیات کے رنگ رنگ پیکڑوں کے متعلق پچھلے چند سال میں موصول ہوئے تھے تو میرے خیال میں یہ مجموعہ خطوط، نفسی، وقتی اور دماغی تجزیوں انہدانی الجھنوں اور روحانی وارداتوں کا ایک اصول اور نیا مجموعہ یا دواشت بن جاتا۔ بہر حال گزشتہ آٹھ گزشت۔

نفسانی نقطہ نظر سے حاضرات ارواح کی کیا اہمیت ہے؟ کیا کیا جگہ ہو سکتا ہے جہاں جی ہیں؟ صرف ان کی طرف سے حاضرات کیوں حرکت کرتا ہے اور ان طرف سے باطنی الفاظ کس طرح بن جاتے ہیں؟ معمول دوسروں کے سوالوں کا جواب کس طرح دے دیتا ہے؟ فرانس یا بے خودی طاری ہونے کی وجہ کیا ہے یہ تمام سوالات بدستور مجھے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ راقم الحروف نے دوسری سے نہ کسی خوش بھی میں جانا۔ کوشش یہ رہتی ہے کہ ہر معاملے پر عقلی نقطہ نظر سے بحث کی جائے اور خود عقلی نقطہ نظر کو بھی عقل کی کسوٹی پر کسا جائے۔ جوش فحش آبادی صاحب نے میرے مجموعہ قلم و قول "الف" پر اظہار خیال کرتے ہوئے ایک مضمون میں لکھا تھا کہ

"اگر رئیس صرف اپنا ایک شعر مجھے دے دے تو

میں اپنا سارا مجموعہ کلام بخوشی بخش دیتے

مرجو

والدین پر راجہ

پر تیار ہوں۔"

(آپ الفاظ کو حقیقت پر محمول ذکر کیا، محض جوش صاحب کا شاعرانہ مبالغہ سمجھیں) جب جوش صاحب کا یہ مضمون شائع ہوا تو لوگ حیران رہ گئے۔ جوش صاحب مجھ سے شاعری میں کوئی بیس سال سینئر ہیں۔ ان کے یہ الفاظ اور اعتراف درحقیقت وہم و گم کی بزرگی، ذوق نوازی اور بصیرت افزائی کی دلیل ہیں اور اس کا صحابہ وہ شعر سن لیجئے جس نے مجھے یہ حق بخشاکر شاعر انتخاب کی عمر بھر کی کمائی پر قابض ہوا جاؤں۔ شعر عرض ہے۔

شاید اسے عشق بھی نہ سمجھے:

جس کرب میں عقل جتا ہے :

آج کی عقل اور آج کی سائنس واقعی جس کرب جس سے یعنی اور جس اضطراب میں جتا ہے۔ سائنسدانوں پر بے چینی کی جو کیفیت طاری ہے۔ انٹل اور ایٹمی برقی پاروں کے پیچھے جو پراسرار کائنات چھپی ہوئی ہے اس نے ہر باشعور شخص کو گم کر دیا ہے۔ انگلستان کا مشہور مفکر سائنسدان، عالم ریاضیات اور ایٹمی طبیعیات کا ممتاز ترین دانشور سر آرتھر ایکنگن کہتا ہے کہ میں ایک باشعور ہستی ہوں اور میرا شعور کائنات کی محسوس میں اچھل گیا ہے۔ ایک طرف تو میرا شعور اس دنیا کی کہانی کہہ رہا ہے جو میرے پاروں طرف کھینچی جاتی ہے اور دوسری ساری چیزیں جانی پہچانی ہیں۔ یعنی رگھو، بدھ، بزرگ، آدنا اور دھرم کی دنیا۔ ان گھوڑوں سے ٹھہر آئے گاؤں سے ملے ہوئے گاؤں سے چھوٹی چھوٹی جالے والی یہ دنیا ایک ایسی کائنات کے اندر واقع ہے جو لامحدود ہے۔ وقت کا ابدی اور دائمی دھارا ہے جو بہتا چلا جا رہا ہے مسلسل تبدیلیاں پیدا کر رہا ہے۔ میں اس دنیا کی کہانی کہہ رہا ہوں مگر اس دنیا پر مجھے اعتبار نہیں رہا۔ اکثر مواقع پر اس دنیا کے غموں کا مجھ کو کھل جاتا ہے۔ یہ بات بالکل صاحب ظاہر ہوئی کہ چیزیں وہی نہیں، بھی نظر آتی ہیں۔

مختصر یہ کہ سر آرتھر ایکنگن کی عقل کرب میں جتا ہے۔ اس کرب کا اور لوگ بھی محسوس کر رہے ہیں۔ شاید ان طور کی تہہ میں بھی کبھی کرب کا راسخہ فرما رہے ہوں کہ بلایا جاتا ہے۔

مشہور ادیب و شاعر فضل احمد کریم فاضلی نے (جن کی تیار کردہ فلمیں، چارچ چٹارہ اور ایسا بھی

ہوتا ہے) پاکستان میں کسی حد تک مقبولیت حاصل کر چکی ہیں) مجھ سے بیان کیا کہ جب وہ آئی سی ایس کی ٹریننگ کے سلسلے میں لندن میں مقیم تھے۔ تو ایک بااثر اخبار نے حاضر حاضر ادراج کے کسی میڈیم معمول کے بارے میں لکھ دیا کہ وہ فرائز ہے اور مجالس روحانی کا سارا دستہ افریقہ پہنچی ہے۔ میڈیم نے اخبار کے خلاف ازالہ حیثیت عرانی کا مقدمہ دائر کر دیا۔ جو جوان ہندوستان سے آئی سی ایس کی ٹریننگ کے لئے انگلستان جاتے تھے۔ ان کی قانونی ٹریننگ کا ایک جزو بھی تھا کہ وہ مقدمات کی رپورٹنگ کریں۔ چنانچہ فاضلی صاحب اس دلچسپ مقدمے کی کارروائی لگم بند کرنے کیلئے رپورٹر کی حیثیت سے مامور ہو گئے۔ فرماتے تھے کہ حاضر حاضر ادراج کے میڈیم یعنی مدنی اور حضرات ادراج کا مذاق اڑانے والے ملے یعنی اخبار کے درمیان یہ مقدمہ بے حد حسرت لافراقتابت ہوا۔ دعوے کی تردید اور تائید ان میں دونوں طرف سے بڑے بڑے گواہ پیش کئے گئے۔ میڈیم کی طرف سے مشہور سائنسدان سرو لیو لان بھی گواہ کی حیثیت سے آئے تھے انہوں نے میڈیم مشبہ کی تصدیق کی اور کہا کہ حاضر حاضر ادراج کا معاملہ غریب پائی نہیں اور یہ کہ درحوں سے بات چیت ممکن ہے۔ یہ مقدمہ حاضر حاضر ادراج کے سلسلے میں ٹیسٹ کی حیثیت رکھتا ہے۔ انہوں نے اپنے فیصلے پر بھی لکھا تھا کہ ہمارے سامنے جو شہادتیں پیش کی گئی ہیں وہ نظر انداز کر دینے کے قابل نہیں۔ درحوں کی طرف لوگوں کی توجہ مبذول کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ یا محرک وہ ہے حاضر حاضر ادراج ہے ہوتے ہیں جو بغیر کسی ظاہری سبب کے کسی آباد یا اجاڑ مکان میں جوں آئے تھے ہیں۔

محمد یونس لکھتے ہیں کہ

مئی ہاں! میں فوق العبادت مظاہر (پیر نائل) کا قائل ہوں۔ اس زمانے میں ایک ذاتی تجربہ قابل ذکر ہے۔ کسی زمانے میں ہمارے گھر میں خود بخود دو کنوئیں کی بوتھماں ہوتی تھیں اور تلاش و کوشش کے باوجود کوئی پھینکنے والا نظر نہ آتا تھا۔ لوگ کہتے تھے کہ یہ کسی روح خبیث کی کارستانی ہے۔

ایک اور صاحب لکھتے ہیں کہ کچھ دنوں میرے ساتھ ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا۔ میں کچھ ایڑ کا طالب علم ہوں۔ رات تقریباً ساڑھے نو بجے گھر آیا۔ کھانے سے فارغ ہو کر اپنے

کمر سے مٹنے کی غرض سے داخل ہوا بجلی کمر سے کوشش کر رہا تھا کہ کچھ ایک کمرے کے دروازے کی کنڈی کھٹکے کی آواز آئی۔ محسوس ہوا کہ کوئی کائنات کے بڈل کے بڈل میری طرف پھینک رہا ہے۔ کائنات گرنے کی صاف آواز سنائی دے رہی تھی۔ کمرے کے دروازے کی طرف کیا تو ایسا لگا کہ کائناتوں پر چل رہا ہوں۔ حیرت یہ کہ کنڈی بھی ہوئی تھی۔ فوراً بجلی چلائی دو کیسا کہ میرا مختلف قیمت کے نوٹوں سے بھرا ہوا ہے، جو بڈلوں کی شکل میں فرش پر بکھرے پڑے ہیں۔ حیران ہوا اور اپنی والدہ اور بہنوں کو اس حیرت انگیز معاملے کی اطلاع دینے کے لئے بالائی منزل کی طرف جانے لگا بجلی جلی جلی اور لٹکوں کر ڈوں روپے کے پرکشی نوٹ فرش پر بکھرے دکھائی دے رہے تھے۔ کمرے سے نکل کر باہر بیڑیوں پر چڑھتے ہوئے دوبارہ مڑ کر دیکھا تو کنڈی کھٹکے کی آواز آئی اور چشم زدن میں تمام نوٹ کاشی نوٹ غائب ہو گئے۔ اس وقت رات کے سوا گھنٹے کا گھٹا ہو گا۔ اس واقعے کو دیکھ کر مجھے کچھ نہ خوف محسوس ہوا نہ کوئی گھبراہٹ۔ کیا یہ کسی غیبیہ روح کی کارستانی تھی؟

حاضرات ارواح کی لغت میں ارواح غیبیہ ان روحوں کو کہتے ہیں جو جیستی سے ترقی نہیں کر سکیں اور اپنی کائنات کے سبب زمین سے بندھ کر رہ جاتی ہیں۔ عام طور پر بیک اور جس روحانی مجلس کی کارروائیوں میں مداخلت کرتی ہیں۔ بہت سے عالموں کا خیال ہے کہ ان ہی غیبیہ اور زریں رتبتہ روحوں سے سماج پر پڑا ہے۔ البتہ کچھ بڈلوں و دماغ رکھنے والے لوگوں (مذہبیم) کا مطلق عالم ہائیک مقدس ارواح سے قائم ہو جاتا ہے۔

میری عمرانی میں جو لوگ حاضرات ارواح کی مشقیں کرتے ہیں۔ ان میں چند بڑے اچھے معلم ہیں اور ان کی روحی ترقی قابل رشک ہے۔ مثلاً غ۔ ر۔ اپنے تازہ خلاصہ مورخہ 26 اکتوبر میں لکھتی ہیں کہ چھپنے کے دوران حضرت بابا عبداللہ شاہ غازی اور چند دوسری مقدس ہستیوں کی موجودگی کا احساس ہوتا ہے۔ رات مراستے میں یہ تصور ہوا کہ حضرت بابا عبداللہ شاہ غازی کے حزار پر حاضر ہو کر فاتحہ پڑھ رہی ہوں۔ یہ منظر اقدار حقیقی ہوتا ہے کہ بیان نہیں کر سکتی۔ بابا کے یہاں کی روحانی مجلسوں اور ان میں شرکت مجھ سمجھ نہیں آتا، یہ کیا اسرار ہیں؟ قابل یقین قابل یقین!

ایک منہ ختم یہ پیدار بہت یار یا خواہ؟

ابھی 22 اکتوبر کی بات ہے میں تصور اپنی طور پر بابا کے حزار پر حاضر تھی۔ دیکھا کہ ایک سفید پوش بے حد روحانی شکل و صورت کے بزرگ حزار کے سامنے کھڑے فرما ہیں ان کے گرد کچھ دوسری بزرگ ہستیاں بھی ہیں میں ان سے کچھ کاہلے پر بیٹھ گئی۔ ابھی بیٹھے ہوئے کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ ان سفید پوش بزرگ نے جن کا چہرہ بے حد نورانی تھا۔ چھوٹی قسم کا ایک ایک تاشب میں تعظیم کیا۔ ایک مجھے بھی معایت فرمایا۔ میں نے اسرار کے لئے کھالیا۔ مجدد لوگ آپس میں مصروف گفتگو ہو گئے۔ کچھ دیر بعد مرا تھے یا استغراق کی کیفیت ختم ہو گئی لیکن جب یہ کہ استغراق ختم ہو جانے کے بعد جب میں ہوش میں آئی تو تاشے کی بجلی کی مجلس میرے منہ میں باقی تھی اور یہ لذت دیر تک باقی رہی۔

حیرت یہ ہے کہ حالت استغراق میں کہاں سے جانے والے تاشے کا ڈانڈ منہ میں کس طرح باقی رہا۔ اس کے علاوہ یہ چیز بھی قابل ذکر ہے کہ جب میں بے خودی کی حالت میں بابا عبداللہ شاہ کے حزار پر حاضر ہوئی ہوں تو اچھا کرتی ہوں کہ حضرت مجھے اپنا میرے ہاتھیں۔ ابھی چند روز ہوئے اس سوال کا یہ جواب مجھے ہوا کہ تہذیب اسلئے پہلے ہی ہم سے قائم ہے۔ حاضرات کی مجلس عموماً ہمسایہ کے ساتھ کرتی ہیں اور ہمسائیہ روح ہمسایہ کے طلب کرتی ہوں۔ ایک کا سامان عرض کر دیتی ہوں۔ ہمارا سید عالم بھی تحریر کرتے ہیں (غ۔ ر۔ خود تحریر کر کے پڑھنے اور اس سے سوال و جواب کرتی ہیں) یہ بھی تحریر کر لیا کہ

وہیں سے کہنا آج کل وہ بہت ہو شیار اور چوک رہے ہیں انہوں نے کہ تم نے ابھی اس میں ایک لفظ کی خبر سب پر صرف اپنا اختیار رکھنا۔

صرف سبھی تحریر کر کے ان کا مطلب آپ کچھ کہتے ہیں

میرے دوست مشہور دہشتا شاعر سراج الدین انظر مرحوم نے

حق محضرت کر کے جب آ ز اور وفا

اپنا تجربہ سنایا۔ فرمائے گئے کہ میں تبا کرے میں بیٹا میں بی بی مشق کر رہا تھا کہ کچھ مجھ پر

مرچو

ذوب جانے کی کیفیت ظاہری ہوئی اور اچانک میں نے دیکھا کہ صحت سے اُلٹا لٹکا ہوا ہوں اور میرا جسم فرش پر شمع کے سامنے بیٹھا ہے۔ میں اس مشاہدے سے ڈر گیا۔ یہ کیفیت تمہیں کتنا تک قائم رہی اور پھر میں اپنے جسم میں لوٹ آیا۔ منور عباس شباب اپنے دو کینٹ کراچی سے ایک مرتبہ انجمنی موضوعات پر گفتگو ہو رہی تھی۔ فرمانے لگے کہ ایک زمانے میں ان کی صابیت (sensitiveness) اتنی بڑھ گئی تھی کہ چاند کی روشنی کا مقابلہ نہ کر سکتے تھے پھر رابیا ہوا کہ چاندنی میں لیٹے ہیں کہ ستر سے ایک فٹ کے قریب آگئے تھے۔ غلہ پولیس کے ایک اعلیٰ افسر میری زیر ہدایت ماسک کی مشقیں کرتے ہیں۔ میں نے کہا کہ اگر آپ ماسک کی مشقوں (پرائیام) سے متعلق فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں تو گوشت ترک کر دیجئے۔ یہ بقر صید سے دو چار روز پہلے کا ذکر کرنے لگے کہ اتنی اہمات دیجئے کہ قربانی کا گوشت ڈٹ کر کھالوں، پھر فیض یکموں کا۔ ان صاحب نے بقر صید کے کوفے کباب اڑا کر گوشت ترک کر دیا۔ کہتے تھے جسم (مطلق نفس نور اور ترک حیوانات کے سبب) اکتاہٹکا ہو گیا ہے کہ دوسرے جنود کی عالم میں ہے۔ ہوا کہ ستر سے باشت بھر بلند ہو گیا۔

## بلوچستان کا کھیل

حضرت ادرج کے کمرے میں شمع آگیز منظر دکھائی دیتے ہیں۔ شمایز کا خود بخود روشن ہونا۔ اے جان ایسا مگر حرکت نہ کرنا۔ کھروف بھگوان کی حرکت انہی مغلہ ہرگز (polltergeist phenomena) کہتے ہیں۔

عبدالرحمن شباب (فوت سنہ ۱۹۸۰ء) کا بیان ہے کہ ہمارے علاقے میں طلباء ایک کھیل کھیلتے ہیں۔ یہ کھیل پانچ آدمیوں کے بغیر نہیں کھیلا جاسکتا۔ ایک آدمی کو صید حمار دے کی طرح لٹا دیا جاتا ہے اس پر چار ڈال دیتے ہیں۔ اس شخص کے دونوں پہلوؤں اور پنڈلیوں کے ساتھ ساتھ ایک ایک آدمی بیٹھ جاتا ہے اور اپنی دونوں انگلیاں اس کے بازوؤں اور پنڈلیوں سے متصل کر دیتے ہیں۔ دائیں پہلو کی طرف بیٹھا ہوا شخص دائیں جانب پھینٹے ہوئے آدمی سے کہتا ہے کہ

جنت کا بادشاہ فوت ہوا۔ اللہ اس کو بخشے۔ اس کا ساتھی جواب دیتا ہے کہ ہاں اللہ اس کو بخشے۔ الغرض سات مرتبہ یہ فقرہ آہستہ آہستہ ان کے درمیان دہرایا جاتا ہے۔ سات مرتبہ یہ فقرہ دہرا کر دینے پہلو پر بیٹھا ہوا شخص سنبھلتا ہے۔ آنکھوں کے اشارے سے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کرتا ہے کہ اس مردہ کو اٹھائیں۔ چنانچہ کوئی بوجھ ڈالے الغرض وہ زخمی مردہ (جسے معمول قرار دیا گیا ہے) اٹھ جاتا ہے اور ہاتھوں کی بلندی تک اٹھتا اور غصا میں قائم ہو جاتا ہے۔ سب لوگ خاموش ہوتے ہیں۔ جب خاموشی توڑ دی جاتی ہے تو وہ معمولی زور سے زمین کی طرف آ جاتا ہے اور بے قیاد ہو جاتا ہے۔ یہ معمول زمین سے اٹھنے وقت اور چھپنے آتے وقت بالکل ہوش و حواس میں ہوتا ہے۔

اس تحریر میں قطعاً سنا نہیں۔ میں خود عامل بھی رہا ہوں اور معمول بھی بن چکا ہوں۔ یہ تو سب کو معلوم ہے کہ آٹھ انگلیوں (چار آدمیوں کی دونوں انگلیاں) سے ایک آدمی کو اتنی آدائی سے نہیں اٹھا جاسکتا۔ عوام میں مشہور ہے کہ معمول (مردہ نما شخص) کو تنہا اٹھاتے ہیں۔

یہ میل صرف انسانوں پر ہی نہیں بعض چیزوں مثلاً گھاس، گھڑا اور دوسری بے جان چیزوں پر بھی کیا جاتا ہے۔ جس طرح بلوچستان کے اس کھیل میں آٹھ انگلیوں کے معمولی سہارے سے زخمی آدمی کی لاش اٹھائی جاتی ہے۔ اسی طرح وہ تین آدمی اگر لٹکے ہوئے ہوں گے ان کی انگلیاں رکھ دیں تو اس کا حرکت ہو جاتا جیسی ہے۔

اس موضوع پر عالمی میں کئی حقیقات کی گئی ہے اور یہی نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ یہ انسانی ذہن کی طاقت ہے جو اس پر اثر انداز ہو کر انہیں حرکت میں لے آتی ہے۔

محمد حیدر ملوی (ڈھاکہ) رقمطراز ہیں کہ

میں آپ کی زیر نگرانی شمع بینی کی مشق کر رہا ہوں۔ دو تین روز سے مجھ پر القہہ پیش آیا۔ میری نظریں شمع کی لو پر گڑی ہوئی تھیں۔ اور میں گردو پیش سے بے خبر تھا کہ اچانک ایک جھٹکے کے ساتھ طبع اپنے مقام سے ہوا میں بلند ہوئی اور زمین پر گر پڑی۔ جیسے کسی ناویہ طاقت نے اُسے ہاتھوں سے اٹھا کر اچھال دیا۔ میں ڈر گیا۔ شمع بینی ترک کر دی۔ ان واقعات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ

اگر انسان کی توجہ یکسو ہو جائے تو وقتی قوت کس چیز سے مل کر رہتی ہے اور کتنا جرتاک عمل؟

بے شک انسانوں کی طرح مادی چیزوں پر بھی وقتی قوت اثر انداز ہوتی ہے۔ مابعد اہلیات کی سائنس میں (اگر یہ کوئی سائنس ہے اس پر مادل مظہر کو (Psychokinesis) P.K. کہتے ہیں اور اس کی ریاضیاتی علامت 'k' مقرر کی گئی ہے۔ دوسری علامت 'y' ہے جس کا تعلق فزیکس میں مستقبل جتنی اور اس قسم کے دوسرے مظاہر سے ہے۔ ہاں تو توجہ کی قوت نہیں جڑوہ معمول یا کسی بے جان شے کو زمین سے اٹھا کر ہوا میں بلند کر دیتی ہے بلکہ معمول کے ذہن کی قوت ہے جو انھیں سے خارج ہو کر جسم کا خلا لیتی ہے۔

میں نے ہندوستان میں ایک یوگی کو دیکھا کہ اس نے پانی سے مبرے ہوئے ٹکڑے پر نظریں جمادیں اور وہ گھڑا کسی کے ہاتھ لگائے بغیر فضا میں بلند ہو گیا اور پھر آہستہ آہستہ نیچے آ کر آیا۔

### ابن بطوطہ کا مشاہدہ

مشہور سیاح ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامے میں ہندوستانی یوگیوں کے بعض حیرت انگیز چہرہ دیدہ کرشموں کا ذکر کیا ہے۔ لکھتا ہے کہ ایک روز سلطان محمد تغلق نے اپنے ایک مجلس میں طلبہ کو بلوایا۔ آج ہم نہیں جانتے کہ وہ کتنی طاقتور گروں کے بعض نماشاں دیکھا ہیں۔ یہ لوگ بن سکے پڑے بیٹے ہوئے تھے اور ان کے شانوں پر لیے لیے بال بھرا رہے تھے۔ سلطان کے اشارے پر انہوں نے کھیل شروع کیا۔ ایک یوگی کی کھڑوایں خود بخود زمین سے اٹھیں اور فضا میں معلق ہو گئیں بڑے یوگی نے اپنے شاگرد کو اشارہ کیا۔ وہ بھی فضا میں آہستہ آہستہ بلند ہونے لگا اور اترتا بلند ہوا کہ نظر سے اوجھل ہو گیا۔ (اس قصے کی تصدیقات سے گریز کرتا ہوں) ان ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ اس منظر کو دیکھ کر میرے ہوش دھواں غائب ہو گئے اور جب مفرح شربت پیا گیا تو اوسان بحال ہوئے۔

ابن بطوطہ کے عہد کے لے کر اب تک ایسے یوگی موجود ہیں جن اس قسم کے کرشمے شعبہ اور کرشمے دکھلا سکتے ہیں۔ شاید آپ نے بھی ایک آدھ کرشمہ دیکھا ہو۔ میں تو متعدد پاکمال یوگیوں

کے خارق العادہ مظاہر کا تماشا کی رو چکا ہوں۔

ان موضوعات پر ڈاکٹر ٹریسی جاسن ایم اے۔ آکسن۔ لی۔ ایچ۔ ڈی۔ ڈی۔ ایس۔ سی۔ لندن (ماسٹر آف کنٹری کالج، بلڈون اور یونیورسٹی) نے اپنی کتاب (The Imprisoned Splendour) پانچویں صحت میں خاص علمی اور سائنسی نقطہ نظر سے بحث کی ہے اور بتایا ہے کہ اس قسم کے مظاہر نامکمل واقعات کیوں اور کس طرح پیش آتے ہیں؟ کتاب کا نام بھی ہے حدیث انگیز ہے۔ "پانچویں صحت" یعنی انسان کی ذات ایک ایسی صحت یا جگہ ہے جو آپ دیکھ کر زمین میں متعجب نہ ہو۔ کاش یہ صحت پانچویں اس زمانے آ کر زور نہ دیتی۔

میں ہوں خود اپنی ہی خاکسرخ جاں میں مدفون  
دن ہو چھ خرابے میں کوئی سرمایہ

حضرت جوش آجادی نے اپنا عجیب و غریب تجربہ نقل کیا۔ ایک زمانے میں جوش صاحب کو پانچویں صحت حضرت ادرار (کے ذریعے روحوں کو بلا کر ان سے تحریری سوال و جواب کرنے کا بے حد شوق تھا۔ انہوں نے اپنے تجربات ایک رجسٹر میں قلمبند کر لے گئے۔ فرماتے تھے کہ اس رجسٹر کو قلمبند کیا ہے جو اب اس کا فرض ہے لے گئے تھے۔ مگر کئی دن بعد

حضرت ادرار کا جلسہ ہوا اور میری حرکت کے ذریعے نامہ پانچویں کا سلسلہ جاری تھا کہ جوش صاحب نے انتہائی تعلیم یافتہ انسان روح کا نام لیا کہ اسے بلا لیا جائے۔ ایک کڑا کسا ہوا۔ میرا ایک جھٹکے کے ساتھ زمین سے بلند ہوئی اور صحت سے جا بھڑکی۔ میرے ٹکڑے اڑ گئے۔ تمام حاضرین ہلے خوف سے لرز گئے۔

ظاہر جوش صاحب روح حیات سے منکر واقع ہوئے ہیں۔ کہا کرتے ہیں کہ جسم کی موت کے بعد روح اس طرح فنا ہو جاتی ہے جس طرح بلب ٹوٹنے سے بجلی (حالانکہ بجلی کبھی فنا نہیں ہوتی، وہ بلب ٹوٹنے کے بعد بھی قائم رہتی ہے) میں سے جب بھی ان سے محاسن حضرات ادرار کے

بارے میں سوال کیا۔ گول مول نظروں میں یہ کبہ کرجا دیا کہ یہائی یہ سب کھوپڑی کے کرشنے ہیں۔ اس کھوپڑی کے اندر سب کچھ ہے۔

(نہجائے اس فقرے سے اُن کی کیا مراد ہے؟)

مشہور ادیب شاعر ابن اثنا نے بیان فرمایا کہ

دور اوتوں سے اُن کے دولت خانے پر جنگباری ہو رہی ہے اور پتھر پھینکنے والے ہاتھ نظر نہیں آتے۔ میں نے ابن اثنا صاحب کے اس تجربے کا ذکر اپنے مضمون (مطلوبہ جنگ مورخہ کم جون 1970ء میں تفصیل کے ساتھ کیا تھا) میں نے ابن اثنا صاحب سے سوال کیا کہ ان کے گھر میں کوئی کسٹ پٹی تو نہیں۔ فرمایا کہ آسب زدگی ہو یا روحوں کے کرشنے ان دونوں مظاہر میں کوئی نہ کوئی لڑکا یا لڑکی ضرور ملوث ہوتا ہے۔ ممتاز مصنف اور مابعد انطیاس کے عالم بیری پر اُس نے اپنی پراسطومات کتاب (POLTERGEIST OVER ENGLAND) حاضرات اور آسب زدگی کے بہت سے واقعات کا تجزیہ اور طبی جانچ پڑتال کر کے ان کی تصدیق کی ہے۔

پراسرار آوازیں، کسی ایٹمی کے پاؤ لڑکی چاپ، دودھ دانے پر انہماں ہاتھوں کی دھک، دھاروں اور جب قہقہے کے اگلے جانے یا زمین پر سے نکلنے کا شور کی جگہ لڑکیاں اور بچے کے گریوٹ جانا یا قہقہے کا شور کے مظاہر P.K. گروپ سے متعلق دیکھے ہیں۔

ابن مظاہر کی تحقیق سے پتہ چلا ہے کہ بعض کسٹ یا بالغ ہوتے ہوئے لڑکے لڑکیاں ابن خارق العادات (جبرائیل) کرشوں کے لڑکار یا معمول بن جاتے ہیں۔ بیری پر اُس نے جو رپورٹ مرتب کی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس قسم کے مظاہر 95 فیصد لڑکیاں اور پانچ فیصد لڑکے لاشعوری طور پر ملوث پائے گئے ہیں۔

تو کیا ابن مظاہر کا کوئی تعلق جیسی قوت کے کباب سے ہے؟ راقم الحروف نے بھی متعدد دیکھ دیکھے ہیں اور واقعی کسی نہ کسی لڑکی کو اس میں ملوث اور جتا ضرور پایا ہے۔ بلوغت کے زمانے میں (دس گیارہ سال کی عمر سے سولہ ستر سال کی عمر تک) لڑکے اور لڑکیاں بے حد حساس ہو جاتی ہیں۔ یہ دو

زمانہ ہے کہ ذہن اور جسم میں نئی نئی تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں۔ اُن پر اکثر ہسٹری کے دورے پڑنے لگتے ہیں۔ ابن ہسٹریا کے دوروں میں کبھی کوئی جھوٹ یا روح بھی نمودار ہو جاتی ہے، مابعد انطیاس کے عالموں کا خیال یہ ہے کہ آسب زدگی اور حاضرات اور اح کے کرشوں کا جینی بیجان سے گہرا تعلق ہے۔ آغاز بلوغ میں جسم کے بعض غدودوں کا عمل اتنا تیز ہو جاتا ہے اور ان سے اتنی طاقت خارج ہوتی ہے کہ خدا کی پناہ!

بہر حال عرض کرتا ہوں کہ ذہن اشیاء اور اشخاص پر اثر انداز ہوتا ہے۔ خواہ وہ زندہ انسانوں کا ذہن ہو یا ان وقت قاتلوں کا جو جسم کی قید سے آزاد ہو چکے ہیں۔

حاضرات اور اح اور آسب زدگی کے تجربات و مشاہدات میں مشابہت پائی جاتی ہے۔ ارواح، جنات، آسب، فرشتے یہ سب مادے دو دنیا کے پاس ہیں۔ کبھی کبھی یہ ہماری دنیا کے معاملات میں بھی مداخلت کرتے ہیں۔ آسب زدگی کے موضوع پر اثناء اللہ بشرط حیات ایک مستقل تصنیف پیش کی جائے گی۔

جناب عبدالحمید الیاف دو کیت (کراچی) رقمطراز ہیں کہ:

میرے دوست خان بہادر عزیز احمد مرحوم (جن کی وفات کراچی میں ہوئی) ذکر و فکر کی زندگی بسر کرتے تھے۔ تیس سال تک میرے اُن کے دوستانہ تعلقات رہے۔ جس روز سے ملازم ہوئے اس روز سے آخر دم تک اپنی خواہ کا کھانا کھا کر خیرات کر دیا کرتے تھے۔ ہر پختے اُن کے پاس عالم بیداری میں دن دہاڑے دو چار روپے آتے۔ کوئی مردہ کچا کبیری قبر ہاؤ کسی مردے کی فرمائش ہوتی کہ کھو کا ہوں کھانا کھلاؤ صرف آواز آتی تھی۔ کسی کی شکل نظر نہ آتی تھی۔ جب روح سے پوچھا جاتا کہ

تمہارا نام کیا ہے؟ کیسے کھانا کھانا؟ کہاں مزار ہا نہیں؟

تو کوئی جواب نہ دیا۔ بہر حال مرحوم خیرات کے اکیس سال قواب کر دیا کرتے تھے۔ خان بہادر

مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ زمین سے بندھ گئی روئیں دنیا میں آتی ہیں اور اس قسم کی ضرورتیں محسوس کرتی رہتی ہیں۔ البتہ مرنے کے بعد جو لوگ بلند مدارج پر فائز ہو جاتے ہیں۔ ان کی روئیں بچے اترنا پسند نہیں کرتیں۔ مرحوم فرماتے تھے کہ ایک روز عالم تہائی میں کوئی روح آئی اور گرد آبر دار میں کہنے لگی۔

عزیز احمد! میں بہت بھوکا ہوں کھانا کھانا ڈالو میرا سزا رہنا۔

پوچھا۔ حضرت آپ کون ہیں؟

جواب ملا کہ میں شہنشاہ بلین کا سپاہی رہا ہوں۔ میں بہت بھوکا ہوں بہت بھوکا ہوں۔

سوال کیا گیا کہ آخر کس طرح کھانا کھلائیں اور کہاں سزا رہنا تھیں؟

جواب نہیں ملا۔ خان بہادر صاحب کہتے تھے کہ میں نے مرحوم کا نام اپنی ڈاکڑی میں لکھ لیا۔ شہنشاہ بلین کے عہد کی تاریخ و کیم تو واقعی سپہ سالار کا نام ہی تھا جو مرے کی آواز نے تلاپا تھا۔

## حرف آخر

حاضرات اراواح کے بارے میں میرے پاس نیکروں خطوط کا ریکارڈ محفوظ ہے۔ بہت سے حضرات نے ذاتی تجربے اور بہت سے لوگوں نے دوسروں کے مشاہدات و بیانات تحریر کر کے بھیجے ہیں جس سے غلط فہمی یا جھٹ (تضحیل) کو مٹا دیا اور اس بارے میں حقائق کا حصول کیا ہے۔ گھاس کو حرکت کرتے اور حرف کی نشاندہی کرتے دیکھا ہے۔ ان تمام مشاہدات و معلومات کے باوجود میں اراواح کے ظہور اور ان سے مرسلات (سوال و جواب) کے موضوع پر کوئی حرف آخر کہنے یا قطعی فیصلہ کر دینے کی جرأت نہیں کر سکتا۔

عالم غیب بہر حال عالم غیب ہے۔ تاہم دنیا کے سلسلے میں ہماری معلومات بے حد ناکافی ہیں۔ ہمارے علم اور ادراک کا ڈرہیں صرف حواس خمسہ ہیں اور اس طرح کی بے بسی کسی کے علم میں ہے۔ پھر یہ موضوع (ارواح کا مسئلہ) اتنا ڈرامائی ہے کہ ذرا سا مشاہدہ یا حتیٰ تحلیل و تصور کی تمام قوتیں حرکت میں آ جاتی ہیں۔ یہاں حقیقت ہے مثلاً افسانوں کے مدحن میں بھیجی ہوئی ہے۔

میری نگرانی میں جو لوگ روعوں کے وسط یعنی میڈیم کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ میں ان کے 90 فیصد بیانات کو مسترد کر دیتا ہوں اس لئے نہیں کہ وہ دانستہ غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ اپنے مشاہدات کے بارے میں مجھے کوئی غلط رپورٹ دے سکیں۔

وہ اس کے نتائج اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ بلکہ ہوتا یہ ہے کہ جب کوئی معمول خود کا تجربہ کے ذریعے کسی نایاب و ہستی (مثلاً کسی روح) سے ربط اور حلق قائم کرتا ہے اور اس کا حکم خود بخود گردش میں آ کر چلنے لگتا ہے تو خود معمول یا وسیط کے لاشعور کا بہت سا واقعاتی مواد اس تجربہ میں شامل ہو جاتا ہے جسے روح کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ حاضرات اراواح کے حقیقی کنندے کا کام یہ ہے کہ وہ روعوں کے وسط (معمول) کی تجزیوں کا بخور مطالعہ کر کے پہلے یہ طے کرے کہ اس تجربہ کا کتنا حصہ وسیط کے لاشعور سے برآمد ہوا ہے اور کتنا حصہ روح کے بیان کردہ اشارے پر لکھا گیا ہے۔

میں اس کتاب کے چار نمبر سے درخواست کروں گا کہ وہ صرف مطالعہ کتاب پر اکتفا نہ کریں۔ خود حاضرات اراواح کا تجربہ کر کے دیکھیں۔ میں اس سلسلے میں ہر امکانی مدد کے لئے تیار ہوں۔ حاضرات اراواح کے عمل کے حدود طریقے ہیں لیکن یہ عمل بھی کتاب فقیر و جہنم غصیت (S.C.T) کی دوسری جلدوں کی طرح کسی آستین کی نگرانی میں کرنا چاہئے۔ کئی کام عملیات میں خطرے کی بجائے چھپے ہوئے ہیں۔ ان خطرات کا اعجازہ صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جو نفس انسانی کی وجہ سے گویا اور نفسیات و باجیاد انفسیات کے عملی اصولوں اور نظریات سے واقفیت رکھتے ہوں۔

## حاضراتِ ارواح

حصہ دوم

ریس امر وہوی

ویکم بک پورٹ  
اردو بازار کراچی، پاکستان

مرچو

اے مالکِ کل میرے والدین پر رحم فرما

## خارق العادت نفسی مظاہر

حاضراتِ ارواح کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے مشہور برطانوی مفکر و فلسفی پروفیسر ای ایم جیوڈ اپنی خیال افروز کتاب ”انکارِ حاضره“ میں لکھتے ہیں کہ نفسی مظاہر کی سب سے اہم شے بینامات کی وہ اہم قسم ہے جو بزمِ خود مردوں کے پاس سے آتے ہیں۔

میں نے مردوں کا لفظ دو دین میں اس لئے لکھا ہے تاکہ مدعیانِ روحانیت (اسپرینچل ازم) کے ان دعوؤں کو بھی تسلیم کر لیا جائے جن کی رو سے ان بینامات کو ارسال کرنے پر جو کارندے مامور ہیں۔ (جو ارواح کہلاتے ہیں) وہ ذاتیں ہیں ان اشخاص کی اوجھ کی زمانے میں روئے زمین پر معمولی مادی اجسام کے اندر آباد تھے۔ یوں تو یہ بینامات کئی مختلف طریقوں سے وصول ہوتے ہیں لیکن باہم اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک (Medium) جس پر استغراق کی کیفیت طاری ہوتی ہے۔ ان بینامات کو دہرا تا چلا جاتا ہے۔ اور جیسا کہ متواتر یہ بات جنگائی جاتی ہے۔ اسکی آواز اور اس کا لب و لہجہ ہر دو صاف طور پر پہچان لئے جاتے ہیں۔ کہ وہ کسی خاص مرد سے کی آواز اور اس کی خاص مرد سے کا لب و لہجہ ہے۔ اس طرح جو بینامات کہلائے جاتے ہیں۔ ان میں سے اکثر تو عامیٰ فی نفسی تھے تاہم جو کہ حاضرات میں باہم ہوتا ہے تاکہ یہ اشتباہ ممکن ہو جائے کہ وہ روح اس شخص کی موجودگی ہے یا خیر بھی ہے اور اس سے اپنا تعلق قائم رکھنے کیلئے واسطے (میڈیم) کی خارق العادت قوتوں سے مستفید ہو رہی ہے۔ لیکن بعض اوقات وہ کارندہ جو فی الواقع واسطے پر حاوی بھی ہو۔ اور اسکی وساطت کا کام کرنے میں مصروف بھی۔ تو اسے اس شخص کی روح نہیں سمجھا جاتا جو ان بینامات کا ارسال کنندہ ہے۔ بلکہ روحوں کی ایک مخصوص صنف ہے۔ جو بطور موکل (Control) کے ہوتی ہے۔ موکل بظاہر چند خصوصیتوں اور صلاحیتوں سے مشغف ہوتا ہے جس کی بدولت وہ اس قائل ہو جاتا ہے کہ اپنے بینامات ارسال کرنے کی خاطر واسطے (معمولی میڈیم) کے جسم کو کام میں لائے، اس طرح آرواح کی حد تک تو موکل ایک قصاص یا ترجمان ہے۔ اس عالم (مادی دنیا) اور عالمِ ارواح کے مابین آگیا اس نقطہ



لگاؤ کی رو سے ہر وہ پیغام جو ایک عالم سے دوسرے عالم تک ارسال ہو رہا ہو۔ اسے غلبی قوتوں کے ذریعے پہنچانے میں سے ہو کر گزارا جاتا ہے۔ اس جانب واسطہ ہوتا ہے۔ اس جانب موکل!

پروفیسر کی ای جوڑ کی وضاحت یہ ہے کہ عام مجلس حاضرات ارواح میں روحوں سے پیغامات وصول کرنے اور پیغامات دینے کا طریقہ یہ ہے کہ حاضرات کی مجلس کا مرکز ایک واسطہ معمول ہوتا ہے۔ اس شخص پر استغراق کی حالت طاری ہوتی ہے اور جو بھی وہ اس میں آتا ہے۔ عالم ارواح کا ایک موکل معمول کا کنٹرول سنبھال رہا ہے۔ اب آپ معمول سے جو سوالات کرتے ہیں۔ اس کا جواب آپ کو ملے گا۔ معمول کی زبان سے ادا کرتا ہے۔ یہی موکل طلب کردہ روحوں کے پیغامات معمول کے ذریعہ حاضری تک پہنچاتا ہے۔ تو گویا روحوں سے بات چیت کرنے کے لئے دو ذراتوں کا وسیلہ اختیار کرنا پڑتا ہے۔ ایک معمول جو استغراق کی حالت میں آپ کے سامنے بیٹھا ہے دوسرا موکل، جو معمول پر مسلط ہے اور پھر وہ روح جو موکل کی وساطت اور معمول کی زبان سے مصروف سوال و جواب ہے۔

## موکلوں کی حیثیت

پروفیسر جڈ لکھتے ہیں کہ: **اے مالک کل مدبر والدین** پر راجہ جس کی حیثیت اور نوعیت بھی بدستھی سے بہت جہل کی ہے۔ مگر پھر پھر لکھتا ہے کہ اس موضوع کی قدر کے تفصیل سے چھان بین کی ہے۔ اور وہ انہی وضاحتوں کو پیش کرتے ہیں۔ جو خود موکلوں کی مہیا کردہ ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ موکل یا تو واسطے (معمول) کی بنی لا شعوری ذات (UN Conscious Self) ہے۔ یعنی روح کی ثانوی شخصیت جسے اس نے خاص اس فرض سے وجود بخشی بخشتا ہو۔ (یعنی پروجیکٹ کیا ہو) تاکہ وہ ان سے جو خود راہی کیفیتوں اور مادی جسموں کے تابع ہیں اپنا رابطہ و تعلق قائم کرے یا روح کا ایک نقاب یا دھندہ شخص جو روح کی بجائے اس لئے کار گزار ہوتا ہے کہ وہ خود کسی اور مظاہرے میں مہمبک ہوتی ہے۔ یا پھر ایک خود کار شخصیت جیسی کہ کوئی نیند یا کالوس (Night Mare) میں از خود پیدا ہو جاتی ہے۔ یا پھر موکل

ایسی روایتی تعلق ہے۔ جو اس عالم کے اور دوسری دنیا کے مابین افسر رابطہ کی حیثیت سے برسر کار ہو۔ بہر حال زیر بحث موضوع کا یہی الجھا ہوا ہے جس کے پیش نظر ان ارواح کی شخصیتوں کے بارے میں (جن سے کمرہ حاضرات میں ملاقات ہوتی ہے) بعض مواقع پر اس طرح گفتگو ہوتی ہے۔ گویا کہ وہ روح کے ایسے عارضی مظاہر ہیں جنہیں ایک موکل نے معنوی طور پر مگر لیا ہو۔ جو ارواح کی شخصیت اور واسطے (میڈیم) کے درمیان مائل رہتا ہے۔ موکل کی حیثیت کا معاملہ جس تاثر کی سے گھرا ہوا ہے اسکی نوعیت کچھ ایسی ہے کہ یہ تمام کام موضوع اسی تیر کی سے چلنا ہے، البتہ تاؤ نامش کے دوطرفے تو بدنام ہو جاتا ہیں۔ جن کے حوالے سے یہ فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ روحانیت (روحوں کا حاضری ہونا) کے دعوے کا کوئی حقیقہ ہے بھی یا نہیں؟ پہلے تو یہ کہ آیا ان پیغامات کے ذریعہ کوئی ایسی معلومات مہیا ہوتی ہے۔ جن کے متعلق یہ حضور نہیں ہو سکتا کہ ان پر کسی کمرے کے شخص کے ماسوا کوئی اور شخص دسترس رکھتا ہو؟ ہمیں فوراً ہی یہ بات مانتی پڑے گی۔ کس اس امر کا ثبوت ہم پہنچا کر آ یا ایسی معلومات کی منتقلی عمل میں آ رہی ہے کہ نہیں؟ انتہائی دشوار ہوگا۔ یعنی دشواری یہ ہوگی کہ ہر صورت میں متعلقہ اشخاص میں سے ہر ایک کی حد تک اس کا پورا یقین ہو جائے کہ وہ معلومات نہ تو شعوری طور پر اس کے قبضے میں تھیں یا اس کے قبضے میں آ سکتی تھیں؟ اور نہ اس کے لا شعوری تعلقوں اور گہرائیوں میں اس کا امکان ہو سکتا تھا۔ گویا کوئی خود پر یقین کرنا چاہئے کہ زعمہ جس خواہ مرد ہو یا عورت، ان معلومات کی ترسیل کے لئے اپنے چھ جہات ہی کوئی حتمین انتظامات کر کے چلے۔ یہ کہنا بہتر ہوگا کہ کوئی موت کے بعد بھی ہمارے کی خاطر اپنے جیتے کی کوئی "زعمہ" علامت" مقرر کرے تو صرف ایسی صورت میں ہی یہ کہا جاسکے گا کہ لوازمات ثبوت میں سے چند ایک کی تکمیل ہوئی ہے۔

## شہادت کی کوتاہی

حاضرات ارواح کی نوعیت و حقیقت پر پروفیسر جڈ کا مواضع جاری ہے۔ لکھتے ہیں کہ چنانچہ کئی ایک صورتوں میں ایسا ہوا بھی ہے۔ مثلاً ایف ویلیو۔ ایچ اور ڈاکٹر اے ڈیل

مرچو

ویرال (Verral) جو روحانیت پر یقین کلی رکھتے تھے کہا جاتا ہے کہ اپنی زندگی ہی میں ان دونوں نے اس کا اہتمام کر لیا تھا۔ کیونکہ ان کے پس ماندہ احباب و ازماعا کا بیان ہے کہ وہ لوگ ان دونوں کے مرچنے کے بعد بھی ان سے ہم کلام ہوتے رہے ہیں لیکن جہاں تک میں واقف ہوں ان بیانات کے ذریعے جو مرحومہ طور پر گزرے ہوئے شخصیات کی طرف سے آتے ہیں۔ کسی وقت بھی مظلومہ فراموش نہیں ہوا یعنی یہ ثبوت کہ ان بیانات کی سہرا کردہ معلومات ایسی ہوں۔ جن سے مسلسل طور پر صرف ان شخص کے باخبر اور واقف ہونے کا امکان ہو۔ جس نے اپنی وفات سے قبل ہی یہ بیانات کہہ لئے ہوں۔ اور اگرچہ کسی ایک موقوفوں میں اس نوعیت کا ثبوت کا اور کیا چاہا کہ یہ لیکن جب بھی ایسا ادعا کیا گیا تو غیر جانبدار شخص نے جس بات کی شہادت میں جرح و تعدیل سے کام لیا۔ جس پر وہ ثبوت مبنی تھا تو ان کے نزدیک ایسا ثبوت کچھ یطیمان بخش قرار نہ پایا۔ یہ بات مجھے اس دوسرے سوال پر کھڑا کرتی ہے۔ جس کو اس وقت اٹھانا میرے خیال میں مناسب ہوگا۔ جب کہ جتنے روح کے دعوے کا قرینہ (Spirit Hypothesis) مد نظر ہو۔ یعنی ان بیانات کی عام نوعیت کا سوال جو ارواح کے یہاں سے وصول ہوتے ہیں۔ اور جن کی عادت یہ بتائی جاتی ہے کہ وہ ان حالات کو بیان کرتے ہیں جن میں ارواح کا وجود پایا جاتا ہے۔ ان بیانات میں (۲) عام خصوصیتیں پائی جاتی ہیں۔ اولاً تو ان میں سے مغز، مہمل اور معمولی باتیں ہوتی ہیں جتنا وہ سب کہہ سکتے ہیں۔ تو بلا واسطہ اور واسطے (میں یہ) کے ہم نشینوں کی عام تہذیب و تہذیب نیز انہیں ان کے خیالات اور نقطہ نظر کے محرکات! دوسرے الفاظ میں ہوں کہنا چاہیے کہ واسطے (میں یہ) اور اس کے ہم نشینوں کا سامعہ شرفی اور شافعی میں مظهر رکھنے والے اشخاص اگر اپنے خیال سے کام لیں۔ تو سب بیانات اٹھیں گی پر واضح خیال سے عبارت ہوں گے۔ نیز یہ کہ وہ کسی ایسی شے سے ملوث ہوں گے جسے ان متعلقہ اشخاص کے جو بقید حیات ہوں۔ اور وہ خیال سے سوا یا الگ بات نہ جاسکے۔ عالم برزخ۔ (Summer Land) کہ قصوں کا چچا تو ایک حد تک بہت ہی عام اور معمولی بات ہے یعنی وہ عالم جہاں گزرے ہوئے لوگوں کی روئیں اپنا وقت گزارتی ہیں۔ لہذا اگر وہ شخص جنہیں ہم قدرہ و منزلت کی

رنگا ہوں سے دیکھتے اور جن سے ہم وابستہ رہے ہیں۔ ویں ان ارواح کی صورت اور چوٹی ہر دور کے ذمہ دار ہیں۔ تو پھر جو بے عیاض سب سے ساتھ ہیں یہ تجویز افذ کرنا پڑے گا کہ وہ دوسری دنیا ایک ایسی جگہ ہے جس میں روح انسانی کم سے کم اپنی عقلی وصف کی حد تک تو حسرت ناک طریقہ پر اختر سے اختر ہوتی چلی جاتی ہے۔ پھر یہ تجویز بھی افذ ہو سکے کہ کبروت (Ghost) اگر صاحب نفس یا ذی روح بھی ہوتے ہیں تب بھی ان میں دماغ تو بہر حال نہیں ہوتا۔ تاہم ان بیانات کے مغلطیات تھیں اور پچھونے پر بہت زیادہ زور نہ دینا چاہئے کیونکہ "مازس" نے اپنی تھیلی میں ایک جگہ ایسی بات لکھی ہے جو دل میں اتر جاتی ہے چنانچہ نفسی تحقیقات کے دو مغلطی جن کا پتہ کچھ بھی نہیں معلوم! موصوف ان کا کھون لگنے والوں کا موازنہ کولیس اور اس کے ہم سطر ملا حوس سے کرتے ہیں۔ جنہیں امریکہ سے لوئین تعارف وہاں کے سمندری نباتات کے خوش نما مناظر۔ نیز بقی ہوتی تھیں وں اور بحر کا سرگاسو (Sargasso Sea) کے دوسرے شس و جاشاک کے ذریعہ حاصل ہوا تھا۔ مازس کا کہنا ہے کہ اگر عالم فہم کے متعلق ہمارے لوئین حقائق صرفاً حیر و پوچ دکھائی دیں۔ تو کیا ہمیں اس کے سبب اپنی تلاش ڈھنچے باز کرنا چاہیے۔ کیونکہ کولیس کے لئے بھی یہی چارہ کار تھا کہ وہ امریکہ کو قافحی ساحل سے آدھے راستے پر چھوڑ کر اپنے گھر چلا جاتا تھا اس بناء پر کہ ایسے بڑے مظلوم کی دریافت محبت ہے۔ جو صرف ہے جان مہملوں کے ذریعہ اپنے وجود کا اعلان کر رہا تھا۔

پروفیسر جڈ نے حضرات ارواح کے بعض پیلوڈوں پر جو گفتگو کی ہے اس کو سمجھنا اور سلجھنا ضروری ہے آپ مثلاً ارواح کا عام طریقہ معمول (میں یہ) اور موکل! موکل مظلومہ روح سے آپ کا جواب حاصل کر کے اسے معمول کی زبان سے ادا کر دیتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ موکل کون ہے۔ پروفیسر جڈ نے سوال کیا ہے کہ کیا یہ معمول کا لاشعوری حصہ ذات ہے جو حضرات ارواح کی مجالس میں موکل کا روپ دھار لیتا ہے۔ درحقیقت اس سوال کا کوئی جواب فاضل مصنف نے نہیں دیا پھر یہ کہ جتنا کہ ان بات کے لئے جو شواہد میں پیش کی جاتی ہیں۔ وہ کافی اور ایک حد تک نااطمینان بخش ہیں پھر یہ بھی کہ معمول اور موکل کے ذریعہ سوالات کے جو جوابات ملتے

ہیں۔ وہ منجھکر خیر اور حیرت انگیز رنگ تک نظر نہ ہوتے ہیں۔ لیکن کیا ان جوابات کی سطح کے سبب عالم ارواح کی تلاش و تحقیق کا سلسلہ بند کر دیا جائے؟ ایف ڈی ایچ مائرس کہتا ہے کہ نہیں، کونسل امریکہ کی دریافت کے لئے لگا تھا ابتدا میں اسے پانی پر ٹکڑی کے صہیر پڑے ہوئے دکھائی دئے تو اسے یقین آیا کہ کوئی حصہ زمین قریب ہی ہے۔ جہاں سے ٹکڑیاں بہرہ برسر سمندر میں آ رہی ہیں امریکہ کے وجود کا ثبوت بہت حقیر جغرافیائی صرف و خشاک لیکن وہ حقیقت بہت عظیم و انقلاب انگیز تھی جس کا علم ان پہنچی ہوئی ٹکڑیوں اور خشاک کے ذریعہ کیا جا رہا تھا۔ ڈیوید دنیا کی ہمہ جہتی امریکہ کی دریافت سے متاثر ہے ابھی مجلس حاضرات میں سے معنی جوابوں اور سطحی باتوں سے ہمارا ساہتہ بڑھتا ہے۔ اس بات کا خیال ہے کہ آئندہ ٹکڑیاں چاہتے ممکن ہے کہ مقررہ قریب پر وہ اٹھ جائے۔ اور ہمیں اس عالم عظیم الشان کی جھلک نظر آجائے۔ جس کا نظارہ ہم خواہوں میں کرتے ہیں۔ اس موضوع کے بعد پروفیسر ای ایم جیڈ نے کمرہ حاضرات کے ماحول پر بحث کی ہے یہ بحث بھی قابل مطالبہ اور حاصل مطالعہ ہے۔

## حاضرات کے مظاہر

پہلی قسم کے مظاہر وہ ہیں جن سے کمرہ حاضرات سے حاضرین ہی ہوں گے۔ ان سے پہلے ہے کہ ایک مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اور (دائیں) کونسل مائرس کے بیان سے رابطہ کیا جاتا ہے۔ گورامان میں لے کر ایک علاقہ نکالا جاتا ہے۔ اور معمول کے ہاتھ پاؤں باندھ دیے جاتے ہیں۔ صرف ایک مدغم سر ہنسی راتی ہے پھر ایک گراموفون بجا کر حاضرین سے درخواست کی جاتی ہے۔ کہ وہ گانا گائیں اور شاعر نکلیں۔ (خیال یہ ہے کہ دروہوں کے مؤمنین کو شاعر شہب پسند ہے) اس انشاء میں بہت سی چیزیں سرزد ہوتے ہیں۔ جو کافی ٹھیک اور پُر قسم کی ہوتی ہیں۔ مثلاً کمرہ حاضرات کا درجہ حرارت گرے لگتا ہے۔ ہاتھوں اور پیروں پر دروہ کے جھوٹے حصوں ہوتے ہیں کہ وہ مختلف حصوں میں روشنی کی شاہیں دکھائی دیتے ہیں۔ کبھی کسی کی گود میں کبھی کسی کی شانوں پر اور کبھی کسی کی ناک کے نیچے وہیں ایک منظر ہوتا ہے جسے بڑی احتیاط سے

ہر طرف سے سیل بند کر کے رکھ دیا جاتا ہے۔ اور جس میں انواع و اقسام کی چھوٹی چھوٹی چیزیں لگی رہتی ہیں۔ ان چیزوں پر غاسٹوں لگا ہوتا ہے تاکہ وہ انہیں منور کر دے۔ اب یہ چیزیں بڑا کی ڈرا میں حرکت کرتی دکھائی دیتی ہیں ان کے علاوہ کمرے کے پورے اڈر اندر کی طرف لٹک جاتے ہیں۔ منجھکر اور ٹھیکٹیاں سی پھٹے جیسے ہیں۔ فرش پر میز خود بخود حرکت کر کے جھپٹے ہے۔ روڈی کی نوکریاں ہوا میں اڑنے لگی ہیں۔ اس پر پورے عرصہ میں معمول کی کھٹے منجھولی سے نیکڑا ہوتا ہے۔ اور جس پر بظاہر گہری نیند طاری ہوتی ہے۔ سانس لینے میں بڑی وقت چٹن آتی ہے کچھ دیر بعد منوکل۔ جسے ان مظاہروں کی چٹن کش کا ڈسار دیا جھکا جاتا ہے یا تو پہلے سے مقرر کردہ کسی شکل کے ذریعہ اس امر کا اشارہ کر دیتا ہے۔ یا معمول کی زبان سے بول اٹھتا ہے۔ اوپر جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ اس قسم کے واقعات کی ایک نمائندگی ہے مختصر اور لازماً اور صوری ہی روکھا ادا ہے۔ جس کے رد و فنا ہونے کی توقع اس وقت کی جاتی ہے۔ جب کہ معمول بہت مستحضر اور متکلیف ہوا اور مناسب طور پر حاضرات کی کارروائی کی نگرانی اور پابندی کا انتظام بھی ہو۔ جیسا کہ روڈی آئیڈل اور اسٹیل سی۔ لیکن بعض مرتبہ یہ کارروائی زیادہ سست سی خیر و خوات کی بنا پر قدرے متورج بھی ہو جاتی ہے۔ مثال کے طور پر میں نے دیکھا کہ روہاں خود بخود ہوا میں اڑ جاتا ہے۔ پھر اس کے دو ٹکڑے ہو جاتے ہیں۔ اور خود بخود اس میں گرہ پڑ جاتی ہے۔ لیکن تمام واقعات کو دینی کچھ اختیار کرتے ہیں۔ جیسا کہ کھٹے کے بیان کیا گیا ہے۔ ہاں جاتے گان مظاہر کا بڑھاپہ اور ایک دینی پادری گری ہے۔ جس کو مدغم ہی روشنی اور بات چیت نیز گراموفون کے شور و گلی کی آواز کے ٹکڑوں میں لایا جاتا ہے۔ تو میں نہیں جانتا کہ اس ادعا کو کیسے لفظ ثابت کیا جاسکے گا۔ یہ مسئلہ ایسا ہے کہ ہر شخص کو نیز اپنے آپ اس کا فیصلہ کر لینا چاہئے میری حد تک تو یہ ہے کہ میں شہید ہادی میں کوئی کمال نہیں رکھتا اور میرا شمار ان الاعتقاد لوگوں میں ہے۔ جو نہ صرف اس سے واقف ہوتے ہیں کہ اس قسم کے انتہا ساسات (فریب نظریہ) کس طرح چٹن آتے ہیں؟ لیکن ان کے پاس تو کوئی ایسا نظریہ بھی نہیں۔ جس سے یہ معلوم ہو کہ ان مظاہر کی پیشکش کیونکر ممکن ہے؟ لہذا اس معاملہ میں میری رائے کی کوئی وقعت نہ ہوگی۔ البتہ میں اسے اپنے اقلیدہ کے دورج کرنا چلوں۔ کہ مختلف مواقع پر میں نے جن

مرچو



کہ:

آج کل یورپ و امریکہ میں باضابطہ انجنین قائم ہیں جو عرصہ سے روحانیت کے متعلق تحقیقات کر رہی ہیں۔ ان انجنینوں میں سربراہیڈر ریٹکرڈ امر آرتھر کونن ڈاکٹر اور سر ایور لان جیسی گراں پایا شخصیتیں شامل ہیں۔ ان لوگوں نے ناقابل تردید مشاہدات کی بنا پر یہ کلیے قائم کیا ہے کہ مرنے کے بعد انسانی روح نہ صرف زندہ رہتی ہے۔ بلکہ اپنی پوری فردیت (شخصیت) باقی رہتی ہے۔ اور عالم برزخ کی زندگی اس زندگی سے بہت حد تک ملتی جلتی ہے۔ مرنے کے بعد ہمارا کیا حال ہوگا؟ یہ متوقف ہے اس پر کہ ہمارا اس دنیا میں کیا حال رہا ہے۔ اگر میری ادبیات کا مطالعہ کرنے والے آسکر وائیڈل کے نام سے خوب آشنا ہوں گے۔ وہ شاعر حق تعالیٰ کا بھرتا تھا۔ تھا۔ اس کے ادبی کلمات انگریزی زبان میں نزاہت و پاکیزگی کے بہترین نمونے ہیں لیکن انکی ذاتی زندگی میرا سرحدوان (گمراہی و سیاه کاری) تھی۔ وہ نہایت کثیف قسم کی نفسیات کا قلام تھا انکی تمام عمر بے چینیوں میں بسر ہوئی۔ حال ہی میں ایک عورت نے "آسکر وائیڈل کے روحانی مراسلات" کے عنوان سے ایک کتاب شائع کی ہے اسکو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکو وائیڈل عالم برزخ میں بھی اسی طرح سکون و اطمینان سے عرصہ سے جس طرح اس دنیا میں تھا۔ وہی رک رک کر جذبات و خیالات کے عالم میں اٹھ کر رہا ہے۔ اب تک کہ اپنے ہونے ہیں۔ گویا دنیا کی حالت کی دراصل یہ صورت ہوتی ہے۔ کہ اگر آپ زندگی میں نا آسودہ رہے تو مرنے کے بعد بھی نا آسودہ رہے۔ جس کتاب (روحانی مراسلات) کا میں نے حوالہ دیا ہے۔ اس کے ایک ایک حرف سے گھنٹے والی کی صدق و خلص کی ہوتی ہے۔ اور کوئی شخص کہ اسے سمجھ سکیں۔ اس کے علاوہ وائیڈل کے جتنے مراسلات اس میں درج ہیں۔ وہ سب وائیڈل کے خاص اعزاز میں ہیں۔ حالانکہ دلائل قائم نے اس سے پہلے اسکو وائیڈل کی کبھی ہوتی ایک سطح بھی نہیں پڑھی تھی۔ روح اور روحانیت کے خلاف ایک پھر دیکھ لی جاتی ہے کہ روح کو نظر تو آتی نہیں۔ ہم زندوں کے ساتھ اس کے تعلقات کس طرح تسلیم کر لیں۔ اس بارے میں بھی صرف اتنا بتا دیتا ہے کہ آپ نہ جانے کتنی ایسی چیزوں کے وجود اور ان کے اثرات کو مانتے ہیں جو غیر مرئی ہیں۔ (دکھائی نہیں دیتیں) مردوں کو

آپ بے شک نہیں دیکھتے لیکن آپ گیسوں کو ب دیکھتے ہیں۔ یا برقی روکن آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ حالانکہ برقی روپ آپ کی ضروری کیا کرتا ہے۔ کہنے والے کہیں گے کہ کم سے کم ان آلات کو دیکھتے ہیں جن میں برقی روپ دیکھ ہوتی ہے تو ہم کہتے ہیں کہ ان آلات کو دیکھتے ہیں جگہ ذرا بعد میں اپنا کام کرتی ہیں۔ مثلاً باقی تھتے اور دیگر آلات حاضرات ایسے مسائل میں صرف اس دلیل سے کام چلتا ہے جو مولانا رام نے خدا کے وجود کو ثابت کرنے میں پیش کی ہے۔

دست پنیاں و قم میں علامہ گور  
اسپ سلطان و قیاس سر

(پتھر نظر نہیں آتا مگر جملہ عمل رہا ہے گھوڑا کرم رفتار ہے اور سوار کا پتھر نہیں) روحانیت (جائے روح کا مقصد ہے) کوئی نئی چیز نہیں بلکہ ہر شے۔ ہر جہد میں حیات بعد امارت پر یقین رکھتی چلی آئی ہے اور اس حد تک کہ زندوں اور مردوں میں سلام پیام کا امریکان بھی تسلیم کیا گیا ہے۔ انکی نفسیاتی توجہ یہ جو کچھ بھی ہو۔ مگر یہ ایک تاریخی حقیقت کہ عہد جاہلیت میں اس یقین کا محرک "خدا ہے" تھا۔ اس وقت کے جاہل اور غیر متدین لوگ جب مردے کو خواب میں دیکھتے تھے تو جانا چوں و چرا سمجھ لیتے تھے کہ مرنا کیا ہے نہ کہیں اب بھی موجود ہے۔ اور ہم سے اس حالت میں آکر ہم کلام ہوتا ہے۔ یہاں اس بات کو بھی ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ تاریخ اور جہالت کے اس دور میں یہی امری اور عجیب و غریب حقائق کو خیال اور فکر و ادبی سمجھا جاتا تھا۔ روحانیت کا عہد یہ میں سمجھتا ہوں کہ باقیانی اور سو فیڈنگ کے ہم تاریخی شہرت رکھتے ہیں۔ مسرور کا ایک ڈاکٹر تھا۔ اس کے معالجات نفسی کا کوئی کامیابی نصیب ہوئی کہ دور دور سے لوگ اس کو کہنے کی غرض سے آنے لگے اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے مسرور کا لفظ گفت میں آ گیا۔ سو فیڈنگ مسائل میں عمر گزارنے کے بعد روحانیت کا قائل ہونا پڑا کیونکہ اسکو روحانی مشاہدات اور الہامات کا ذاتی تجربہ ہونے لگ تھا۔ اور وہ علاج جذب و ودھان میں بڑے سے بڑے اولیاء و قلعہ و سلطان اور ریاضیانی وین مثلاً کالون، ویتھر سیر و سوئی اور حوا وغیرہ کو کچھ لیا کرتا۔ اور ان سے مراصلے بھی حاصل کر لیا کرتا تھا۔ اس وقت تک نفس تحت الشعور یا شعور Subliminal Self کے لوگ واقف نہ تھے اس لئے

سمجھتے تھے کہ رو میں براہ راست ہم سے خطاب ہوتی ہیں۔ ان لوگوں کے بعد اور بھی عامیاں زودعائیت گزرے ہیں۔ جن کی کاوشیں لاکھ ستائش ہیں۔ یہ انہیں کی تحقیقات کا نتیجہ تھا کہ آخر کار پروفیسر بکنگ، پروفیسر برٹ اور ایلف ڈیوایو باکس نے انہی ضرورت محسوس کی کہ ان مشاہدات روحانی کی تفتیش کے لئے ایک باقاعدہ انجمن ترقی کی۔ اس انجمن کا نام: ”روحانی تحقیقات کی انجمن“ (S.P.R.) رکھا گیا۔ اور ٹیلی جیسی یا نقل انکار (تھارن ریلنگ) عظیم، خود گاندی، خود متالی (خود گاندی) غیب دانی اور اس قسم کے اور بھی سیکڑوں مظاہر روحانی کی قطعاً نہ تحقیق کا بیڑا اٹھایا۔ اس کے صدر کیے بعد دیگرے برکس، ولیم جیمز، ریلور، لاج وغیرہ جیسے بڑے بڑے فلسفی رہ چکے ہیں اور اس انجمن کی کارروائیاں ۲۵ جلدوں میں (تصنف صدی گئی) شائع ہو چکی ہیں۔ یہ انجمن سائنس کے جدید اصولوں کے مطابق کام کرتی ہے اور تحقیقات و تجربات کو طلاق راہ نہیں دیتی۔ اسکے مشہور ترین تجربات وہ ہیں جو مشہور معمول (میڈیم) مسز پتھر کے ذریعہ حاصل ہوتے ہیں۔ مسز پتھر پر ایک غایت خود کی طاری ہو جاتی ہے۔ اور اس حالت میں وہ خود بخود لکھتا یا پڑھنا شروع کر دیتی ہے اور یہ دیکھ کر کہ اسکو اکثر ایسی باتوں کا علم ہو جاتا ہے جس کی خبر اسکو کسی طرح ہو ہی نہیں سکتی۔ مانتا پڑتا ہے کہ کوئی نہ کوئی فوق العادہ قوت ضرور ہے اسے یا معمول نا ملتی ہے فی الحال اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ آج کل کے سائنس دانوں نے ان نفسیات اس بات کو ماننے پر مجبور ہیں کہ عام اراد و ادب سے مکاتے اور اسرار سے ہو سکتے ہیں اور ہوتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اسکے پرانے میں نہ جانے کتنی شدید و بڑیاں اور فربہ کاریاں بھی کام کرتی ہیں۔ لیکن محض ان بات پر حقائق سے تو انکار نہیں ہو سکتا۔

### خود نوہی

آج کل جس مسئلے پر سب سے زیادہ الجھل مچی ہوئی ہے وہ خود نوہی اور خود گاندی کا مسئلہ ہے۔ خود نوہی کی صورت یہ ہے کہ معمول پر ایک کیفیت طاری ہوتی ہے۔ اور وہ خود بخود کچھ لکھنے یا بولنے لگ جاتا ہے عوامی کسی مرنے والے کے لکھنوات ہوتے ہیں۔ یہاں یہ بتادنا ضروری ہے

کہ ہر شخص معمول بین کا صاحب نہیں ہو سکتا۔ خاص خاص لوگوں میں اس قسم کی تریجانی کی صلاحیت ہوتی ہے۔ اور وی اس کا کام کرتے ہیں غیب دانی بھی روحانیت کا ایک زبردست موضوع ہے۔ بعض انسانوں میں ضمیر شناسی کا ملک ہوتا ہے۔ یعنی وہ دوسروں کے دل کی باتیں جان لیتے ہیں۔ ایسے لوگوں میں ایک فوق العادہ قوت اور اک تسلیم کرنا ضروری ہے ورنہ امشادات کی توجیہ ممکن نہیں۔ (پروفیسر بکنگ کو کچھ وی لکھتے ہیں)

### آئینی واقعات

آخر میں بھوت پریت اور جن کے مسئلے کے بھی روحانیت ہیں کا ایک مسئلہ سمجھتا ہوں۔ اور ان کی توجیہ و تشریح بھی انہیں نظر آتے ہے ہوتی ہے۔ جن سے روحانیت کے مسائل حل ہوتے ہیں۔ میں اس جگہ خود بخود اور راز کا تالیوں سے کام لینا نہیں چاہتا۔ مجھے اس سے بحث نہیں کہ بھوت پریت کے اصلی معنی کیا ہیں؟ یا ”جن“ کا لفظ قرآن میں کیا مفہوم رکھتا ہے؟ ان الفاظ کے خواہی معنی ہوں۔ جو کلام نے بھوت کے ہیں یا کچھ اور جن ان سے انکا نہیں ہو سکتا کہ ایک دنیا ایسی ضرور ہے جسے ہم نے ظاہری حواس سے نہیں سمجھ سکتے۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ ان نفسی اور روحانی مظاہر کی توجیہ ہو سکتی ہے یا نہیں؟ میں یہاں ان نظریات سے بحث نہ کرنا چاہتا۔ جو محمد جاہلیت میں انسان کے روحانی مسائل کو حل کرنے کیلئے پیش کئے تھے۔ مجھے صرف یہ دیکھنا ہے کہ موجودہ سائنس اور عملیات کی بناء پر ان مباحث کے مسئلے میں کیا کہا جا سکتا ہے آج کا دنیا نے نفسیات کی مسئلہ حقیقت ہے کہ انسان کا نفس اور حصول پر مشتمل ہے۔ ایک تو شعوری ہے دوسرا غیر شعوری یا تحت اشعوری! ہم کو انہی شعوری کیفیات کا علم تو رہتا ہے لیکن ان کیفیات کا احساس تک نہیں ہے۔ جو ہمارے شعوری رخ کے نیچے اپنی پڑی ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ ہماری شعوری زندگی کا دار و مدار انہی کیفیات غیر شاعرہ (وہ کیفیتیں جو شعور میں آئیں) پر ہے۔ نفس (انسانی) ایک سمور کی مانند ہے۔ اور کیفیات شاعرہ (شعوری کیفیتیں جن سے ہم واقف ہیں) مشاہدہ ہیں۔ مختلف جزیروں ہے! ہم ان جزیروں کے صرف ان حصوں کو محسوس کرتے ہیں جو سطح سے اوپر ہیں۔ لیکن

ہم ان کو اس کا علم مطلق نہیں کہ سب کے سب ان چیزوں کی بنیاد کتنی گہری ہے۔ جو ظاہر ہیں لٹکائوں سے چسپیدہ ہیں۔ بعض لوگ صرف اس لئے "نفس غیر شاعر" (اشعور) کے منکر ہیں کہ وہ اسکو محسوس نہیں کرتے لیکن جاننے والے جانتے ہیں۔ کہ یہ کتنی حقیقت نہیں ہم توانائی کو نہیں دیکھتے مگر اسکا وجود طبیعات میں تسلیم کیا جا چکا ہے۔ ہم اثير (Ether) کو مانتے ہیں برق پاروں (ایلیکٹران) کے قائل ہیں کیونکہ ان کو تسلیم کے بغیر عالم مادے کے نہانے کتنے مظاہر سمجھ میں آنے سے روہ جاتے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ نفس غیر شاعر (اشعور) کے وجود سے انکار کیا جائے۔ جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ انکی نگاہ پر کامیابی کیسا حیران واقعات کو توجیہ دے سکتی ہے جن کو اب تک دنیا تجربات و خرافات اور دنیاویات و خرافات سمجھ کر جاتی رہی!

### نفس غیر شاعر

نفس غیر شاعر۔ نفس کے اس حصے کو کہتے ہیں جسکا ہمیں شعور حاصل نہیں۔ تاہم وہ برابر شعور پر اثر انداز ہوتا رہتا ہے۔ پر وہ فیض بخول گورکھ پوری کا بیان ہے کہ

اس نفس غیر شاعر (اشعور) کو صرف ان گزشتہ ارتقائی (ذہن پر جو ترقی چھپ گئے ہیں) کا دفتر نہ بھٹکا جاسکے۔ جن کا اہم کارکن احساس کل ہے۔ بلکہ یہ حقیقت اسے ایسی قوتوں کا گنبد (خزانہ) سمجھنا چاہئے۔ جو نفس شاعر (نفس انسانی) کا وہ حصہ جسکا کامیاب شعور حاصل ہے) کے حصے میں نہیں آئیں۔ ہمارا نفس غیر شاعر اپنے کوششوں سے کھٹکتا ہے۔ جنہیں ہمارا شعور خواب میں بھی نہیں دیکھ سکتا۔ لیکن نفس غیر شاعر ہے جو مجرم کی ہر ممانعت، دیوانی کی دیوانگی شاعر کی شعریت، دونی کی ولایت و ولایت اور نبی کی نبوت کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ نبوت پریت، ارواح، جنات، ملائکہ اور اس قسم کے دیگر مظاہر جو ہمارے حیطہ شعور اور دائرہ عمل کے باہر ہیں۔ اس نفس غیر شاعر کے توسط سے مشاہدے میں آتے ہیں۔ اس لئے انہیں یا تو قوت ہمت سمجھ کر نال دیا جاتا ہے یا فرق انصاف سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ لیکن اس کا راز وہ اسباب و علل میں کوئی چیز نظام فطرت سے ملے نہیں ہے۔ (یعنی ہر واقعہ قوانین فطرت کے تحت ظہور میں آتا ہے۔ گو میں ان قوانین کا علم نہ

ہو۔) ہر چیز کا محسوس یا غیر محسوس سبب ہوتا ہے۔ جن روحانی تجربات کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ ان کے لئے ہر نفس یکساں موزوں نہیں ہوتا۔ بالخصوص جن لوگوں میں عقل و استدلال کا مادہ ضرورت سے زیادہ ہوتا ہے۔ وہ ان مشاہدات سے بہرہ ور نہیں ہوتے عموماً یہ دیکھا گیا ہے کہ ضعیف الاعصاب لوگوں خاص کر عورتوں میں ان مظاہر و حوادث کو محسوس کرنے کی صلاحیت زیادہ ہوتی ہے اس کے معنی یہ نہیں کہ ایسے لوگوں میں ایمان لانے کی قابلیت زیادہ ہوتی ہے بلکہ درحقیقت ان کا نفس الاشاعر (اشعور) نفس شاعر (شعور) کے مقابلے میں زیادہ قوی ہوتا ہے۔ اور یہ لوگ فرق اشعور واقعات کا تجربہ آسانی کے ساتھ کر سکتے ہیں۔ اس کی ضرورت نہیں کہ "روحانیت" محاضرات ارواح (جس میں جتنے مشاہدات و تجربات ہو چکے ہیں ان میں سے بعض کو مشاہدہ پیش کیا جائے۔ کیونکہ منکر جب انکار پر عمل کر جاتا ہے۔ تو پھر کوئی ثبوت کوئی دلیل واقعی ہو یا خیالی اسکے لئے پیکار ہو جاتی ہے میں مثالیں پیش کرتا ہوں گا اور میرے مخالف ان کو شعبہ بازی یا تھم کی صفائی اور نظر بند کی کہہ کر رو کر دے کرے جائیں گے۔ مجھے تسلیم ہے کہ آج کل روحانیت میں اس قسم کی فریب کاریاں کمزور سے ہورہی ہیں۔ لیکن گہروں دکھا کر جو فردوش میں ایسے لوگوں کی بھی کی نہیں۔ جو واقعی گہروں میں دالے ہوں اس سے پہلے اشارہ بتایا جا چکا ہے کہ انہیں کتنے حقائق ایسے ہیں جو ادنیٰ لوگوں کے دائرہ ادراک کا مابہر ہیں۔ اور جن کو اس محسوس کیا جا سکتا ہے کہ صرف خواص نفس یا محسوس دانستہ لال سے نہیں بلکہ ذوق و وجدان سے! آج کل مادیت کا طغیان دیکھنا روز بروز کم زور پڑتا جا رہا ہے۔ اور اب بصیرت اس نتیجہ پر پہنچ چکے اور پہنچ رہے ہیں کہ حواس (دو یا پنج حواس جن کی مدد سے ہم دیکھتے، سننے، چمکتے، دھونے، چمکتے ہیں یا دانی ہیں اور ان سے کتب حقیقت ممکن نہیں یہ حقیقت کو کام محسوس کرنے یا سمجھنے کی صلاحیت یہ نہیں کہتے ہمارے پاس انکی کوئی دلیل نہیں ہے۔ کہ ہمارے روزمرہ کے محسوسات اور معقولات (یعنی جو کچھ ہم محسوس کرتے ہیں۔ اور جو کچھ سمجھتے ہیں۔) کوئی حقیقت بھی رکھتے ہیں؟ اگر کوئی عقلیت (حک پند) ان کو اس لئے اب قائل نہ کہتے ہیں کہ حقیقت جانی نہیں جاسکتی۔ صرف محسوس کی جاسکتی ہے۔ اور اس کو محسوس کرنے کے لئے انکی قوتوں کو فروغ دینے کی ضرورت ہے جو ہمارے اندر رو پڑی ہیں۔ البتہ کبھی کبھی

شاعر کے شعر، مہذب کے بزم صوفی کی کشف و کرامات اور نبی کے الہامات میں ظاہر ہوتی ہیں۔ فرانس کے مشہور فلسفی برکسائے نے نہایت واضح طور پر ثابت کر دیا ہے۔ کہ انسان کے عقل و حاس اس لئے بنائے ہی نہیں گئے۔ کہ وہ ہستی کے امرا کو سمجھا سکیں۔ اس کام کو انہماج دینے کیلئے وہ جان کی ضرورت ہے یہ وجدان باخود ہمارے نفس "غیر شاعر" کے اندر جمبول و معطل پڑا رہتا ہے زندگی کی حقیقتوں کو محسوس کرنے کیلئے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے اس وجدان (لا شعوری قوت) کو ابھاریں اور اس کو اپنے نت سے کرے دکھائے کہ موقع دین پھر بقول شیخہ، دیکھو وہ آنکھ سے کہ نہ دیکھا ہو خواب میں، شو کی شمع کو بیٹھ کے لئے نہیں تو کبھی کبھی بچھا دینا چاہئے پھر عالم نور سے صرف استغوث کی آیت سنائی دے گی۔ جگہ ہاں کے تمام جلوے آنکھوں سے سامنے روشن ہو جائیں گے۔ مگر ہاں پہلی شرط یہ کہ

روشنی اور نور خود پاک حق  
بہر ازاں اس نور کا ادراک کن

(پہلے تم اپنے دل کے رنگ کو صاف کرلو۔ پھر اس نور کا ادراک کر سکتے ہو) جب تک انسان کی آنکھوں پر محض وہوش کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ اس قوت تک اس کو حقیقت کی صرف بیرونی سطح نظر آسکتی ہے جس کو اپنی صورت کا عکاس کہہ سکتے ہیں۔

مرچو

اے مالک کل میرے والدین پر رحم کرے  
روحانی مرا اسکات

حاضرات ابرار کی گفتگو میں آپ مسز پھر کا نام سن چکے ہیں یو یولٹن (امریکہ) کی رہنے والی تھی اور خود نویسی (ای آؤٹ بیک رائٹنگ) کے ذریعے روحوں سے بیانات وصول کرتی تھیں۔ ان کی خود نویسی کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ استغراق کی حالت میں گفتگو یا باتی تھیں۔ جب وہ استغراق کی حالت سے باہر آتی تو اسے شدید تکلیف ہوتی۔ اس کا بیان تھا کہ یہ دیا۔ اس دنیا کے مقابل میں (یعنی استغراق کی حالت میں جو دنیا نظر آتی ہے) بھدی۔ بدرنگ اور بے مزہ نظر آتی ہے یہاں کی چیزیں وہاں (عالم برزخ) کی چیزوں کی نسبت کمزور اور بد صورت لگتی تھیں حال چہروں کا

ہے ایک وفد اس نے ہوش میں آنے کے بعد کہا کہ مجھے تم لوگوں کی ضرورت نہیں۔ مجھے وہی دنیا زیادہ مرغوب ہے تمہاری صورت دیکھ کر مجھے بھی آتی ہے۔ مختصر یہ کہ تم لوگ بھدے اور بد قرار ہو میں کبھی گوارہ نہیں کر سکتی کہ میری صورت بھی تم جیسی ہو۔ کیا تم لوگ واقعی زندہ ہو؟ اس دنیا (عالم برزخ) میں جو لوگ ہیں۔ وہ تم سے کہیں زیادہ زندہ نظر آتے ہیں۔ مسز پھر کا یہ بیان بھی ہے کہ جب میں اس دنیا سے قطع تعلق کر کے (بحالت استغراق دوسری دنیا میں پہنچتی ہوں تو وہاں کے لوگ مجھ سے عکاس ہونے کے لیے چاہتے معلوم ہوتے ہیں اور جب کبھی موقع پاتے ہیں۔ مجھے کوئی پیغام ضرور دے دیتے ہیں۔ ڈاکٹر ہا جسٹن (Dr. Hadgson) نے جب مسز پھر کا امتحان لیا۔ اور اس کی تحریروں (مراسلات) کی تحقیق کی تو وہ مدد پر مفلک (فکلی) اور مگر تھے لیکن کسی سال کی تحقیق اور تنقید کے بعد اسے اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہ بیانیہ روحانی مراحل صوفی لوگوں نے کھولے ہیں۔ اور وہ لوگ مرنے کے بعد زندہ ہیں۔ ڈاکٹر ہا جسٹن کوئی عام آدمی نہ تھے۔ جو خوش اعتقاد ہی میں چلتا ہو کر ہر ذہنی چیز کو "ہونی" سمجھ لیتا ہے وہ بلند پایا مفکر خد کا رفیق اور ملزم دوست بزرگ تھے۔ یہ پروفیسر ہارٹس نے مسز پھر کے مراسلات کو جانچا اور وہ بھی اس نتیجہ پر پہنچے کہ وہ کسی طرح حتیٰ بر فریب اور معنوی نہیں ہو سکتے کیونکہ بے خودی کے عالم میں مسز پھر جو کچھ بتاتی ہے یا گفتگو کرتی ہیں ہوش میں آنے کے بعد اس کو مطلقاً اس کا علم نہیں ہوتا۔ مسز پھر کے بار میں یہ رائے صرف ڈاکٹر ہا جسٹن اور پروفیسر ہارٹس ہی کی نہیں ہے۔ جن علماء نے تعلیمات نے اسکا معائنہ اور اسکے مراسلات کا مطالعہ کیا ہے وہ سب اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ یہ واقعی مرنے والوں کے بیانات ہیں جو انہوں نے مسز پھر کے قلم سے لکھوائے مسز پھر کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ وہ دوسرے معمولوں کی طرح عوامی تعلیمات سے ہمیشہ اثر قبول نہیں کرتی تھی تو اس سے بگلی تو یہی فائدہ ظاہر ہو جاتی ہے کہ اس کو کوئی عوامی ترمیم کا رنگ نہیں ہوتی۔ زیادہ سے زیادہ وہ ہم سے کہہ سکتے ہیں کہ مسز پھر میں اثر پڑنے کی صلاحیت موجود ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ قصہ اور ارادے کے بغیر اس پر بے خودی کی حالت ظاہر ہو جاتی ہے۔ پروفیسر ہارٹس لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ مسز پھر سے ٹرینی کی فرمائش کی گئی۔ مقصد یہ تھا کہ اس طرح مسز پھر کے اور سے وجود کے متعلق کچھ معلوم



کیا جائے جس کے ذریعہ دوسرے والوں سے ہم کام ہوتی ہے۔ سزیا پھر کونسی بلی پرینی کا اطلاق نہ ہوا تھا۔ بہر حال اس نے بلی پرینی پر تقریریں جادیں مگر اسے کچھ نظر نہ آیا۔ البتہ دوسرے روز صبح نہانے کے بعد سزیا پھر کوختہ روحانی ظان اور جسائی تھکن کا احساس ہوا۔ اسکو ایسا محسوس ہوا کہ قہار جیسے کسی نے رات میں اسے صدمہ کر دیا تھا۔ سزیا پھر پر جب بے خودی طاری ہوتی ہے تو وہ اپنے کو فٹوٹ "Phinuit" کہتی ہے یہ اس کے متوکل (کنٹرول) کا نام ہے جو بحالت استقرار اس پر مسلط ہو جاتا ہے۔ جب دوسری بار سزیا پھر اس کیفیت سے دوچار ہوتی تو "فٹوٹ" نے کہا کہ وہ اب کیا ہر پہلے بھی آیا تھا مگر کوئی اسکی طرف متوجہ نہ ہوا۔ یہ بلور پرینی کے واقعے کی طرف اشارہ ہوا۔ بلور پرینی نے فٹوٹ دیر کے لئے سزیا پھر کی دوسری شخصیت کو ابھار دیا تھا۔ سزیا پھر پر جب "عکس کے ذریعہ" خواب کی حالت طاری کی جاتی ہے تو وہ دیر پا نہیں ہوتی۔ ایک مرتبہ تو ایسا ہوا کہ بیوی کی کیفیت بمشکل ایک منٹ قائم رہی اور "فٹوٹ" اس سے زیادہ نہ کہہ سکا کہ میں بظہر نہیں سکتا۔ فٹوٹ کے بارے میں اتنا جان لینا ضروری ہے۔ کہ وہ اپنے کو ایک روح بتاتا ہے جو سزیا پھر اور حاضرات ارواح کا درمیان پیام رسانی کے فرائض انجام دیتی ہے۔ اس کا یہ بھی بیان ہے کہ وہ سزیا پھر پرینٹن ملول کرنے کے چند منٹ بعد تک تو روحانی کے پیغامات کو یاد رکھ سکتا ہے۔ پھر بھول جاتا ہے۔ اپنے ذریعہ وہ بظہر اور چند منٹ کے بعد بظہر کی نفسیات سے سراخ رساں بھی لگتا ہے کہ اس بات کا یہ چاہ نہیں کہ سزیا پھر نے والوں کے زہد و رشہ داروں سے فٹوٹ کے بارے میں عجیب معلومات حاصل کر کے نہیں بتا دی۔ لیکن سزیا پھر ایک خلاف کوئی شہادت نہیں ملی۔ سزیا پھر نے کبھی ان لوگوں کے ذاتی حالات جاننے کی بھی کوشش نہیں کی جن سے وہ بھی واقف تھی۔ اور جو حاضرات ان کی مجال میں شریک ہوتے تھے ڈاکٹر یا حسن اکثر بلا اطلاع اس کے پاس لوگوں کو لے آتے (جن سے وہ قطعاً واقف نہ تھے) ان لوگوں نے سزیا پھر کی زبان سے ایسے روحانی پیغام "سے" جن میں اس کے حقائق انہیں یقین ہے کہ یہ پیغام صرف مرحوم رشہ دار یا دوست ہی دے سکتے ہیں۔ مختصر یہ کہ سزیا پھر کی دیانت و شبہ سے بالاتر ہے اس مشہور روحانی معمول کا انگلستان سے تعارف: I.S.P.

The Society for Psychical Research (London) نے کرایا۔ جو اس قسم کی تحقیقات کے سبب حاکمیر شہرت رکھتی ہے۔ امریکہ کے علماء نفسیات پہلے سے ہی سزیا پھر کو جانتے تھے۔ پہلی مرتبہ پر و فیئر جس نے ۱۸۵۹ء میں سزیا پھر کا مطالعہ شروع کیا۔ چند ہی نشستوں میں پر و فیئر جس کے خطوط شہادت رفیع ہو گئے۔ خود پر و فیئر جس کا بیان ہے کہ سزیا پھر سے میری پہلی ملاقات ۱۸۵۹ء کے موسم خزاں میں ہوئی اس سے قبل میری خوشدھان

(Mrs Gibbens) نے تھامی (حاضرات ارواح) کے استیاق میں سزیا پھر سے مل چکی تھیں سزیا پھر نے میری سسرال کے بعض استونی افراد کے نام اور حالات بتائے جن کا کسی غیر کو علم ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ انہیں حاضرات میری سالی (Miss G.) کو پیش آیا۔ میری سالی اپنے ساتھ ایک خط لے گئی تھی۔ جو حاضرات میری سالی نے بتایا تھا۔ سزیا پھر نے خط کو اپنی پیشانی سے لگا کر خط لکھنے والے کے بہت سے عجیب حالات بیان کر دیے یہ بالکل معجزانہ بات تھی۔ کچھ دن بعد میں خود اپنی بیوی کے ساتھ سزیا پھر سے ملے کیا اور اسکی شخص کا دور رسر خط لکھ لیا۔ سزیا پھر نے اس کا طبع اور اس کے حالات اتنی وضاحت سے بتائے کہ ہمیں تسلیم کرتے ہی ہی سب کچھ وہ ہم بے خودی کی حالت میں کرتی تھی کہ پر و فیئر جس نے اپنے رشہ داروں پر یہ نہیں ظاہر ہونے دیا کہ وہ سزیا پھر سے کس درجہ متاثر ہیں؟ انہوں نے ان واقعات کی دوسری باتیں کرنے کی کوشش کی مگر ایک تلاش سی (تحقیق حال کی) بدل میں پاتی رہی۔ چنانچہ پھر کچھ دن بعد پر و فیئر جس پھر سزیا پھر کے پاس گئے تاکہ ایک مرتبہ پھر ذاتی گفتگو کی اور تحقیق کر سکیں۔ ان کی بیوی کے علاوہ اور کوئی ان کے ہمراہ نہ تھا۔ انہوں نے سزیا پھر کو یہ نہیں بتایا کہ اس سے قبل ان کے کچھ رشہ دار ان کے پاس آچکے ہیں۔ اور نہ یہ بتایا کہ سزیا پھر کون ہیں۔ سزیا پھر نے رجوع کے نام بتاتے شروع کئے یہ نام وہ پہلے بھی پر و فیئر کے رشہ داروں کو بتا چکی تھیں۔ روحانی معمول نے سزیا پھر کے باپ یعنی پر و فیئر جس کے خسر کا نام پہلے نبلن Neblin اور پھر Giblin بتایا۔ حالانکہ اصل نام Gibbens تھا۔ پچھلے سال پر و فیئر جس کا ایک لڑکا جس کا نام Herman تھا فوت ہو گیا تھا

مرچو

مالک کل دین پر رکھو

سزیا پیر نے اس لڑکے کا نام ہرین Herrin بتایا۔ انہوں نے تھنڈی کھٹلی کے باوصف روحانی معمولات سے مرنے والوں کی زندگی کی جو تفصیلات بیان کیں۔ وہ سو فیصد صحیح تھیں۔ (پروفیسر جنس لکھتے ہیں کہ) اسکے بعد مجھے یقین ہو گیا کہ یا تو سزیا پیر غیر معمولی قوتوں کی مالک ہیں یا وہ میری بیوی کے رشتہ داروں کے حالات کسی نہ کسی ذریعہ سے جانتی ہیں۔ بعد کو کئی اور امتحان لئے گئے اور اب مجھے یقین ہو گیا کہ یہ خاتون غیر معمولی قوتوں کی حامل ہے۔ پروفیسر جنس نے کئی تجربہ کو مشق کی کہ وہ سزیا پیر پر بخوبی نیند طاری کروے۔ آخر ان کو مشقوں میں غیر معمولی کامیابی نصیب ہوئی۔ اور سزیا پیر پر بخوبی نیند طاری ہو گئی۔ اس سلسلے میں پروفیسر صاحب کا بیان ہے کہ استغراق کی وہ کیفیت جس کے ذریعہ اس سزیا پیر مرنے والوں سے ہم کام ہوتی ہیں۔ بخوبی نیند سے جدا کوئی کیفیت ہے قدرتی ہے خودی طاری ہونے پر وہ مجسم حرکت و اضطراب بن جاتی ہے مگر بخوبی نیند میں معمول پر مکمل سکوت غالب آ جاتا ہے۔

## ایک روح سے مراسلت

پروفیسر جنس نے سزیا پیر کے کچھ مراسلات بھی نقل کئے ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ دلچسپ وہ ہیں جو ڈاکٹر باجنس کے روح سے لکھے گئے۔ باجنس کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر باجنس کا انتقال ۲۰ دسمبر ۱۹۰۵ء کو ہوا۔ اس وقت کی اس طرح کی مراسلتیں کچھ کم سن گئے کے بعد دوسری روحوں کے مقابل سزیا پیر کو جلد قابو پس لے آؤں گا ۲۸ دسمبر ۱۹۰۵ء کو سزیا پیر نے ڈاکٹر باجنس کا ایک پیغام وصول کیا۔ اس کے بعد جب بھی وہ ”عقباتِ اربعہ“ کی محفل میں تبلیغی یہ محسوس کرتی کہ ڈاکٹر باجنس کی روح اسکے گرد نظر آ رہی ہے۔ اذول اول جو موشل ڈاکٹر باجنس کا پیغام سزیا پیر کو پاس لکھا ۲۰۔ وہ اپنا نام (Rector) رکھ کر ۲۰۔ لیکن کچھ ہی دن بعد ڈاکٹر باجنس کی روح براہ راست باجنس کرنے لگی۔ اب ذرا خود نویسی (آزاد نگاری یا فری رائٹنگ) کے ذریعہ مدد کہ ارواح یا ماسٹروسی کا طریقہ دیکھئے۔ جس مجلس میں جمیڈیٹ پت بھی حاضر تھیں۔ رکڑنے سزیا پیر کو پیغام کھسکا تا شروع کیا۔ لیکن دفعتاً سزیا پیر کے ہاتھ سے پینسل گری

مرچو

اور کئی محفل تک ان پر لکھی جاری رہی۔

میں تیرہ ڈیپ پتے پوچھا۔ کیا ہوا؟

(سزیا پیر کے ہاتھ نے پینسل H.K لکھا۔ اور پینسل کو اتار دیا کہ اسکی ٹوک ٹوٹ گئی۔ اسکے بعد لکھا۔ ”پسن“

میں پتے کے ہاتھ اندر پر اپنی رحمت نازل کرے۔

ہاتھ لکھا۔ میں موجود ہوں!

میں پتے۔ کیا ہے ہمارے دوست ہیں (ڈاکٹر باجنس کی طرف اشارہ)

ہاتھ نے ہاں لکھنے کی بجائے ہاتھ مرتبہ کا نڈ کو کھٹکنا یا۔ رکڑنے لکھوایا کہ

ذرا میرا کرو۔ وہی ہے۔ ہاں وہی تھا۔ اس کا دم گھٹنے لگے اس لئے وہ یہاں نہ ٹھہر سکا ذرا انتظار کرتی رہو۔ وہ سب

کونے کا ہے۔

میں پتے۔ بڑی سُرست خبر ہے!

رکڑ۔ ہر بات بہتر رہتی ہے۔ دیکھو وہ اپنے ہاتھ میں ایک انگوٹھی لئے ہوئے ہے۔ کیا تم

اسے نہیں دیکھتے؟

میں پتے۔ جنس میں نہیں دیکھ رہی۔ ان سے کہو کہ وہ اس انگوٹھی کے بازے میں کچھ بتائیں۔

رکڑ۔ تم اس کا مطلب سمجھتی ہو؟

میں پتے۔ میں اچھا جانتی ہوں کہ ان کے پاس ایک خوب صورت انگوٹھی تھی۔

رکڑ۔ مارگریٹ!

(”سب کے بعد حرف ”ب (B) لکھا گیا اور جب میں پتے پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ تو کوئی

جواب نہ ملا۔ پھر B - اور ایل L کے بعد دیکھ کر لکھے گئے۔ ان کی وضاحت بعد کو ہوئی۔

پہلا پیغام ای تد قرآ۔ انگوٹھی کا واقعی ایک قصہ تھا۔ جو S.P.R.R (پنسل تحقیقات روحانی) کی

روادائی یا نیوسویں جلد میں درج ہے میں پتے کے ساتھ دوسری نشست ۸ جنوری ۱۹۰۶ء کو

ہوئی۔ ڈاکٹر پھنسی کی روح آئی اور گھوٹانے لگی۔ میں پھنسی ہوں۔ (ہاں ڈاکٹر پھنسی) میں نے تمہاری آواز سنی۔ تم بس پوپ ہو۔ مسز پاپر (معمولہ) ہے میں تمہیں جانتا تھا ہوں۔ میں خوش ہوں۔ یہاں آنا بہت دشوار ہے۔ اب مجھے معلوم ہوا کہ (جلسہ حاضرانہ ارواح میں) ماہر استدلال کم کیوں آتے ہیں۔

میں غصہ نہیں سکتا۔ میں آج نہیں ظہر سکتا۔

۲۳ جنوری (۱۹۵۰ء) کو مسز جنس اور پروفیسر جنس حضرات میں بیٹھے۔ اس مرتبہ پھنسی کی روح نے آواز لگا کر ہی کی بجائے معمول (مسز پاپر) کی آواز سے کام لیا۔ اور اپنے وجود کا پورا ثبوت دیا۔

کیوں کیا یہ لٹی (جنس) ہیں۔ کیا مسز جنس اور بی بی جن خدا تم پر اپنا فضل نازل کرے۔ یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔ (تہنید کا کر) میں گویا کہ انہوں کے کنبہ سے میں نکلا ہوں۔۔۔ (تہنید) مجھے راستہ مل گیا اور میں یہاں پہنچ گیا۔ ذرا ظہر دیا ہاں میں فخر سے ہوں۔ مجھے بھولنا نہیں دلیم کہاں ہے؟ ان سے میرا سلام کہو اور کہو کہ یہاں مجھے جو کچھ معلوم ہوا ہے۔ میں اسے ظاہر کرنے میں کوئی وقفہ فرمائنا مشت نہیں کروں گا۔ سنتے ہو؟ مجھ میں اب زیادہ تاب نہیں ہے۔ لیکن ذرا صبر سے کام لو میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا۔ عمل کی کٹنگ سنائی دے گی۔ میں جانتا ہوں کہ سر آئیڈل (جسٹس) روحانی حلقہ (محقق) اب کچھ جان نہیں۔ میں یہاں بائزر سے ملنا اب میں ڈراما ہوں گا۔

(پروفیسر) وہ کے بعد روح آتی ہے۔ اور کہتی یا کہوتی ہے کہ لٹی؟ لٹی کہاں ہے؟ تم کیا کلمہ رہے ہو۔ آج کل تم کچھ بھیرہ بھیرہ دکھا کر رہے ہو یا نہیں؟ آؤ تمہارا جانے (ڈاکٹر پھنسی) ڈاکٹر پروفیسر جنس کے ساتھ پروفیسر Chocorwallہ کی جھیل میں تیرا کرتے تھے۔ اچھا تو آؤ دروازہ برابر کیا کرو۔ مگر کھڑے کے ساتھ نہیں، شاید یہ سن کر کھڑے کے ساتھ تیرا کرتا تھا۔ یہ واقعہ تھا.....

اسکے بعد بی بی ڈاکٹر جنس حضرات میں مسز پاپر کے ساتھ بیٹھیں پھنسی کی روح نے ڈار سے پُرائے تھے، جان کے۔ جن سے اُن دنوں کی یاد تازہ ہوتی تھی۔ جب پھنسی اور بی بی ساتھ زندگی بسر کیا کرتے تھے۔ ڈاکٹر پھنسی (کی روح) نے کہا کہ مجھے وہ بھول یاد ہیں۔ جنہیں تمہاری ماں

تمہاری میز پر رکھا کرتی تھی۔ مجھے وہ اچھی طرح یاد ہیں کتنے کتنے تھے وہ؟ میں ان کو اب تک دیکھ رہا ہوں۔ ڈاکٹر کتنے ہیں کہ جب میں لوگوں کی دعوت کرتی تو ان بھولوں کو کھڑے سے میز پر بٹھیر دیا کرتی۔ جو میرے مکان کے قریب کھڑا کرتے تھے۔ اس کا امکان بہت کم ہے۔ کہ پھنسی نے اپنی زندگی میں اس بھولائی کا ذکر مسز پاپر سے کیا ہوا، چونکہ یہ کوئی عام رسم نہ تھی۔ اس لئے یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ مسز پاپر نے، جن کی آواز ڈاکٹر پھنسی استعمال کر رہے تھے کیا سنا یا کہا ہوگا۔ ڈار نے تو یہ چھاپتیں یاد ہے کہ جان رچ کے ساتھ چمکی کے کھار کے لئے گئے تھے۔ کہاں گئے تھے تو میں نے بھولے سے اس کا نام بتا دیا پھنسی۔ جان رچ؟ ہاں اس کا نام جان رچ ہے مگر انہوں نے تم نے مجھے اس کا نام بتا دیا۔ کیوں بتا دیا۔ مجھے خود یاد آ جاتا ہوں لوگ کتنی میں سوار ہو کر ایک بڑے سے میں گئے تھے۔ واپسی کے وقت ہمیں اپنی چھیلیاں رکھنے میں جلدت پیش آئی تھی۔ وہ ہمیں اب تک یاد ہے۔ ہیں اب تک یاد ہے۔ یہ لٹی چھیلیاں مشکل سے ملتی تھیں۔ اور پھر وہ سب کی سب ضائع ہو گئیں۔ ان سے پوپ چھو۔ انہیں یاد ہے۔ ڈاکٹر بیان ہے کہ پھنسی نے سچ کہا یہی ہوا تھا۔ وہ جان رچ کے علاوہ کسی کے ساتھ جانے کو تیار نہ تھا۔ یہ بھی واقعہ ہے کہ وہ لوگ ایک بڑے سے پوپا تھے۔ کچھ ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے بعد پھنسی نے پھر کہا۔

تم کو یاد ہوگا کہ ایک مرتبہ کرنی کے دنوں میں تمہارے مکان پر ایک شخص آیا تھا اسکے پاس ایک سارا تھا۔ ہم نے اس سے بہت دلچسپی لینی تھی۔ ہم نے اس سے ساری باتیں سنیں۔ ایک شخص سا آدمی تھا ہاں وہ مجھے بخوبی یاد ہے۔ صوبہ سے یہ کہہ دینا ہی زندگی کے بارے میں بہتری یادیں اب غیر مسلسل اور بے رہ رہا ہو گئی ہیں۔ کہیں سے کچھ یاد ہے کہیں سے کچھ! جیسن اس شخص کو میں بھولا نہیں ہوں۔ روحانیات اور ستار کے حلقے اس سے کسی دلچسپی لینی تھی؟ مجھے رائے (Rayce) نامی ایک شخص بھی یاد رہا ہے۔ جو ہم سے ملنے آیا تھا۔ (ڈار نے اس کی تصدیق کی)

مسز پاپر کے روحانی مراسلات آپ نے پڑھے۔ اس سلسلے میں دو مکتبہ ہائے فکر ہیں۔ ایک کا بیان یہ ہے کہ آواز لگا کر ہی کے ذریعہ یہ معمول کی زبان سے روحوں کے جو بیانات ملتے ہیں۔ وہ

مرچو  
الحق بالک کل منہ والدين





بہت جلد ہی سے جواب لکھا۔ نہیں!

یہ ہے بیان جناب فیسی اجیری کا اگر یہ بیان کسی خاص نتیجے تک ہماری رہنمائی نہیں کرتا۔ میں کہیں ذکر کر چکا ہوں کہ ایک زمانے میں شہر اشعاب حضرت جوش ملیح آبادی نے بھی پناہ چھت کو اپنا حقہ مشق بنایا تھا۔ اور وہ اس آلے کے ذریعہ روحوں سے سوال جواب کیا کرتے تھے۔ انہوں نے متعدد مرتبہ یہ واقعات مجھ سے بیان کئے۔ مرزا غالب کی ارواح سے سوال کیا گیا۔ کہ شراب نوشی کے بارے میں جناب کی کیا رائے ہے۔ مرزا صاحب نے جواب دیا کہ بلی طرف کے لئے حلال اور کم طرفوں کے لئے حرام ہے۔ غرض مرزا غالب نے ایک فارسی شہر میں یہی خیال ظاہر کیا ہے۔

بیان برائے رند حرام است کہ غالب

اور ہے غزالی اندازہ مختار غلام

اس رند پر بیان حرام ہے جو بے خودی میں نینکے لگے جوش صاحب نے اور بہت سے مرے نے والوں سے کھٹکائی۔ کہتے تھے کہ وہ حاضرات ارواح کی نرواد ایک رہنمائی لکھ لیا کرتے تھے اور یہ بڑا عظیم دفتر بن گیا تھا ایک روز رابع صاحب محمود آباد کی نظر اس دفتر پر پڑ گئی۔ وہ اپنے ساتھ لے گئے۔ اب معلوم نہیں کہ وہ ارواح کیا تھیں یا نہیں۔ اور کس کے پاس ہے؟

روحانی صحبت

ظفر قریشی دہلوی رقم طراز ہیں کہ

یہ کہنا کہ عالم ارواح سے ایک ایسی عقل (ذرا مد) وصول ہوتی ہے جیسے ایک شخص نے اپنی موت کے بیس سال کے بعد لکھا تھا یہ صرف مایہ الازرا بحث ہوگی۔ بلکہ بعض مصلوں اس بحث کو مضحکہ خیز بھی سمجھا جائے گا۔ یہ عقل انگریزی زبان کے مشہور ادیب و عقل نگار اسکرویلڈ کے دماغ کی پیداوار ہے۔ جسے خود مصنف نے غیر معمولی کارنامہ قرار دیا ہے۔ لوگ اسے کسی طرح معجزہ یا کارمت نہ سمجھیں۔ البتہ یہ ضرور ماننا پڑے گا کہ یہ ایک مزید ثبوت ہے اس بات کا کہ ہم

ارواح سے بیانات اور مراسلات کا تبادلہ کر سکتے ہیں۔ اور یہ کہ وہ جس مرے کے بعد نہ صرف زندہ رہتی ہیں بلکہ اپنی انفرادیت بھی قائم رکھتی ہیں۔ اسکو دھمیلہ کے بہت سے مراسلے یا تو ازاد نگاری کے ذریعہ وصول ہوئے ہیں یا روحانی تختے Oujia Bord کے ذریعہ اور پورا بھی پناہ چھت کی طرح عمل کرتا ہے۔ (اور پورا نگاری کا ایک ہوتا ہوتا ہے۔ جسکی لمبائی ڈھائی فٹ ہوتی ہے۔ اس پر حروف تہجی لکھے ہوتے ہیں۔ اس تختے پر ایک اور چھتا تخت ہوتا ہے۔ جس کی شکل دل کے مشابہ ہوتی ہے۔ اس میں مومن کا لکھا اس پر اوجڑا حریف ہوتی ہے۔ جسکی درمیانی ٹانگ بطور اشارہ کندہ کام کرتی ہے۔ جسوقت مطلوبہ شخص اس تک پہنچے (نگاری کے پتے ہوتے دل) پر آہستہ سے ہاتھ رکھتے ہیں۔ تو اشارہ کرنے والی ٹانگی نگاری حرکت کا شروع کرتی ہے۔ اور ہر ہر مطلوبہ حرف پر لہر کرے کرتی جاتی ہے۔ تاکہ دوسرا آدمی اسے دیکھ کر الفاظ بناتا اور روح کرتا رہے۔ جو مراسلات خود نگاری اور روحانی تختے کے توسط سے وصول ہوتے وہ کتابی صورت میں مسطور ہیں اور سزا سمجھ معمولہ نے مرتب کر کے شائع کر دیے ہیں۔ اور اسکرویلڈ کے روحانی مراسلات کے نام سے فروخت ہو رہے ہیں۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ مسطور ڈی اور سزا سمجھ (روحانی معمولہ) ایک حاضرات ارواح کی ایک نشست کر رہے تھے۔ اور ان کے ایک مرد دوست کا پیغام وصول ہوا تھا۔ کہ ایک نیک مسطور جل گیا۔ کو پناہ چھت کسی دوسری طاقت نے سیٹ لی۔ اس دن اس وقت اس سزا سمجھ سے سوال کیا گیا کہ کون ہو گا اس کے جواب میں ذیل کا پیغام وصول ہوا۔ دنیا میں یہ منادی کرنے کے لئے اسکو دھمیلہ مردہ نہیں۔ زندہ ہے۔ ذیل کا پیغام بغرض شامت بھجنا ہوں۔ لوگ حسن کی دیوی کی آواز سن سکتے ہیں جو پہاڑ پر کھڑی ہوئی آواز دے رہی ہے۔ یا اپنی نرم خواسی سے ششم کی نرم تپوں کو پال کر راتنی ہے۔ اس دنیا میں ارضی حسن کی یاد ایک جیسا جیسا درد پیدا کر رہی ہے۔ دنیا میں کسی لالے کی شرف کی کسی جھوٹے مہلی کنارے اور کسی لہر کا نفس ایسا درد پیدا کر رہی ہے۔ جو میرے لئے کوئی پیغام حیات نہ رکھتا ہو۔ کسی راز کا انکشاف یا کسی عقل کو کس نہ رکھتا ہو۔ تو یہ لوگ جام خیال کی چھت بی کرمت اور کس ہو گئے مگر مجھے تو شراب حیات کے انورنی جڑوں کی ضرورت تھی (دیرہ وغیرہ)



جو دایات دی ہیں۔ وہ درج ذیل ہیں۔ اسٹیج پر صرف اونچے اونچے نئے ستون نظر آئیں۔ چھت پر تمام شاخیں کی نظر نہ پڑے۔ مکلی ہوا کا منظر ہو۔ ایک مصنوعی آسمان کا ٹکڑا بھی پٹخت پر سے دکھایا جائے۔ اس وجہ سے دیوار پر بھی ٹپس ہوتا جائے۔ صرف لیے لیے ستون ہوں۔ خبرے رنگ کی مصنوعی روشنی والے کراٹم کا منظر ابھرا جائے۔ گویا آفتاب غروب ہو رہا ہے۔ اور انکی (شرقی مالک) کہیں پڑ رہی ہیں۔ اسٹیج پر کہیں کھیں ٹیپ دفرازا ہوتا ضروری ہے تاکہ سپاٹ تھکے نظر نہ آئیں۔ روٹیں زرد لپاس یکس ملبوس ہوں۔ یہ زردی شوخ نہ ہو۔ بلکہ شہ کی طرح سنہری زرد ہو۔ ان کے کپڑوں سے درجہ و کیز کی ظاہر ہونا چاہئے۔ نیز دگروراثت (مرد و عورت) کی بھی قبیز ہو سکے۔ ایک کونے پر تھوڑا سا ساہی ڈالا جائے مگر اسٹیج کا پچھلا حصہ روشنی سے جگمگا رہا ہو۔ ایک شروع ہوتے وقت ٹھٹھے ٹھٹھے مگر بلند آہنگ سر ٹھٹھے چاہیں۔ البتہ الفاظ نہ ہوں۔ صرف راگ کے نرستانی دیں۔ مسافر یعنی روٹیں اپنی موجودہ سستی (یعنی عالم ادراس میں آنے پر) خوف زدہ ہونے کی بجائے کسی قدر متحجب نظر آئیں۔ خوف و ہشت کا منظر پیش نہ کیا جائے جس وقت پردہ اٹھے تو چند روٹیں آپس میں باتیں کرتی دکھائی دیں۔ اس ایکٹ کے تمام کردار ہر ایک سامنے ہیں۔ خود اوسکر وایلد کے لچھے میں۔ "مسافر روٹیں" جھیل کا اختتام گو عام روش کے مطابق شادی اور کلیسا کی گھنٹوں پر نہیں ہوتا۔ تاہم ساتھ ساتھ لچھے یعنی خوشی و کامرانی پر جھیل غم ہو جاتی ہے۔

مصنف کی طرف سے شکریہ

۳۱ جون ۱۹۴۳ء کو نصف شب کے قریب ایک ہشت کے دوران مسز اسمتھ نے اوسکر وایلد سے درخواست کی کہ وہ جھیل کے بارے میں کوئی پیغام لکھوائیں۔ چنانچہ مصنف (اوسکر وایلد) نے حسب ذیل پیغام لکھوا دیا۔ جس میں مسز اسمتھ کا شہر یہ ادا کیا گیا۔ مزین خاتون ائمہ تہذیبی ہو کر ان لوگوں کے لئے جو میری ادبی مصروفیات سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ کوئی پیغام لکھواؤں۔ مجھے مرے ہوئے عرصہ ہو گیا ہے۔ اس وقت ہم تاریکی میں ہیں۔ تمام مجرموں میں موت کو سب سے بڑا مجرم مانا گیا ہے کیونکہ لوگ سب سے زیادہ شک و شبہ کے ساتھ ہی اودی کو دیکھتے ہیں۔ آپ مجھ پر اعتماد

کریں یا نہ کریں۔ شے کی نظر سے دیکھیں یا نہ دیکھیں۔ مگر میں یہ بیان دیتا ہوں چاہتا ہوں کہ میں اس دنیا میں بھی ایسا ہی ہوں۔ ایسا ہی دماغ رکھتا ہوں۔ جیسا کہ آپ لوگوں کی دنیا میں رکھتا تھا۔ حال ہی میں آپ نے مجھ سے ایک جھیل لکھوائی ہے۔ میں اس کامنوں ہو کر مجھے اس عالم میں بھی جھیل نہ لینے دیا۔ پھر اس قدر دانی کا شکر یہاں میں خود اس جھیل سے لطف اندوز ہوتا ہوں۔ میری رنگ عرافت اب تک پچھتی رہتی ہے جس وقت اس جھیل کو اسٹیج پر لایا جائے گا۔ اور شب اڈال ہوگی تو میری روح اسے دیکھنے کے لئے ضرور آئے گی۔ تاہم میں کو میری آمد کی خبر ہو یا نہ ہو لیکن میں ان کے دربار میں ضرور موجود ہوں گا۔ جس وقت جھیل پیش کی جا رہی ہوگی۔ تو میں لوگوں کے باہمی گفت و شنید اور تھک چینی ضرور سنوں۔ کیونکہ جھیل کی شب اڈال میں تھک چینی کا دروازہ ہر طرف سے کھل جاتا ہے۔ چنانچہ جب میری روح کی تعریف یا تہنیت چینی کی جائے گی۔ تو مجھے مسرت ہوگی۔ میرے مخالفین کہیں گے کہ میں نے اس عالم میں آکر اپنا اپنا مذاق بگاڑ لیا ہے۔ اس پر میرے مذاق شد و مد سے مخالفت کریں گے۔ غرض میں دعوت دیتا ہوں۔ کہ لوگ میری جھیل دیکھنے آئیں۔

مرچو

کس قدر حیرت انگیز

حال یہ ہے کہ یہ جھیل کیا ہے؟ کیا یہ ایک اور ہے؟ کیا یہ جھیل ہے؟ جھیل کی جھیل کی دہرہ طراز ہے؟ کیا حاضرات ادراس کے تمام مدعیان مسلسل؟ موت بولے چلے جا رہے ہیں کیا ہزاروں سال سے دروازہ بانی کا یہ زمانہ برابر چل رہا ہے؟ خیر ہم تسلیم کیے جاتے ہیں آج سے ایک سو سال قبل تک روٹوں کے کشوں کے بارے میں جو کچھ کہا جاتا تھا وہ صرف وہم و فریب خیال کا نتیجہ تھا۔ مگر قدیم کا انسان اسانکھ نقطہ نظر سے بے بہرہ تھا۔ اور وہ ہر سامنے کو حقیقت اور ہر چھلاوے کو صداقت تسلیم کر لیتا تھا۔ مگر یہ تو ترقی اور حقیقت پسندی کا زمانہ ہے۔ عہد قدیم کے بہت سے اہم باطل ہو چکے ہیں۔ کائنات کے بارے میں ہمارا نقطہ نظر مطلقہ تبدیل ہو چکا ہے۔ آج ہم ماڈرن اور آدنی کے منظر کو جھیل یا ایک نئی جھیل کے ساتھ سمجھ چکے ہیں اور فطرت کی عظیم الشان



قوتوں کا استعمال جس پاروی اور غواصاوی کے ساتھ کر رہے ہیں۔ ہاشمی میں اس کا خواب بھی نہ دیکھا جاسکتا تھا۔ تو پھر مجددیہ میں اس قسم کے خارق العادات (سیر ماثل) مظاہر کی تحقیق کے جو سرد سامان ہو رہے ہیں۔ اور ٹیلی فنی، مستقبل بینی اور ہائے روح کے بارے میں سائنسی آلات کی مدد سے جو ثبوت ہم پہنچانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اسکی تاویل و تفسیر کس طرح کی جائے گی۔ یہ تمام سوالات غیر معمولی طور پر اہم ہیں اور ضروری ہے کہ ہم بھی ان مسائل کا مطالعہ، ادوام و تفکر، کو ہر طرف رکھ کر حقیقت پسندی کے ساتھ کریں۔ مجھ سے بہت سے لوگوں نے حاضرات ارواح کے مختلف پہلوؤں پر تفصیلی خط و کتابت کی ہے۔ عبدالغفار عبدالستار (نور منزل کراچی) لکھتے ہیں کہ

### ثانی کی رُوح

محسب صاحب! میری ثانی صفتی کی غرض میں چار سال قبل انتقال کر گئیں۔ میں انہیں بھیجنے سے دیکھا آ رہا تھا۔ میری بُنی اور ثانی کے درمیان (حالات کو وہ کی مانتی تھیں)۔ بیشک انسانی مجازا رہتا تھا۔ مجھ سے کی وجہ چھوٹی موتی گھر بلے ہاتھ ہو کر تھیں۔ میری پر ثانی۔ میری ثانی، بڑی خالہ اور چھوٹے ماموں کا پسند نہیں کرتی تھیں۔ انہیں بڑی خالہ بڑے ماموں سے بے محبت کرتی تھیں۔ (۲۳ مارچ ۱۹۳۳ء کو میری والدہ فوت ہوئی تھی۔ ان کے بعد میری والدہ بڑی خالہ بڑی بھین، اور بڑے ماموں تیسری منزل پر واقع اپنے گھر میں سو رہے تھے۔ میرا چھوٹا مامی اپنی بیوی اور چچی سمیت چھت پر گئیں اور باقی واضح ہو کہ یہ چھت پہلے میری پر ثانی کی رہائش گاہ تھی جہاں وہ تنہا رہتی تھیں۔ اور یہاں بڑے ماموں اور چھوٹی خالہ کو وہ نہ دیتی تھیں۔ خیرات کو ان کو گوں نے کافی شرف ملتا۔ جیسے کوئی بھاری سامان اچھے سے اُچھ بیٹھ کر ہاہو۔ میری ثانی نے بڑے ماموں کو رات کے ڈھائی بجے کے قریب چھت پر بیٹھا کر دیکھے کیا بات ہے کہین کے باہر جو برآمدہ ہے۔ اس پر کوئی چھت نہیں ہے۔ ماموں جانے لے اور یہ جا کر دیکھا لیکن کوئی بات نظر نہ آئی۔ انہوں نے چھوٹے ماموں کو آواز دیا۔ وہ جاگ رہے تھے۔ چھوٹے ماموں نے دروازہ کھولے بغیر بتایا

کہ کوئی بات نہیں۔ بلیاں لڑ رہی تھیں۔ یہ سارا شروع و ختم انہیں کی وجہ سے تھا چھوٹے ماموں کا بیان ہے کہ جب بڑے ماموں ملے گئے تو انہوں نے دروازہ کھولا۔ دیکھا کہ دروازہ کے سامنے پر ثانی مرحومہ کھڑی ہیں سفید لباس میں بیٹوں اور بچے کر کہ چھوٹے ماموں کے ہوش اُٹ گئے۔ انہوں نے فوراً دروازہ بند کر لیا۔ اور تقریباً دس منٹ تک ان پر عجیب مدھوشی اور بے خودی کی کیفیت طاری رہی۔ اسی عالم پر خودی میں انہیں اپنے بڑی زارت ہوئی۔ پھر صاحب نے کہا گھر والوں! یہ تو تمہاری بیوی کی روح ہے۔ دس منٹ بعد چھوٹے ماموں نے بے خوف ہو کر دروازہ کھولا۔ تو مرحومہ بدستور موجود تھیں۔ ان کے بیان کے مطابق آدھے چھرے کے علاوہ تمام جسم ٹکڑوں میں ڈھکا ہوا تھا چہرہ خطرناک نظر آتا تھا۔ گلہ گلہ سے بوسیدہ ہو چکا تھا۔ انہوں نے ماموں کو کہہ دیتے ہوئے کہا کہ تو نے زندگی میں کبھی میرے ساتھ کوئی اچھا سلوک نہیں کیا۔ اور اب موت کے بعد تیر پر بھی نہیں آتا۔ (واضح رہے کہ چھوٹے ماموں کبھی نہ بھی پر ثانی کو ڈانٹا بھی دیتے تھے) اس کے بعد انہوں نے کہا کہ تم میرے کپڑے تیر پر رکھ کر کسی شفق کو دینا۔ اور میری رقم تم سے تم ایک چیرہ دست لینا (واضح رہے کہ یہ اس دور (۱۹۳۰ء) بڑا روپے کی رقم کی طرف اشارہ ہے جو پر ثانی مرحومہ جیسے کی انتظامیہ کے سلسلے میں ادا کر چکی تھیں)۔ اس کے بعد انہوں نے میری والدہ کو سمجھت کی کہ بیٹے چاہیں تیر کی قبر میں اس طرح تدفین میں منٹ تک پر ثانی مرحومہ سے میرے چھوٹے ماموں کی گفتگو ہوئی تھی۔ آخر میں مرحومہ نے کہا جانتا میں نے تمہیں ڈانٹا ہے۔ آؤ تمہارے سر پر ہاتھ پھیر دوں۔ اب چھوٹے ماموں میں ملاطمت باقی نہ تھی۔ وہ دروازہ سے باہر نہ نکلے اور چکر کر کر رہے۔

عبدالغفار کی بیان قابل غور ہے اس واقعے کی توجیہ کس طرح کی جائے گی۔ حاضرات ارواح کے رح و دلائل کا بیان ہے کہ بعض رو میں اپنے بھاری اور بھڑے جذبہ کے سبب عالم بالا میں بند ہوئے کی حالتیں ضائع کر دیتی ہیں۔ وہ زمین سے چٹنی رہتی ہیں اور طر طرح اپنے اظہار و اظہار کرتی ہیں۔ انہیں مرنے کے بعد بھی معاملات دیا ہے۔ اتنی ہی دلچسپی رہتی ہے۔ جتنی عالم حیات میں تھی کسی کو حشر و کمال کی یاد دلاتی ہے۔ کوئی نہیں مامہ اور اچھے فم میں جتنا ہوتا

مرچو

پر والدین

ہے۔ کسی کے لئے حرمِ حصار اور انتظام کے جذبات پاؤں نہ بڑھ جاتے ہیں۔ بعدِ انقار نے اپنی پر تانی کے سلسلے میں جو واقعات بیان کئے ہیں۔ ان سے پتا چلتا ہے کہ مرحوم کے تعلقات اپنی بیٹی (عبد انقار کی بیٹی) اور نو اسوں کے ساتھ بہتر تھے آپس میں لڑائیاں رفتی تھیں جب نہیں کہ پر تانی کی روح پر ان تمام حادثات کا دباؤ ہو۔ اور وہ مسلسل اپنے اعزاز سے غائب ہونے کی کوشش کرتی رہی ہوں یہ نہیں بدست روکھ اپنے لئے بھی تھی لاتی ہیں اور دوسرے کو بھی عذاب میں مبتلا کر دیتی ہیں۔

## سیاہ سرنگ

محمد امجد سز واری (۱۱۷۴ھ) بی بی آئی کی کالونی کرچی (۵) اپنے ایک معلومات افروز مکتوب میں لکھتے ہیں کہ

امریکہ کے مشہور رسالے نیوز ویک کی اشاعت ۱۲ جولائی ۱۹۶۶ء میں آپ کے پسندیدہ موضوعات میں سے "حیات بعد الممات" کے موضوع پر ایک مضمون چھپا ہے۔ اس کا کالب ولہاب پیش خدمت ہے

اسپتال کے نام لکھی جانے والی حادثہ کے شے میں لکھتے ہیں۔ ایک امریکن کو مردہ قرار دے دیا گیا اور پھر کراہی یا کچھو کچھ کے بعد جب وہی اعدادی بدولت دوبارہ نکلتا تھا۔ تو اس نے موت اور حیات جدید کے درمیان وقفے کی جو تفصیل بیان کی۔ وہ عجیب بھی ہے۔ اور سبق آموز بھی۔ اس امر کو بتی اٹھنے والوں کے بیانات کا جزو شتر کہ یہ ہے کہ ہمیں ایک طویل سیاحہ رنگ سے گزرنا پڑا۔ ہم نے جب جسم کا شور وغل ستا اور ہم نے اپنے کو جسم سے باہر پایا۔ اور ڈاکٹروں کی ان کوششوں کو حیرت سے دیکھا جو وہ دھاری جان بچانے کے لئے کر رہے تھے۔ جو کچھ کہا گیا۔ وہ ہم نے دیکھا البتہ ہم کسی سے غائب نہ ہوئے تھے۔ یہ غائب ہوتے تو کوئی توجہ نہ دیتا۔ صورت یہ ہوتی ہے (مرکز بتی اٹھنے والوں کے بیان کے مطابق) کہ ہم اپنے عزیزوں اور دوسروں کی موجودگی کو محسوس کرتے ہیں۔ پھر بتدریج ایک مبہم نورانی چو لے میں تبدیل ہو جاتے ہیں پھر ہمیں اپنی

مجلی زندگی کی جھلکیاں دکھائی دیتی ہیں اور وہ ہمیں اپنی زندگی کا محاسبہ کرنے کی دعوت دیتی جاتی ہے (میں نے پوری تھکیلاں عامل ارواح جلد دوم میں نقل کر چکا ہوں) مردہ یا مریض اس نورانی جسم میں رہتا جانتا ہے۔ لیکن مجبوراً اسے اپنے غلبے میں جسم میں ڈھکیل دیا جاتا ہے۔ اور وہ زندہ ہو جاتا ہے۔ ایک عمر تک ان بات کو فریق خیال سے تعبیر کیا جاتا رہا۔ مگر اب متعدد دماغی معالجین اور ماہر نفسیات تعلیمی کے اس موضوع پر تحقیقات کی کوشش میں مصروف ہیں ڈاکٹر ایڈریج کوہلر اس جہر امرضی دماغی کے ماہر ہیں۔ مرنے والوں (اور پھر جی جانے والوں) کے سیکڑوں بیانات سن کر۔ حیات بعد الممات کی حاکم ہو گئی ہیں۔ جب کہ دوسرے علماء نفسیات کا خیال ہے کہ ڈاکٹر کوہلر اس نے مریضوں (جو بظاہر مر گئے تھے) کے بیانات کو غیر معمولی اہمیت دے دی ہے۔ تاہم ان کے بیانات سے نفسیات دانوں کے دلچسپی (حیات بعد الممات کے موضوع سے) بڑھ گئی ہے کہ کوہلر اس نے مرنے والوں کا یہ احساس کردہ اپنے جسم سے الگ ہو گئے ہیں اس سلسلے میں بیادنی اہمیت رکھتا ہے۔ جب کہ ان کا محض شتم ہو گیا حرکت قلب بند ہو گئی ہے۔ دماغ کی رگ منقطع ہو گئی۔ مگر وہ ان واقعات کو جو ان کے گرد و پیش پیش آرہے ہیں۔ اپنی صحت سے کس طرح جان کر سکتے ہیں؟

ایک مردہ یہ کس طرح جانتا سکتا ہے کہ اس درمیان میں کون لوگ اسکے کسے میں داخل ہوئے۔ کون کون اس کے جسم پر حملہ کرتا رہا۔ ان جان کنیوں نے کس طرح یا فساد قبیلہ کیا۔ ڈاکٹر ایڈریج کوہلر اس کا اسرار ہے کہ اگرچہ ہر مریض کا بیان ایک دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔ تاہم چند باتیں ہر بیان میں مشترک ہوتی ہیں۔ مثلاً سکون دماغی کا احساس اپنی کلی شخصیت کا ایتقان اور اپنے مرحوم اموا اور اہباب کی طرف سے تہنیت و مبارکباد کا سلسلہ اسی لئے مرنے والے ان کوششوں کو پسند بھی کی نظر سے نہیں دیکھتے۔ جو انہیں جانے کیلئے کی جاتی ہیں۔ ان کیلئے موت میں سکون اور امید دونوں کا احساس پایا جاتا ہے۔ ان میں سے کوئی بھی دوبارہ مرنے سے خوفزدہ نظر نہیں آتا۔ ڈاکٹر کوہلر اس ہوں یا برطانیہ کے مشہور محقق تحقیقات نسبی (S.P.R) کے اراکین! سب کے سب پچھلے ایک سو برس سے حیات بعد الممات کے مسئلے اور روحی مظاہر کی تحقیقات میں لگے ہوئے ہیں۔ یہاں دوبارہ دوا چار کی طرح کسی بات پر اصرار کی بات پر یقین کرنا مشکل ہے۔

مرچو

پیر الدین

ہزاروں سال سے انسانی ذہن کیا کیوں اور کیسے میں الجھا ہوا ہے۔ اور ابھی ہزاروں سال تک یہ کھنٹی نہ سلجے گی۔ میں یہ بات پہلے بھی کلی ترجمہ چکا ہوں۔ اور اب بھراس کھٹے پر زور دینا چاہتا ہوں کہ خارق العادہ مظاہر (مثلاً روحوں سے مکالمہ) کے خلاف انسانی ذہن پر ایک پُر زور طبعی مزاحمت پائی جاتی ہے۔

## طبعی مزاحمت

سوال یہ ہے کہ طبعی مزاحمت کیوں ہے؟ اس کا سبب یہ ہے کہ انسان کی تمام تر زندگی کا انحصار اس کے حواسِ شہسی کا کردار کو ہی پر ہے وہ عادی ہے کہ جب تک کسی چیز کو اچھند کھینچے کسی آواز کو کان سے نہ سنے۔ کسی شے کو نہ چھوئے کسی چیز کو نہ سونچے۔ اور کسی جسم کو نہ چھوئے وہ اس کے وجود کا اقرار نہیں کر سکتا دنیا کا تمام کاروبار اسی اصول پر چل رہا ہے۔ قابلِ اعتبار وہ ہے جسے آپکے حواسِ شہسہ اعتبار کے قابلِ قرار دیں۔ انسانی عقل صرف انہی نتائج کو قبول کرتی ہے (قبول کر سکتی ہے) کیونکہ اسکے اپنے علم کا تقاضا یہ ہے (جو ضرور اور محسوس ہو یا قوی منطقی اور یا ضیائی ویلیوں سے چٹکے وجود کا اثبات کیا جائے مطلق اور یا حسی انسانی شعور کے اعلیٰ ترین مظاہر کی حیثیت رکھتے ہیں گاڑی کے پہلے اور آگ کی چٹائی کا اہتمام کے بغیر غنائی ساریں اور اشیاء دھماکی تک ایسی اصول کار کا تجربہ ہوتے ہیں جن کی تصدیق مطلق اور یا ضیائی سے نہ ہو سکتی ہے انسان کی تمام سائنسی آگاہی عقلی اور فنی ترقیوں کا انحصار صرف منطقی معرئی کبریٰ اور یا ضیائی مامولوں کے ذریعے ہوا ہے۔ کہ سگری کے اصول حرکت اور مائے کے قوانین۔ روشنی اور بجلی کے ضابطے یہ سب کے سب عقلِ منطقی کی کارگزاری ہیں اور ہم عادی ہیں کہ ان تمام چیزوں کو قبول کر لیں جن تک عقل ہماری رہنمائی کرتی ہے۔ کیونکہ ہزار سال کے انسانی تجربات کے بعد ہمیں ان کی عملی افادیت کا شوق مل گیا ہے۔ انسان جن اشیاء کا عادی ہو جاتا ہے ان کا ترک بہت مشکل سے ممکن ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری نگاہوں کے سامنے ایک انسان مرجاتا ہے۔ اور پھر اس کا جسم معدوم ہو جاتا ہے۔ جس کے معدوم ہوجانے کے بعد یہ تصور کہ وہ شخص کسی اور دنیا میں زندہ ہے۔

انسانی عادت کے خلاف ہے۔ کیونکہ ہماری عادت ہے کہ ہم کسی شے یا شخص کا تصور اسکے جسم کیساتھ کریں۔ جسم کے بغیر وجود کا یقین خلاف عادت ہوگا۔ خارق العادہ مظاہر وہ ہوتے ہیں۔ جن کی باتیں عادت نہیں ہوتی۔ مثلاً آنکھوں کے بغیر دیکھنا، کانوں کے بغیر سنا، ہانک کے بغیر سونگنا، جسم کے بغیر چھونا اور زبان کے بغیر چکھنا! اب سائنس دانوں کی توجہ خارق العادہ امور کی تحقیق کی طرف مبذول ہوئی ہے اب تک حاضراتِ ارواح کے جتنے تجربے ہوئے ہیں۔ ان سے کوئی کامیاب بات معلوم نہیں ہوئی۔ اگرچہ اس موضوع پر بہت کچھ لکھا گیا ہے اور دنیا کا شاید ہی کوئی ملک ایسا ہو جہاں جلتے روح کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے متعدد تجربے نہ کئے گئے ہوں۔ کرباب تک ہمیں کسی روح نے یہ نہیں اعلان کر خود "روح" کی حقیقت کیا ہے؟ اس مسئلے میں (حقیقی یا نام نہاد) روحوں سے جو سوال و جواب کئے گئے۔ وہ مستحکم فیرو اور ناقابلِ ذکر تھے۔ اس موقع پر قرآن مجید کی وہ آیت یاد آتی ہے۔ کہ تم کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے کہ وہ کدو جس میں میرے سب کے جسم سے ہے اور یہ کہ "تمہیں روح کے بارے میں بہت کم علم دیا گیا ہے" تاہم ان تجربات کی افادیت سے انکار ممکن نہیں کچھ اور جنس تو کم سے کم ان حقیقتات سے لمس انسانی کے بارے میں حیرت ناک معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ اور برابر اس مسئلے میں نمایاں اور اہمیت بخشنے والی ہفت جلدی ہے مختصر یہ کہ حاضراتِ ارواح کا موضوع ایک بڑی حیرت انگیز اور ڈرامائی کیفیت پیدا کرنے والا موضوع ہے۔ اور اس باب میں لوگوں کے خیالات سے قابلِ حد تک پکڑا دینے والے ہیں۔ میرے پاس اس قسم کے خطوط کا (جن میں رابطہ ارواح کے کسی نہ کسی پہلو یا کرشمے سے بحث کی گئی ہو) خاصا ذخیرہ ہے اگرچہ بہت کچھ ضائع ہو چکا ہے۔ تاہم جو کچھ باقی ہے۔ وہ بھی خواص کے اعتبار سے کچھ کم نہیں۔

محمد کرشن دھرم شرما کاغذ چھاپت

» « مدد گاہ کے منت گھر ہاتھ ام

حاضراتِ ارواح کے مختلف طریقے ہیں ان میں سے بعض پر گفتگو کی جا چکی ہے۔ مثلاً پانچوٹ، آزاد نگاری اور پورے تھتھ ارواح! اسکے علاوہ بھی کچھ اور طریقے ہیں۔ جن کے ذریعے نازیہ

انتہیوں سے رابطہ پیدا کیا جاتا رہے۔

## چند عملیات

عطا اللہ خان لادھی رحمہ اللہ ان سے لکھتے ہیں

اس وقت میرے پاس محاضرات اردو کے تین یا چار ٹل ہیں ایک تعویذ لکھتے ہوں۔ وہ تعویذ سات سالہ لڑکی یا لڑکے کے دائیں اٹھنے پر لپٹ جاتا ہے۔ اٹھنے کے ناخن پر سیاہی مل دی جاتی ہے۔ سوکھ جانے پر سرسوں کا تیل لگا دیا جاتا ہے۔ (جس سے اس میں چمک پیدا ہو جاتی ہے) معمول اٹھنے کو دیکھتا رہتا ہے۔ مکمل حاضر ہوتا ہے۔ (یعنی معمول کا مکمل سر یا پاؤں کے اشارے سے جواب دیتا ہے۔ یا اگر روٹی معمول خراہے۔ تو وہ جواب (جو فرض کیا جاتا ہے کہ عالم اردو اس سے منسلک کے ذریعے موصول ہوا ہے) لکھ کر دے دیتا ہے۔ کہ واقعہ یہ ہے۔ اگر کسی کے یہاں موسیقی کی چوڑی ہے۔ تو مال سرود اور چور سے متعلق بتا دیتا ہے۔ ایک دفعہ کسی بالغ لڑکی کے تعویذ یا غدا حاسا لڑکی سے کہا گیا کہ منسلک سے کہہ کر کھانا بزرگ کی زیارت کرادے۔ لڑکی (بجائے استغراق) کہتی ہے کہ وہ بزرگ میرے ساتھ ہی اپنے رشتہ و موجد ہیں لڑکی کو جاہلیت کی گلی کرنا اس کی ذہنی ترقی کے لیے نیک ہے۔ لیکن وہ آپ کے لئے بہت بے جا ہیں۔ مگر وہ اور بزرگوں کی تحریف آوری کی استدعا کی گئی۔ معمول نے جواب دیا کہ وہ دونوں بزرگ محکوموں پر سوادِ شریف دار ہیں۔ ان سے بھی دعا کرتا ہوں کہ اس موقع پر ایک ماہر تعلیم آسانی سے کہہ دے کہ یہ سب فرارِ افریقہ سے بے شکوئی درج سے درودِ حاجت ہے۔ لڑکی تو یہ فیصلہ نہیں ہے۔ اور عالم کی ترغیب سے سارے جراثیمات دے رہی ہے۔ اور بس کیونکہ خود بھی ٹل میں بیٹھی ہوا کرتا ہے۔ ایک مرتبہ لڑکی نے (استغراق کی حالت میں) کہا کہ میدان کر بلا میرے چپڑاں سے۔ اور کھانا اور فلاں منظرِ نگاہ سے گزر رہے ہیں۔ عطا اللہ خان لادھی نے اور چند عملیات کی ترکیب بیان کی ہے۔ جو برصغیر کے دیہات کا معمول ہیں۔ درحقیقت کسی چند رائے (مثلاً بورا، آئینہ، شمع، چاند، سورج) پر نظر جمانے سے آدمی بہت جلد خود بھی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ اور اس خود بھی کیفیت میں

معمول جو کچھ بیان کرتا ہے۔ وہ بذات خود غلط سمجھنا یا کھانا ایک باب ہوتا ہے۔ امر وہ ہے جس اشتقاق ارحم کی برائیں خوردوں کو چرخوں کے سامنے بٹھایا جاتا تھا۔ اور میرا نہیں دھوکہ بھانپیں۔ ہسٹریا کی سرحد بہت جلد خود بھی معمول کی حیثیت اختیار کر لیتی اور اس علم میں اردو (نہ جانے وہ اسکے ذہن کی اختراع ہوئی تھی۔ یا ذاتی کچھ تھا) سے اس کا رابطہ قائم ہو جاتا۔ محمد اشفاق (میں ردو بحسن پورہ لاہور) آپ کی خدمت میں ایک اہم مراسلہ پیش کر رہا ہوں۔ امید کہ آپ اپنی قیمتی رائے سے مطلع فرمائیں گے۔ آج کل پورے پنجاب میں اس واقعے کا چرچہ ہے۔ اور نئی نئی رائے زنی ہو رہی ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ ۱۸ مارچ کو بندر روڈ (دریا سے راوی کے قریب) پر ایک جوان لڑکی کی لاش پائی گئی (یہ ایک کھاتا پیتے گھرانے کی تعلیم یافتہ لڑکی فرزانہ صوبی تھی۔ جس کا ذکر تفصیل سے اخبارات میں آیا ہے) والدین نے لڑکی کی لاش کو شناخت کر لیا۔ پولیس نے والدین کے بیان کی تصدیق میں فرزانہ صوبی کے دوست جاوید بٹ کو بھی شامل تحقیق کر لیا۔ مزید انکشاف ہوئے۔ معلوم ہوا کہ فرزانہ اور جاوید کے درمیان آٹھ سالہ تعلقات تھے۔ سات مہینے پہلے فرزانہ لیاقت میڈیکل کالج خیر آباد میں تعلیم حاصل کرنے کے یہاں سے گھر سے روانہ ہوئی۔ مگر وہ حقیقت وہ لاہور سے باہر تھی اور چھوٹی بے گناہ بٹ کے ساتھ رہ رہے تھے۔ والدین کو بھی لڑکی کے فرزانہ قرآن حافظہ ارم و مصلوٹہ کی پابندی تھی۔ لیکن بائیس ماہ زید عہدات چوڑی کی بھی عادی تھی۔ لطف یہ کہ راتوں میں مصروف عہدات بھی دیکھی جاتی تھی۔ دوسنے گاہوں نے بیان کیا کہ فرزانہ اور جاوید کی ملاقات دو سے (خرقانی) کے تین روز قبل ہوئی تھی۔ پتہ چلا کہ وہ امید سے تھی۔ پولیس اس نتیجے پر پہنچی کہ فرزانہ نے بائیس سے بچنے کے لئے خودکشی کر لی ہے وہ دفعے بعد جاوید بٹ نے پولیس کے سامنے اعتراف کر لیا کہ اس نے فرزانہ کو گھانا گھونٹ کر ہلاک کیا ہے۔ جاوید نے کہا کہ فرزانہ اس شادی کے لئے تلک کر تھی تھی۔ اور چونکہ میں اس سے چھٹکارہ پا چکا تھا۔ اس لئے میں نے باقاعدہ کیا۔ ۱۸ مارچ کو میں اس سکول پر ہٹا کر لے گیا۔ اور ایک (مسلمان جگہ) بڑی بے دردی سے اس کا گناہ دیا۔ جب فرزانہ مر رہی تھی۔ تو کسی آنکھوں میں انتقام کے شعلے

چمک رہے تھے۔ آخر اس کام نکل گیا۔ اب جاوے کے بیان کا سب سے زیادہ مستثنیٰ خیر تھ۔ شروع ہوتا ہے۔ جاوے نے کہا کہ میں اعتراض قبل اپنے خیر سے مجبور ہو کر رہا ہوں۔ شاید میں کبھی اس راز کا انکشاف نہ کرتا۔ مگر اب میں دل کے انھوں مجبور ہوں۔ ہوا ہے کہ رات کو میں اپنے کمرے میں بیٹھا فرزند مرحوم کے تصویر میں غرق تھا اچانک میں نے دیکھا کہ وہ مرحوم بیاد پکڑے پھرتے کمرے میں داخل ہو رہی ہے۔ میں حیران رہ گیا۔ فرزند نے کہا کہ جاوے! میں ہمیشہ تمہاری ہوں۔ اور تمہاری ہی رہوں گی۔ میں جاوے! تمہارا عالم (عالمِ اہل) میں انظار کر رہی ہوں۔ یہ کیا اور نظر سے اوصل ہو گی۔ یہ ہے مجھ اشفاق کا بیان! میں نے اس واقعہ کی بذات خود تصدیق نہیں کی۔ نہیں کہ مسئلہ کس واقعہ میں افسانہ کی سرحد میں کہاں ختم ہوتی ہیں۔ اور حقیقت کا آثار کہاں سے ہوتا ہے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے۔ یہ واقعہ اس طرح افسانہ میں شائع ہوا تھا۔ چونکہ ہمارے یہاں اس قسم کے واقعات کی طبعی تحقیق کا نہ اعتقاد ہے۔ نہ امکان۔ اس لئے ایسے حیرتاک واقعات پر قبل از وقت تبصرہ کرنے سے گریز کرنا چاہئے۔

### پوچ اور لپچ کر شے

کیا یہ بات خوب آنکھ نہیں کھلے کہ وہ دراصل جو کچھ سرزد ہوتے ہیں۔ وہ وہ جہاں پوچ، پوچ اور لپچ ہوئے ہیں۔ واقعی بہت سب آنکھ نہیں کھلتے۔ ہمیں عام انسان کے گھر میں سے اعلیٰ کارکردگی کی امید تھی۔ مگر حاضرات کے کلماتوں سے تو یہ جانت ہوتا ہے کہ وہ جو شہید بازی اور آزار و ممانی کے کسی طریق کا راور کسی "بہتر" سے واقف نہیں ہوتے۔ شکر اہل اندرون سندھ سے نکلتے ہیں کہ

آج سے تقریباً چار سال پہلے۔ تیسری نائی جب پید اسکول سے گھر پہنچا تو ایک ناگ اور ایک بازو میں بے پناہ درد سے طبلہ اعضا اس کی آنکھوں سے پانی پھرتے آتے ہی بے سندھ چار پانی پر گر پڑا۔ ڈاکڑوں کو کھایا۔ مگر ان کی تحقیق سے سلی نہ ہوئی۔ جب علاج معالجہ کے باوجود بے نیکی حالت خراب ہونے لگی۔ تو لوگوں نے مشورہ دیا کہ کسی عامل کو کھلایا جائے۔ جب ہم نے کسی عامل

سے رجوع کرنے کی خفائی تو پچی اچانک اپنے باپ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ  
بایا آچہ داس میرے پاس بیٹھا کہہ رہا ہے کہ اپنے باپ سے کہہ دو کہ تم نے اگر میرے معاملے میں کسی جبر فکری کا نگ آڑانے کی کوشش کی تو درد کا عذاب میں چٹکا کروں گا۔ یہی نہیں بلکہ جھینس دیالینک کروں گا۔ تم کو صرف دیوی ماتی کی پوجا پات کیا کر۔ (دعوت) کہہ کر دیوی ماتی کا مندر ہمارے گھر میں ہے۔ اب آچہ داس! کوئی آوارہ روح جو بچے پر مسلط ہو گئی تھی) اویسے جھینس دیوی پر اثر آیا اور کھروالوں کو نئی طرح تک کرنا شروع کر دیا۔ شلا گھر کی متعدد چیزیں تم ہوئے نکلیں۔ حتیٰ کہ تجوری تک میں سے نفوذی ہوتا اور رات تک تم ہونے لگے۔ مختصر یہ کہ اس غیبیٹ نے ہمارا ناگ میں دم کر دیا۔ آخر کار ہم بچے کو لے کر گھر کے ایک درویش عہد الوادہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے کچھ بڑے بغیر تمام حالات من و عن بیان کر دیئے۔ حالات بیان کرنے کے بعد۔ درویش نے کچھ "دور" شروع کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد بچے سے پوچھا کہ آچہ داس کہاں ہے۔ بچے نے فوراً جواب دیا کہ دروازے کے پاس کھڑا ہے۔ پھر انہوں نے کچھ اور پڑا کر پوچھا اور بچے سے پوچھا کہ بیٹے! اب کیا دیکھ رہے ہو؟ بچے نے کہا کہ آچہ داس کو چاروں طرف سے آگ نے گھیر لیا ہے۔ اور وہ دھڑ دھڑا رہا ہے۔ اور وہ راکھ کا ڈھیر بن گیا اس واقعے کے بعد سکون ہو گیا اور میرے بچے کو کوئی بڑا نہ ہوئی تھی۔ بعد میں آچہ داس اپنی راکھ کے ڈھیر سے بڑا ہو گیا۔ یعنی رہے خود بخود بگنے لگے۔ گھر میں پھر کچھ چیزیں عذاب ہو جائیں۔ اور پھر دل جائیں۔ طرح طرح کی شراشیں ہوئیں۔ ایک دن لڑکے کے والد بھی رام داس نے ٹیٹس میں آکر آچہ داس کو بے پناہ گالیاں دیں۔ اور خوب خوب مقلقتاں کیں۔ جس پر آچہ داس کی طرف سے سندھی زبان کی ایک سلیپ گرائی گئی۔ اس سلیپ پر لکھا تھا کہ اگر میرا منتقل تمہارے خاندان سے نہ ہوتا تو میں تمہارے گھر کی اینٹ سے اینٹ بھارتا دیتا۔ کچھ کا پ بہت خد ہے۔ اس نے کہا کہ جو کچھ ہوتا ہے کھوان کی طرف سے ہوتا ہے۔ تو خود ایک جھینس ہوئی روح ہے۔ میرے پاس یہ طاقت کہاں کہ تو باہر بال بچا کر سکے۔ بچے کا باپ یہ بات کہہ کر ہاتھ کا آچہ کی روٹھنے ناپ کی گود سے بچے کو جھین کر بھینچا۔ باپ کی جھینس نکل گئیں۔ مگر خبر ہوئی اس ناہیدہ

قوت نے بچے کو پکڑ لیا۔ خیر بھلا حالات کچھ نہ دھر گئے۔ آج وہ اس کے گرد اس بڑی تہذیبی رونما ہو گئی۔ پھر وہ ہم لوگوں کو طرح طرح کی مصائب میں مبتلا کر لے گیا۔ آخر کار ایک دن بچے نے باپ سے کہا کہ چاہیے! آج وہ اس کے بعد باقائے تم میرے دوست ہو۔ میں بھی تمہیں نگاہ نہ کروں گا۔ مگر سب لوگوں کو یہ وعدہ کرنا پڑے گا۔ کہ اب کوئی شخص مجھے گالی نہ دے گا۔ میرے معاملہ میں کسی عامل سے مدد لی جائے گی۔ میرا وعدہ ہے کہ میں تم لوگوں کو ہلا مال کروں گا۔ تم لوگ صرف دیوبند کی مائے ناپاچا پات کیا کرو۔ چنانچہ آج کل آج وہ اس کی روح سے ہمارا معاہدہ طے ہو گیا ہے۔

ہمارا کنبدہ دس افراد پر مشتمل ہے۔ ہر روز چار پانچ مہمان لازمی طور پر ہمارے دسرخوان پر ہوتے ہیں۔ اس طرح گندم کی ایک ہری بیجیں ہر گھنٹوں روز چل جاتی ہے۔ اس معاہدہ کے بعد جب پوری کامن کھولا تو تیرانی ہوئی کہ پوری خالی نہ ہوئی تھی اور مزید چندہ میں روز چل جائے گی۔ یہ کس قدر حیران کن بات ہے۔ ہمارے گھر میں کوئی ناخوشگوار معاہدہ پیش نہیں آیا۔ البتہ بڑوں کے گھروں پر کبھی کبھی خشت باری ہو جاتی ہے۔

شکر لال نے آج وہ اس کی آوارہ گردوں کے جو کہ قوت بیان کئے ہیں۔ ان سے چند چیزوں کا اعجاز ہوتا ہے یہ کہ آج وہ اس کی فطرت آج بھی وہی ہے۔ جو بقیہ حیات تھی یعنی وہی معمولی دنیاوی خواہشیں ایسے کہ وہ مرے کے بعد زمین سے بندھا ہوا ہے اور ہمارے عالم میں باندھ نہیں ہو سکا۔ یہ کہ وہ شخص انصاف و انصاف کو توڑنے کا ناک ہے (آگے کی باتیں)۔ یہ کہ وہ لوگوں سے نفرت رکھتا ہے اور ایک عامل (عبداللہ صد درویش) نے اسے عمل کی طاقت سے جلا دیا تھا۔ مگر پھر وہ اپنی راکھ سے بنی آٹھا۔ یہ کہ اسکی حرکتیں اور شراکتیں تکلیف دہ ہیں۔ مثلاً چیزوں کو قابض کر دیتا۔ بچے کو ستانا۔ گھروالوں کو دہشت زدہ کرنا۔ یہ کہ اس دہشت و درندگی کے باوجود وہ حق کا مہم جو کرے اسے نبھانے کی کوشش کرتا ہے۔

## آزاد نگاری

ذکر کیا جا چکا ہے کہ آزاد نگاری (فری رائٹنگ) کے ذریعہ ناپیدہ ہستیوں سے پیغامات حاصل

کئے جاسکتے ہیں۔ جناب عرفان صوفی (کوہنگی کرچی) کی اہلیہ محترمہ ایشیا رخت حساس اور تاشیر پدم خاتون ہیں۔ میں نے انہیں آزاد نگاری کے ذریعہ روحوں سے رابطہ پیدا کرنے کی ہدایت کی تھی۔ لکھتی ہیں کہ۔

۱۶ جنوری ۱۹۷۹ء (پھر کے روز نوں بجے رات) کو آزاد نگاری کے ذریعہ حاضر اسرار و اح کا جو تجربہ ہوا۔ اسکی تفصیل حاضر ہے۔ ہاتھ بے اختیار اسرار و اح پر ہونے کے بعد تیزی سے خود بخود کاغذ پر پڑنے لگا۔ لیکن کوئی تحریر برآمد نہ ہو سکی۔ پھر ہاتھ میں جواہر نیاں قوت پیدا ہوئی تھی۔ وہ تمام جسم میں سرایت کر گئی۔ دانتا جب تھپ تھپ ہو گیا تو اس دل زور سے دھڑک رہا تھا۔ کہ خدا کی پناہ اول دھڑک کی دھک دماغ سے جا کر نکلتی تھی۔ لیکن جب بے خودی طاری ہونے لگی پھر کچھ پتہ نہ چلا۔ پھر سوال و جواب ہوئے۔ درج ذیل ہیں۔

تیکم عرفان: آپ کیا مبرا لسا دیکھ میں آپ کاغذ پر لکھ دیجئے۔ (گھسوا دیجئے)

ج: پھر کھوں گی۔

س: آپ کو کیا ہے بھئی ہے؟

ج: تیرے باپ مجھے پاؤں میں کرتے۔ نہ قبر پر آتے ہیں)

س: نہیں اچھا! آپ کا بہت یاد کرتے ہیں اور تیرے بھی ہیں۔

ج: بھول گئی ہیں۔ چھوٹے چھوٹے۔

س: تیکم عرفان میں حاضر ہو پھول چڑھاؤں گی۔

ج: شیدہ (عرفان صوفی کی شادی شہلا کی) نہیں آئی۔

تیکم عرفان: نہیں ابھی تک نہیں آئی۔ آپ اسکی شادی سے ناراض تو نہیں۔

ج: میں کسی سے ناراض نہیں ہوں۔

تیکم عرفان: اتنی بے نی سلام کر رہی ہے۔

ج: میری بیٹی خوش رہو۔ خوش رہو میرے بچہ!

تیکم عرفان: سنئے گا اٹاؤں ملنا چاہتی ہیں آپ؟

مرچو

رحمہ اللہ پر رحیم

آمین

ج: نہیں رہتے دو۔ سب خوش رہو۔ چائی ہول، اب جانے دو۔ اب جانے دو!

## ۷ ستمبر ۷۷ء

عمل عاضرات شروع کیا۔ لیکن تحریر کی بجائے میری کیفیت تبدیل ہونے لگی۔ اور خود مجھ میں درد پیدا روشنی کے ہالے جذب ہونے لگے اس تحریر پر ملاحظہ ہو۔ ہاں یہ عرض کروں کہ میری خوش دامن زہرہ سید مظفر حسین کا تعلق بھارت میں صوبہ پی پی ہار سے ہے لہذا ان کی زبان و چہر کی ہے۔

تیکم عرفان صوفی۔ اسی میری طرف سے بچوں کی طرف سے اور صوفی صاحب کی طرف سے السلام علیکم

ج: دو تیکم سلام۔ جیتے رہو۔ خوش رہو بچو! ارے تم لوگ میرے کوروزانہ کیوں پریشان کرتے ہو۔

تیکم عرفان۔ ہمارے استاد رکش احمد ہوی صاحب کہتے ہیں کہ تمہاری والدہ کچھ بے چین ہیں۔ پوچھو بے چینی کا سبب کیا ہے؟

ج: ان سے کہنا کہ میں نے بے چینی کا سبب یہ بتا دیا تھا میرے باپ کی یاد اور سب بچوں کی یاد اور میری بے چینی کی وجہ سے پریشان اور بے چین ہوں۔

تیکم عرفان۔ آپ اب جان کو کوئی پیغام دینا چاہتی ہیں۔

ج: نہیں تیرا باپ آئے گا تو خود آئے گا۔ لا کچھ دینا کہ پول پڑھاؤ۔

تیکم عرفان۔ ہم آپ کی تمام باتیں تمہیں کو بتا دیں گے۔ آپ بے فکر رہیں۔

ج: (ایک دم نچنے میں غماز کر) وہ بہت نورانی ہے۔ میرے سامنے نامہ امت لیا کرو۔ لا حول پڑا لا حول (پھر لا لا حول اول سے آخر تک پڑھا۔) تم نے بھی پڑھا۔

تیکم عرفان۔ صوفی صاحب آپ کو سلام کہتے ہیں اور آپ سے معافی چاہتے ہیں۔ کہ انہوں نے آپ کو تکلیف دی تھی۔

ج: حیرا آدمی (شوہر) بہت خدی ہے۔ کسی چیز پر یقین نہیں۔ اعتقاد ہی نہیں رکھتا۔ مذاق بھٹکا ہے۔ میں ناراض نہیں ہوں۔ میں نے معاف کر دیا میرے خدانے معاف کیا۔

تیکم عرفان۔ آپ کسی رشتہ دار کو کوئی پیغام دینا چاہتی ہیں۔

ج: انوار سے کہنا کہ دو کنگر ہوی باپ کی نام پر ذرا دل دیا کر۔ حرامی اند باپ کی فاتحہ کرتا ہے۔ نہ ماں کی!

تیکم عرفان۔ آپ وہاں پر ہماری دادی، دادا، چھوٹی، مانی، تاجا، وغیرہ سے ملی تھیں۔

ج: ہاں تیرے دادا اور صوفی کے عزیز رشتہ دار والدہ سب بہت آگے چلے گئے ہیں۔ میں بھی اب جانے والی ہوں۔ میرے تاجا ہاں بھی اسی طرح خدی ہیں۔ (جس طرح دینا چاہتا تھے)

تیکم عرفان۔ آپ تمہیں کے متعلق کچھ باتیں کیا کروں۔

ج: میں کیا کر سکتی ہوں پائی! تم اپنے استاد رکش احمد ہوی سے کہنا کہ وہ اس کیلئے کچھ کریں۔

(درمیان میں اچانک میری لڑکی نالاندہ نے پوچھا) تمہیں کیلئے کیا کریں۔

ج: تو کون ہے؟

تیکم عرفان۔ یہ بے بی ہے۔

ج: اچھا بے بی ہے۔ میرے باپ سے ملنا دو جو کون ہیں، پڑھا امین سے کچھ دے۔

تیکم عرفان۔ امی۔ آپ نے صوفی صاحب کو معاف کر دیا ان کے لئے دعا کریں۔

ج: ہاں میں بھی معاف کر دیا۔ اس سے کیسے ناراض ہوں گی وہی تو میرا بچوں کا خیال کرتا ہے۔ اس نے اتنا میرے لئے کیا کر تو نہیں مانی! اچھا! (دوڑتے ہوئے شدید کپ کے انداز میں) اور لڑکی کو جھوک (جھوک) دیا۔

تیکم عرفان۔ اچھا امی! آپ خدا کے لئے ناراض نہ ہوں انہوں نے پتہ نہیں چھ پر کیا کر دیا تھا؟

ج: وہ تو میں نے کئی ہی بتا دیا تھا۔ (پھر ہنستے کے سلام کا جواب دیا اور کہا کہ تیری لڑکی بہت خدی ہے۔ پھر حیرا (چھوٹی لڑکی) نے سلام کیا۔

ج: ختم اپنے ماں باپ کا کہنا مانا کرو۔ ان کی پریشانی کا خیال کرو جیسے ایک (لڑکی یسین ثبیت) برباد ہوئی۔ ویسے ہی تم کو بھی (برباد) ہونا ہے کیا؟ اچھا آج تو دو پہر میں صوفی سے کیا بول رہی تھی۔ بری کے بارے میں (یہ خطاب پیغمبر قان سے تھا۔

پیغمبر قان۔ امی میں نے ان سے کہا تھا کہ آپ کے حزار شریف پر قدم پڑی کر کے آئیں۔

ج: ہاں وہ آضدی لڑکا اس کو یقین ہی نہیں ہے۔

پیغمبر قان۔ نہیں امی اب سب مانتے ہیں۔ سب یقین کرتے ہیں۔ ہم سب یقین کرتے ہیں۔ بلکہ ہم سب حزار شریف پر آئیں گے۔ پھول چڑھاؤں گی۔ جس کے دن ارادہ ہے۔ بری میں آپ کے لئے کیا کروں؟

ج: کچھ بھی اچانچے سوچے جاؤں پر ہی (فاتحہ) دے دو۔ اچھا اب میں جاؤں گی۔ آج رات تم سب آرام سے سونا اور رخصت صاحب سے کہہ کر اب میرے گوتھیں بلانا۔ بچوں کے لئے پریشانی تھی۔ اب میں آرام کروں گی۔ اچھا اب جاتی ہوں۔ رخصت صاحب کو میرا سلام کہنا اچھا اب جاتی ہوں۔ اب آ پکڑ آج کے بعد تکلیف نہیں دینگے۔ خدا حافظ خدا حافظ! آپ نے پیغمبر قان صوفی کا بیان سن لیا۔ اب بتاؤ عرفان صوفی کے تجربے کا حلقہ ہوں۔

اے مالک علی کا فیض والدین پر رخصت  
رات کے گیارہ بجے مراقبہ شروع کیا۔ درود فاتحہ کے بعد قبلہ کے توسط سے حضرت مرشد اعلیٰ سے توجہ کی درخواست کی مراقبہ میں دیکھا کہ روشناس پہیلی ہوئی ہیں۔ اور درود سے ایک شخص ہے۔ پھر دیکھا کہ وہ بیٹھا ہوا ہے۔ کوئی ساتھ بیٹھنے سے سال کا ہندو برہمن یا چھاری وغیرہ اس نے ہاتھ جوڑ کر بیٹھے کیا۔ (اس کی گفتگو سن کر امتیراجی) کہنے لگا کہ میں نے اپنی لڑکی پر بہت ظلم کیا۔ وہ مسلمان ہو گئی تھی۔ میں نے اسے شادی نہیں کرنے دی وہ اس غم میں کل کل کر رہی تھی۔ بھگوان مجھے معاف کرے۔ پھر دیکھا کہ اس ہندو چھاری کے برابر ایک لڑکی قد کم لہاس پہنے کھڑی ہے۔ ہندو چھاری نے لڑکی کو "کوشلیا" کہہ کر مخاطب کیا۔ اور کہا کہ کوشلیا اب تم کچھ کہو۔ اب جو میں نے اس

لڑکی کی طرف دیکھا تو از حد تعجب ہوا کہ یہ تو وہی آنکھیں اور وہی چہرہ ہے۔ جو میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ کوشلیا نے کہا ہم لوگ سندھ راجستھان کے رہنے والے ہیں اس وقت یہاں مسلمانوں کی حکومت تھی۔ میرا محبوب ایک مسلمان سپاہی تھا۔ مجھے تہوار سے حضرت محمدؐ سے بے حد عقیدت تھی۔ میں دل سے مسلمان ہوں۔ مگر میرے باپ کو کوئی اسلامی طریقہ نہیں آتا۔ میں صرف اللہ اور محمدؐ کو کرتی رہتی ہوں بس۔ مگر میری آتما بے چین ہے تم اپنے مہاتما (جس کی) سے کہنا کہ وہ میرے واسطے بڑھتا کریں۔ کہ میری روح کو کوشلیا لے۔ بس یہی کہتا تھا۔ میں نے مراقبہ کی حالت میں باپ بیٹی کے لئے درود شریف پڑھنا شروع کیا۔ دونوں بے انتہا مطمئن اور خوش نظر آرہے تھے۔ جاتے جاتے کوشلیا نے آپ کو پرنام کیا۔ اور سیدہ کنول اور سیدہ نگاپ کے پھول میری گود میں ڈال دیئے۔ کہ پھول مہاتما رخصت کی کے چڑوں میں ہم باپ بیٹی کی طرف سے ڈال دینا۔ درود شریف سے وہ پھلے اور درود ہوتے چلے گئے۔

یہ بیان سے عرفان صوفی کا! جب بعض لوگوں کے خطوط میں، میں اپنا ذکر دیکھتا ہوں تو سخت حیرت بلکہ دہشت ہوتی ہے۔ نہ جانے یہ سب کیا ہے! انجانے یہ سب کیوں ہے؟ تعجب ہے کہ لوگوں کے مراقبہ۔ خوابوں اور مشاہدات میں یہ تاجیز کہا سے ٹپک پڑتا ہے۔ نفسانی طور پر تو اس کا ایک ہی سبب ہو سکتا ہے۔ یہ نفسانی طور پر مرئیض معالج استاد کراؤمر اور مرشد کے درمیان ایک رشتہ مخفی پیدا ہو جاتا ہے اور اس رشتے کے سبب نفسانی مسائل سر بمصلوب یا مراقبہ کرنے والوں کو نگاہِ باطن سے اپنے مرشد یا استاد کا ہر رنگ میں جلوہ نظر آتا ہے۔ بہر حال اس معاملہ میں میرا کوئی تعلق نہیں نہ مجھ میں یہ قوت ہے کہ دوسروں کے عقوب پر اثر انداز ہو سکوں، بہر حال یہ ایسا نفسیاتی مظہر ہے جسکی تشریح تو میرے قاصر ہوں۔

### ادراک ماورائے حواس

عرفان صوفی نے حاضرات اور ادراک کے سلسلے میں ادراک ماورائے حواس E.S.P. پر بھی گفتگو کی ہے۔ ادراک ماورائے حواس کی تعریف یہ ہے کہ حواس کو استعمال کئے بغیر کسی شے یا شخص یا



حقیقت کا ظلم اور اک حاصل کر لینا ارواح سے رابطہ کا معاملہ اسی طریقہ اور اک سے تعلق رکھتا ہے۔ عرفان صوفی کہتے ہیں (یہ ان کے احساسات ہیں) کہ

عمل ماضرات ارواح کے درمیان (ساز و سامنے ہو جے شب) اچانک فضا پر گہرا سکوت طاری ہو جاتا۔ اور چاروں طرف خاموشی چھا جاتی ہے۔ حتیٰ کہ درختوں کے پتے ٹپک نہیں پڑتے۔ تمام آوازیں معدوم ہو جاتی ہیں۔ خصوصاً کتے کا ایک بھونکنا بڑھ کر دیتے ہیں۔ فضا میں خشکی اور خشک چھا جاتی ہے۔ قبرستان کی فضا کی مٹی سے مخصوص بخیر ہو جاتی ہے (ان کھیتوں کو میری بیگم نے بھی محسوس کیا) محسوس نور کے پتھروں کے بعد ہاتھ پاؤں سرد ہو جاتے ہیں۔ ہر جسم پر لپکی طاری ہوتی ہے۔ اور ایسا لگتا ہے کہ درودھیارنگ کے ہالے میرے جسم میں جذب ہو رہے ہیں۔ اس کے بعد فتوحی اور خود فراموشی کا دور آتا ہے۔ میں نے پہلے درجہ عمل ماضرات اس طرح کیا کہ گول میز پر حروف ابجد (الف سے ی تک) ایک دائرے میں لکھ دیے۔ درمیان میں شیشے کا گلاس (انا کر کے) رکھا۔ گلاس چند لمبے بعد خود بخود حرکت کرنے لگا۔ (سہارے کے لئے میرے انگی گلاس کی پشت پر رکھی تھی) لیکن اسکے بعد کچھ عجیب صورتحال پیش آئی۔ بیگم کا بیان ہے کہ میری زبان ان کی والدہ صومہ کی زبان بن گئی۔ (یعنی میں اس طرح گفتگو کرنے لگی۔ جیسے ان کی والدہ مرحومہ بول رہی ہیں) صومہ کی کتاب میں لکھا ہے کہ اسی لئے کہ یہ لکھا تھا جانتی تھی کہ میرے اور فتوحی بے جان ہو کر اگر ایک تھا گرم خود بخود گندہ پر تجزی سے حرکت کرنے لگا لیکن اسوقت میرا دل نہی کی طرح دھڑک رہا تھا۔ اور یہ دھڑکن اتنی تیز تھی کہ کان کے پردے پھٹے اور دماغ کے پردے اڑے جا رہے تھے۔ اس کے چند لمبے بعد پشت کی طرف سے درودھیارنگ میرے دائیں ہاتھ میں جذب ہو گئی۔ اور ایسا لگا کہ درودھی میرے تمام جسم میں پھیل گئی ہے۔ پھر کچھ کچھ غبرنہ رہی۔ ارواح کے سلسلے میں میرا اندازہ یہ ہے کہ یہ قانون ثابتی جسم میں جو عالم مثال سے عالم اجسام میں وارد ہو جاتے ہیں۔ اس جسم مثالی حواجز عام عادت کے دروازہ اور انداز گفتگو وہی ہوتا ہے۔ جو (دوبلہ اور معمول کے ذریعہ) اسکے جسم خاکی کا ہوتا ہے جس طرح ہم اپنے دلی جسم میں حقیقت روح سے واقف نہیں ہوتے اس طرح جسم مثالی میں بھی روح کی حقیقت سے بے خبر رہتے ہیں

مرچو

پر دین والدین

جسم مثالی میں بھی اسوقت تک شاید زمین سے وابستہ رہتا چاہتا ہے۔ جب تک انگی وہ خواہشیں پوری نہیں ہو جاتیں۔ جو جسم خاکی کے وقت تھیں۔ (عرفان صوفی کا بیان)

## خبیثت روحیں

۱۸۔ تمبر کا واقعہ ہے کہ دن میں تقریباً بڑھ بچے میں سے بیٹھے بیٹھے لگا ہیں باہر کی طرف اٹھائیں تو جب تما نظر آیا۔ گلاب کے پھول کی سرخی چاروں طرف پھیلنے لگی (میں میں گلاب گئے ہوئے ہیں) اور انعام پر سرخی پورے محسن اور کمرے میں پھیل گئی۔ ماحول انتہائی سرخ ہو گیا۔ گھٹے شدید گرمی محسوس ہوئی۔ پیسے پیسے ہو گیا۔ جسم کا دواں دواں کھڑا ہو گیا۔ شدید حدت محسوس ہوتی پیسے پیسے ہو گیا۔ گھبرا کر آنکھیں بند کر لیں۔ سرخی اسی طرح قائم رہی۔ پھر تدریجاً اس سرخی سے ایک شکل بننے لگی۔ ڈراؤنی شکل (مہیب چہرہ) آپ کی طرف توجہ کی۔ آپ نے ہمت اور حوصلے کی تقنین کی۔ پھر درودھی سفیدی میں تبدیل ہونے لگی۔ اور درودھاؤنی شکل ایک انتہائی خوبصورت ابرائی بنی کاروبار اختیار کر گئی۔ ایک آواز آئی۔ ہم سادات کے خادم ہیں۔ تم سادات کے خادم ہو۔ لہذا ہم دونوں آپ میں دوست ہیں۔ پھر وہ فعلی محسوس ہوتی چلی گئی۔ اور سفید روشنی میں پھیل گئیں۔ یہ مشاہدہ بعالم مراقبہ ہوا۔ کبھی کبھی کانوں میں جھنڈا ہفت سی ہونے لگتی ہے۔ بڑا کھانا کھا رہا ہوتا ہے۔ بے اختیار لاف لاف پڑتے کوئی چاہتا ہے یہ اس کے لیے سیاہ یا قرع ہے۔ میں نے اس مسئلے پر خاص طور سے غور کیا تو یہ چلا کہ سب سے بڑی باغداد انسان ہے۔ ہماری سوچ اگر خود مرضانہ مطلب پرستانہ تو یہ کارنا اور مٹی ہے تو ہم غیر شعوری طور پر اولیائے شیطان بن جاتے ہیں اور کائنات کی خلقی قوتیں ہر کارنا انسان کو اپنا مرکز توجہ بناتی ہیں۔ ایسے دنیا سے انسان جب نکلتا جاتے ہیں تو خواہشوں کے نظرائں کے ساتھ چلتے ہیں۔ اور پھر خیر غالب آنے کی کوشش کرتے ہیں۔ روئے بالا کا اندازہ میں نے اس طرح لکھا کہ کوشش خیر افراد دل ایسے غیبیت لوگوں سے مل کر قدرتی طور پر نکدہ ہو جاتا ہے۔ اور انسان بے اختیار تنوک دیتا ہے۔ یا کبھی کبھی چپک جاتی ہے۔

## پنجاب کے دیہات میں

شیر ساجد (کراچی) لکھتے ہیں

پنجاب کے دیہاتوں میں اکثر ایسے واقعات پیش آتے ہیں۔ یعنی بعض عورتوں پر کوئی بد روغ (باجن) آجاتا ہے۔ اور ان پر درود پڑ جاتا ہے۔ اس دورے کی حالت میں آسیب زدہ عورتوں سے غیر موسمی پھلوں کی قربانی کی جاتی ہے اور وہ آٹا فانا وغیرہ دے جاتی ہیں۔ دور کیوں جائے آپ کے قلم سے بڑے ہزار کے اعلیٰ طرف ذرا بہت کر ایک چھوٹی سی مسجد ہے۔ وہاں ایک صاحب جن کی عمر پچاس سے اوپر ہے۔ رہتے ہیں یہیں ایک سید سے صاحبہ سندھی بزرگ ہیں اور سوامہ جی "یعنی جن والے سورا کے نام سے مشہور ہیں۔ وہاں دروازے سے لوگ آتے ہیں۔ کراچی کے اعلیٰ پوزیشن رکھنے والے مردوں اور عورتوں کو میں نے وہاں دیکھا ہے۔ مسجد کے اندر بائیں طرف دیوار سے لگ کر سائل کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور اپنا سوال زبانی کرتا ہے یا چٹ پر لکھ کر دیوار پر رکھ دیتا ہے۔ دیوار انسانی لہجہ میں جواب دے دیتی ہے وہاں کسی انسان کے چھپ کر یا شیخ سعدی کی حکایت والے مندر کے پچھلے بیٹھ کر جواب دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ سب کچھ عام لوگوں کی اور چوٹی میں ہوتا ہے میرے ایک دوست نے وہاں کئی قسم کے پان کا مطالعہ کیا ہے پان کیا کہہ دوں گی اور میں اس کا مطالعہ کرتے وقت ایسے ہی محسوس ہوتا تھا کہ وہاں کا مطالعہ ہوا پہلے حیدر آباد یا نوابشاہ سے آپ کو کسی شخص نے لکھا۔ کہ کوئی نادیدہ ہستی انہیں روپے پینے دیتی ہے۔ اور اس کے ساتھ اس کا مطالعہ یہ بھی ہے کہ تم فلاں شخص کو قتل کرو۔ اس واقعے کے حقائق بھی آپ نے شک و شبہ کا اظہار کیا تھا اور غالباً یہ رائے ظاہر کی تھی کہ یہ شیر ذریعہ (تقسیم شخصیت) کے سر پیش ہیں۔ اور خود ہی اپنے روپے نوٹ وغیرہ مختلف مقامات پر رکھ کر سنبھال جاتے ہیں اور خود انہیں پالیتے ہیں اور وہی ہے کہ کوئی نادیدہ ہستی ایسا کرتی ہے اس وقت مجھے بھی یہ واقعہ عجیب سا لگا تھا لیکن پچھلے تہر میں مجھے لاہور خلیع کے گاؤں بہر وال کھان (کراچی لاہور) ریلوے اسٹیشن کے لائن کے انٹیشن چوکی سے سات میل دور) میں جانے کا اتفاق

ہوا۔ وہ میری چھوٹی بہن اور بھانجی راجی ہے۔ میری بھانجی حامدہ شروت کی عمر تقریباً ۲۳ سال ہے اور معمولی آروسی سنی اور تائی جی ایتھن تک تعلیم پائی ہے۔ تاہم قرآن پڑھا ہے پندرہ سال کی عمر میں شادی ہوئی تھی۔ شوہر زمینداری کرتے ہیں ہاں تو جب میں ان کے یہاں گیا تو پتہ چلا کہ گزشتہ کئی ماہ سے ان کے گھر میں بھی وہی مسلہ جاری ہے۔ جنوابع شادی حیدر آباد والے صاحب کو پیش آیا تھا۔ یعنی کبھی دس روپے کے نوٹ ملتے تھے۔ کبھی سو روپے کے۔ میری بھانجی کے بیان کے مطابق اسکا آغاز گزشتہ مارچ اپریل میں ہوا۔ ایک رات نیند کی حالت میں یوں محسوس ہوا کہ ایک عمر سیدہ بزرگش پر رگ اس سے کہہ رہے تھے کہ بھئی! مجھے سو روپے کی ضرورت ہے تم مجھے سو روپے دے میری بھانجی حامدہ شروت نے معذرت کی۔ اس سے اگلے دن جب وہ اچلی تو کانوں کی بالیاں غالب! کچھ بھگوش نہ آیا کہ بالیاں کہاں غالب ہو گئیں۔ کون لے گیا۔ گھر میں کسی چور کے آنے اور کانوں سے بالیاں اتار کے لے جانے کا امکان نہ تھا۔ بہت پریشان ہوئی۔ مگر کچھ سراغ نہ ملا۔ پانچ سات روز کے بعد پھر وہی بزرگ خواب میں دکھائی دیے کہہ رہے تھے کہ بھئی! تم نے مجھے سو روپے نہ دیئے۔ لیکن میں تمہاری دایاں دایاں کرتا ہوں۔ میری بھئی کی شادی پر روپے کی ضرورت تھی۔ اگلی صبح جب حامدہ کو اچلی تو چنگ کے قریب بالیاں پڑی ہوئی ہیں۔ اسکے بعد اس عمر حیدر سیدہ دایاں والے بزرگ کی آمد گھر میں شروع ہو گئی۔ اور اب وہ دایاں کے عالم میں آئے۔ کبھی بزرگ لباس میں ہیں کبھی عید لباس میں ہیں اس کا مطالعہ پر وہ بھر پور محسوس کرتے ہیں درمیان گھر میں اس چنگ پر بیٹھ کر تلاوت یا درود وظائف کرتے ہیں۔ جہاں حامدہ سوئی ہے وہ صرف حامدہ کو نظر آتے ہیں۔ اور اسی سے بات کرتے ہیں۔ اور چنگ پر یا ساتھ کی میز پر دس (۱۰) روپے یا سو روپے کا نوٹ چھوڑ جاتے ہیں۔ اسکی حالت میں حامدہ کے شوہر نے بھی کی۔ وہاں یوں کہ وہ کچھ زمین کلج کر روپے لے لائے اور یوں والا ایک کھولا۔ تو ایک سو روپے کا نوٹ دوسرے ہڈیوں سے الگ ہو پڑا ہوا تھا۔ وہ دیکھ بھالے بغیر حامدہ پر بگڑنے لگے کہ ایک کیوں کھولا؟ اور اس میں سے نوٹوں کے ہڈی کیوں نکالے؟ حامدہ نے انکار کیا اور کہا اور اپنی رقم کے نوٹ گنو۔ جب کئے گئے تو نوٹ اسنے ہی تھے۔ اور سو روپے کا نوٹ جاتو تھا۔ حالانکہ حامدہ کے شوہر ارشد خود خیرہ ارمیوں

سے رقم گنوا کر لائے تھے۔ جب حامد نے ہز پریش بزرگ کا راز کھولا۔ اسی طرح ایک دن ارشد کی تصحیح اور تاریخ حامد کے چنگ پر پڑی لی۔ حالانکہ وہ صبح کی نماز کے بعد تصحیح اور تاریخ اپنے اپنی کیس میں بند کر کے رکھ دیا کرتا ہے۔ تاریخ دستور مل رہی تھی۔ اور اس کا پلاٹنگ کا حصہ گری سے مل گیا تھا۔ ارشد بھر حامد پر بکڑا۔ حامد نے انکار کیا شب میں اس بزرگ نے حامد کو ہٹا دیا کہ وہ تاریخ اور تصحیح میں سے ایک میں سے نکال لی تھی یا تاریخ غلطی سے ملتی رہ گئی۔ جس سے ایک کو نقصان پہنچا۔ تمہارے شوہر نے یہ تاریخ بارہ روپے میں خریدی تھی میں یہ قیمت دیدوں گا۔ صبح کو حامد نے ارشد سے معلوم کیا تو قیمت کی تصدیق ہو گئی۔ اور بارہ روپے ہیزی کی راز سے مل گئے۔ حامد سے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بچی! جو روپے میں تمہیں دھو جس سے وہ بیٹھے بغیر خرچ نہ کیا کرو۔ غرض یہ سلسلہ جاری ہے۔ اس نادیدہ ہستی نے کبھی کوئی نامعلوم یا ناجائز مطالبہ نہیں کیا نہ کسی کے نقل پر اسکا نے کا سوال کیا۔ شیر ساجد نے جس بڑے اصرار و تقویٰ کی کرشمہ آفرینوں کا ذکر کیا ہے۔ نہ جانے وہ کون بلا ہے؟ جن سے کوئی آوارہ گرد روح ہے یا؟ (اس کا کوئی جواب میرے پاس نہیں ہے۔)

### شکوہ و شبہات

ایک طرف تو لوگوں کو محاضرات ارواح کے عمل سے متاثر ہونا چاہیے ہے۔ دوسری طرف ان کے ذہن میں طرح طرح کے شکوک و شبہات پیدا ہوتے ہیں۔ اس کا اصل سبب یہ ہے کہ خود قدرت ان فرق العادات مظاہر کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا یا جاتی۔ انسان سے قدرت کا مطالبہ صرف یہ ہے کہ وہ خود اپنی عقلی محض اور سائنسی استدلال کو استعمال کر کے قوائے فطرت کو تغیر کرے۔ اور اس طرح اشرف المخلوقات کا منصب دار ہونے کا ثبوت دے۔ عالم اسباب میں اسباب مادی و مائیکروسکوپک استعمال کے بغیر چارہ نہیں۔ انسان نے پچھلے دس ہزار سال میں جو مادی علمی اور تہذیبی ترقی کی ہے زمین پر رکھا کر چلنے والے مینے سے لے کر خلائی راکٹ تک اودہ کرشمہ ہے انکی عقل، ریاضیات اور سائنسی رجحان انکی وجہ ہے کہ انسان ہزاروں سال مظاہر کی نسبت ہمیشہ شک و شبہ میں

جکڑا رہتا ہے۔ محاضرات ارواح کا مسئلہ ہوا کشف و اشراق کا اگرچہ یہ تمام صلاحیتیں انسان کے اندر موجود ہیں۔ مگر وہ ان کے اکتھار و استعمال سے واقف نہیں اور نہ اسے واقف ہونے کی کوئی طبی احتیاج ہی ہے۔ کیونکہ اس زمین پر اسے جو کام اور جو کارنامے انجام دینے ہیں اس کے لئے فوق الاضطرر صلاحیتوں سے کام لینے کی کوئی خاص ضرورت نہیں۔ تاہم آچار و قرآن بتاتے ہیں کہ مابعد الطبیعیات کی تحقیقاتی سرگرمیوں کے نتیجے میں اگلی صدی انسان ان غیر معمولی قوتوں کے استعمال پر زیادہ قدرت حاصل کر لے گا۔ اور وہ تذبذب اور بے گمانی بہت حد تک رفع ہو جائے گی۔ جو عالم غیب کے حلقوں میں صدی کے انسان کے ذہن میں موجود ہے۔

### کیا واقعی؟

صادقہ بانو (فیڈرل بی ایس یا گریجویٹ) نے مجھ سے سوال کیا ہے کہ کیا واقعی رو میں طلب کرنے پر آجاتی ہیں؟ کبھی ہیں کہ میں نے انٹر (آرٹس) کا امتحان دیا ہے۔ میری عمر اٹھارہ سال ہے۔ اور میں ایک خوشحال متوسط گھرانے سے تعلق رکھتی ہوں۔ مجباًًًًًً میں جکڑا ہوں۔ سوال یہ ہے کہ کیا واقعی رو میں جانے سے آجاتی ہیں۔ اور واقعی آسانی سے؟ جبکہ تجربے میں ہوا ہم چند مہینوں نے مل کر محاضرات ارواح کا پروگرام بنایا۔ یہ تکمیل (نہم تو اسے تکمیل ہی سمجھتے تھے) عام طور پر لڑکیوں میں قبول ہوتی ہے۔ پہلے ہم نے کھنڈہ پر ایک چارٹ بنایا۔ پھر اس پر ایک امین لکھ دیا۔ چارٹ کے دو مہینوں میں چوتھی دہائی تک پھر تین لڑکیوں نے (ضروری نہیں کہ لڑکیاں ہی ہوں) چار آنے کے نیکے پر پختہ شہادت رکھ کر چند سوئچ پر بیٹھیں اور کہا کہ اگر اودہ سے کوئی اگر اودہ سے کوئی روح نذر رہی ہے تو اس چوٹی کے نیچے آجائے۔ اس پہلے کو تین دفعہ ہراتے رہے۔ اگر سکہ حرکت میں آجائے تو اس کا مطلب یہ کہ روح آگئی ہے۔ پھر اس سے سوال کرتے ہیں اگر سوال کا جواب ہاں میں ہو تو سکہ ہاں (yes) کی طرف اور نہیں ہو تو ناٹ (Not) کی طرف حرکت کرتا ہے اگر نام پوچھنا ہو تو سکہ حرف پر کرتا ہے اور اس طرح نام مکمل ہو جاتا ہے مثلاً اگر نام "ذیہ" ہے تو سکہ پہلے ذی طرف بھری کی طرف اور پھر ذی کی طرف جائے گا۔ اس عمل کے ذریعے ہم نے

مرچو

والدین پر روح

نے S.C.T. کوں کیا ہے۔ اور انہیں اس امر کا تجربہ ہوا۔ لڑکیاں اپنی ہکشت شہادت کے سرے چار آنے کے لئے پرکھتی تھیں۔ اور اپنی پوری قہر و جوش کی طرف مبذول کر دیتی تھیں۔ وہ اپنی قوت انگلیوں کے سرے سے پہنچتی تھی اور چنی حرف کی طرف سر پہنچتی تھی۔ سوال یہ ہوتا ہے کہ سوالات کے باقی جوابات کون دیتا تھا۔ خود لڑکیوں کا لاشعور یا کوئی آوارہ گرد روح جواصر سے گزرتے ہوئے اس دلچسپ سیکل میں شریک ہوجاتی تھی۔ اس سوال کا جواب کون دے سکتا ہے؟ ڈاکٹر محمد نعیم نے نصابِ تحریر عظیم کی مشق کی ہیں ان کے بیانات دلچسپ بھی ہیں اور فکر خیز بھی لکھتے ہیں کہ

### حاضرات و مَوکَلات

حسب ارشاد حاضرات اربعہ کے بارے میں اپنے تجربات لکھ کر لکھ رہا ہوں۔ بہتر ہے کہ اس سے قبل مشقوں کے اثرات کی طرف بھی اشارہ کرتا چلوں۔ التصریر (چمک بچکے بغیر کسی سیاہ دھارے کے نقطے کو دیکھتے رہنا اور ذہن کی پوری قوت کو بھی اس طرف مرکوز کر دینا) کی مشق اب بآسانی ذہن کو تھکے تھکے کر سکتا ہوں۔ اس سے زیادہ میرے پاس وقت نہیں اور نہ اس مدت میں مزید اضافہ کر سکتا تھا۔ پہلے پہلے نقطے میں جو عکس نظر آتی تھیں۔ وہ اب نظر نہیں آتیں۔ کوشش کے باوجود بھی ایسا نہیں ہوتا۔ احتمال کی بجائے اب خیالات کا دھارا بہ چلا ہے۔ یہ معلوم کہاں کہاں کے خیالات ذہن پر پلنگا کر دیتے ہیں۔ پرانی یادیں اور یادداشتیں ذہن میں آتی چلی جاتی ہیں۔ ایک سلسلہ خیالات ختم ہوتا ہے۔ پھر دوسرا شروع ہوجاتا ہے۔ ان خیالات پر ذہن کا کوئی کنٹرول نہیں ہوتا۔ یہ آزاد اور سرور ہوتا ہے۔ بظاہر بے غرضی (تھکے کی ہی کیفیت) طاری ہوتی ہے۔ گانگہ تارے کے مرکز (مشہور یعنی وہ چیز جس پر نظر میں جی ہوگی) سے۔ جسکی روشنی ہے اور سیاہ نشان چاند کی طرح چمکتا رہتا ہے۔ سیاہ نقطے کے گرد تقریباً چھ لچک دار نور پھیلا ہوتا ہے۔ خواب بھی دکھائی دیتے ہیں مگر بے ترتیب اور شکی کا دائرہ جو ہر وقت نظر کے سامنے رہتا ہے اب بہت وسیع ہو گیا ہے۔ انہوں نے کہ جب سونے میں بھی وقت ہوتی ہے۔ آنکھیں بند کرنے پر بھی تیز

اپنے مرحوم رشتہ داروں نیز قہر کا عظیم اور قہر کا کمات کی روحوں سے بات چیت کی۔ اکثر سوالات کے جوابات درست لگتے۔ مثلاً قہر کا عظیم سے سوال کیا گیا کہ ہمارے جنگی قیدی کب واپس آئیں گے؟ قہر کا عظیم نے واپس کی تاریخ اور وقت بتایا لیکن اس کے معنی یہ نہیں کہ ہر سوال کا جواب صحیح ملتا ہے۔ بہت سے سوالات کے جوابات غلط ہوتے ہیں۔ جب سوالات ختم ہو جاتے ہیں۔ تو ہم روح سے کہتے کہ اب آپ یہاں سے تشریف لے جاسکتے ہیں" اکثر یہ ہوتا ہے کہ روح مذاق کے موزوں ہوتی ہے۔ یعنی جانے سے انکار کر دیتی ہے۔ لہر کوئی چوہا آدمی قرآن شریف کھول کر پڑھنا شروع کر دیتا ہے۔ اور سوال کیا جاتا ہے کہ آپ موجود ہیں۔ اگر تھکے میں حرکت نہیں ہوتی تو کھجا جاتا ہے کہ روح رخصت ہوگئی۔ دیکھ صاحب! ہم آپ سے عجیب عرض کرتے ہیں کہ یہ مسئلہ (حاضرات اربعہ) ہمارے لئے پریشان کن بن گیا ہے۔ ہمارے بزرگ ہمارا مذاق اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خود بخود حرکت کرتا ہے۔ کون حرکت دیتا ہے؟ اس کا علم نہیں۔ تو جب یہ کائناتی آسانی سے روحوں سے کسی طرح رابطہ پیدا ہو سکتا ہے اس وقت بانو کی حیرت بجا ہے۔ چونی میں روحوں سے ملاقات کتنی عجیب و غریب ہوا ہے۔ صادق بانو نے سوال کیا ہے۔ چار آنے کے لئے (چونی) کون حرکت دیتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مشق کی مدد سے لاشعور کی تحریک (الاشیاء فی اللہ) سے ایک خاص قسم کی توانائی کا استخراج ہوتا ہے جسکی توانائی اشیاء کو حرکت میں لے آتی ہے اس واقعہ سے کہ ذہن (یا قہر کی مرکزیت) اشیاء پر اثر انداز ہوتا ہے بعض لوگوں کی آنکھیں میں ایسی حقا میں توانائی ہوتی ہے جو بادی جسموں کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ جو لوگ نصابِ تحریر عظیم کیفیت (S.C.T.) یا سیلف پمپنگ ٹیکنیک کوں کی مشقیں کرتے ہیں۔ مثلاً التصریر، التصور، التخلی، تنفس، ایسا، نیبی، شبن، نیبی، مان، نیبی، آفتاب، نیبی، مراقبہ نور، یا مشق غرض نور، ان کے اندر یہ غیر معمولی صلاحیت پیدا ہوجاتی ہے کہ وہ در وقت قوت سے جسموں اور مادی چیزوں کا علیحدہ بدل دیں۔ انہیں اپنی طرف کھینچ لیں یا انہیں ہوا میں معلق کر دیں۔ یہ کوئی واحد یا مفروضہ نہیں عام تجربہ اور مشاہدہ ہے۔ ہمیری زیرِ مگرانی کچھ پندرہ سال میں ہزاروں افراد

روشنی نظر آتی رہتی ہے۔ اس وجہ سے نیند نہیں آتی۔ بچوں بگھر مراد آبادی  
ہم جلی سے سمور ہو کر  
نظر نہ بھی غلط ہو کر

حاضرات ارواح اور موکلات کے سلسلے میں اپنے تجربات کہاں کہاں نکھوں۔ ہاں بے شک۔  
بہت سے قابل یقین تجربات سے دو چار ہوا۔ چند تجربات حاضرین۔ پانچ باوقل سوئی ناردرن  
گیس کے ایڈیٹر (بجلی کے کارکن) اسٹور کپیر اللہ داخان میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ  
میرا بچہ امداد اللہ عمر ۲۰ سال مرض الموت میں مبتلا ہے اور مرینٹ کو پکوال اور الکل پور کے بڑے  
بڑے ڈاکٹروں نے لاعلاج قرار دے دیا ہے۔ مرینٹ پکوال میں ہے۔ اسکے پیچھے کی کوئی امید  
نہیں آپ عمل حاضرات کے ذریعہ بتائیں کہ اس وقت بچے کا حال کیا ہے جیتا ہے کہ مر گیا؟ میں  
نے اللہ داخان کے کہنے سے حاضرات کا قائل کیا۔ سوال کرنے پر جواب ملا کہ مرینٹ اپنا سر دیوار  
سے مار رہا ہے۔ اور رو رہا ہے۔ یہ بھی بتا دیا گیا کہ اس بچے پر عمر کیا گیا ہے۔ میں نے اس بچے کو بھی نہ  
دیکھا تھا۔ اور نہ وہ مجھ سے واقف تھا۔ میں نے اسی وقت حاضرات موکلات (جنات) کو حکم دیا کہ  
جاؤں اور جاؤ کہ تو زکرو۔ چوکی (حاضرات کا ایک جن) گیا اور اس نے ایک قبرستان سے دو  
تعبوہ نکال کر چلا دیئے اس طرح عمل طور پر عمر کیا گیا۔ اگلے دن میں نے لڑکے کو  
دیکھا کہ عمر کیا گیا تھا۔ اس کا سبب بھی عجیب ہے۔ اور عمر کا سن کر کہتے ہوئے لڑکے کے  
فورا جواب دیا کہ تھا کھانا اس روز کھا اس وقت میں انتہائی بے چین تھا۔ سر زخم ہوا تھا۔ کہ کیا ایک  
میرا درد ختم ہو گیا۔ اب ہاں بھلی نکلی ہوں۔ البتہ زکوری باقی ہے۔ وہ بھی انتہا اللہ رفع ہو جائیں  
گی۔ چند روز کے بعد وہ لڑکا ٹھیک ٹھاک الکل پور آ گیا۔ اور اب یہیں ہے۔ ہر اوقات کو مجھ سے ملنے  
آتا ہے اور اور اذیت عرض ہے۔ میری چھوٹی بہن آئی ہوئی تھی اس نے شام کے وقت حاضرات کا  
خداق اڑایا۔ کچھ دیر بعد اس نے کریم کی شیشی نکال کر میز پر رکھ دی۔ رات کو اس نے شیشی بہت  
تلاش کی۔ نہیں ملی۔ میں سمجھ گیا کہ مسئلہ کیا ہے چنانچہ میں نے بچے سے حاضرات کرائی تو دیکھا کہ  
ہماری چوکی کی ایک تختہ (جن موکلا) کسی جنگل میں چھپی کریم لگا رہی ہیں۔ میں نے اسے حکم

دیا کہ کریم کی شیشی واپس کر جاؤ تو اس نے کہا کہ نکھیں بند کروں۔ ہم سب نے آنکھیں بند  
کر لیں آنکھیں کھول کر دیکھا کہ کریم کی شیشی سنگھار میز پر دھری ہے۔ شیشی پر انگلیوں کے قلم  
نشانات واضح تھے۔ میں نے وہ شیشی اٹھا کر انچیں میں رکھ لی۔ کہ دیکھوں اب کیسے لے جاتی ہے۔  
اگلے دن جب دیکھا تو شیشی موجود تھی کہ کریم غائب تھی! ایک بار نیگ نے روٹی پکا کر بھی تھوڑی دیر  
کے بعد دیکھا تو روٹی غائب تھی۔ عمل حاضرات سے پتہ چلا کہ چوکی کے ایک موکل (مخدعلی نام)  
نے یہ شرارت کی تھی۔ میں نے ایک بار بند کیا تھا۔ کہ بچوں کو کھلونے ملنے چاہئیں۔ اس روز سے  
بچوں کو روزانہ کھلونے ملنے لگے۔ پھر جب میں نے منع کیا تو کھلونے حاصل ہونے بند ہو گئے۔  
ایک بار بچہ بازار میں چلا جا رہا تھا کہ اس کے کان میں چوکی کے ایک موکل "ا! ہارنگھ" نے کہا  
کہ مرگ پر جو چمکدار رہیں پڑا ہے اسے اٹھاؤ بچے نے ہن اٹھایا۔ بچے کے ہاتھ میں آتے ہی وہ  
ہن کارمن گیا ایک بچہ وہیں قریب کھڑا تھا۔ اس نے کہا کہ یہ میری کار ہے بچے نے وہ کار سے  
دی۔ اس کے ہاتھ میں کچھ کر دو کہ وہ ساپ بن گئی۔ بچے نے چل مار کر دو ساپ پیٹیک دیا۔ غم  
میرے بچے نے وہ ساپ اٹھایا۔ ساپ پھر کار بن گیا۔ غرض اس طرح کے بہت سے واقعات  
آئے دن پیش آتے رہتے ہیں۔ میرے پاس اس قسم کی سترہ چوکیاں ہیں سولہ کے سوا بچل جنات  
ہیں اور ایک بھلی کا قلعہ تھا (ان ارواح سے) میں نے اسے ایک واقعہ ذکر کیا ہے میں ایک  
مرینٹ کو دیکھنے گیا شہباز کے اس پر عمر ہے۔ حاضرات کی تو پتہ چلا کہ لڑکے پر کوئی روح مسلط  
ہے۔ حاضرات میں اس روح کو بٹایا گیا۔ تو اس نے بچے سے ہم کلام ہو کر بتایا کہ میں ۱۹۴۷ء میں  
قتل عام میں شہید ہوا تھا۔ میں اور میرے بھائی اس جگہ سکھوں سے لڑتے ہوئے مارے گئے  
تھے۔ ہم اسی مکان کے نیچے دفن ہیں۔ میں اپنے زمانے میں عامل بھی تھا۔ میں نے اس سے  
درخواست کی کہ آپ میرے عمو اور چچا کو بھیجیں وہ میرے عمو اور چچا کے حق کی عمرے میں  
رہنے لگے۔ ان سے حاضرات کے عمل میں بطور موکل کا کام لینا شروع کر دیا۔ رفتہ رفتہ اس  
کمرے میں سات آٹھ دو میں جمع ہو گئیں۔ اب وہ لوگ (روہیں) حاضرات اور آسیب اتارنے  
کے سلسلے میں بڑا کام دیتے ہیں۔ ہر وقت میرے مکان کے آس پاس منظر لاتے رہتے ہیں۔ جب

آواز دیتا ہوں۔ آجائے ہیں اس اسی سلسلے کی ایک اور داستان سن لیجئے۔ مجھے آپ کی کتاب حاضرات ابرار (جلد اول) پڑھ کر مکمل حاضرات ابرار کا شوق ہوا۔ خیال آیا کہ اس عمل کو مریدوں پر آزمانا چاہئے۔ میرے پاس پانچ پانچ میز وغیرہ کوئی چیز نہ تھی۔ لہذا میں نے دوسرا طریقہ اختیار کیا اسوقت میرے پاس کچھ مریدین وغیرہ بیٹھے ہوئے تھے۔ مغرب اور عشاء کے درمیان کا وقت تھا۔ میں نے ایک بچے کو بلا کر اپنے پاس بٹھالیا۔ اور اس سے کہا تم کیونکر گراہر سے کوئی روح گزر رہی ہو تو ہمارے پاس حاضری دے۔ چند لمبے بعد میری میز کے سامنے ایک روح کھڑی تھی۔ اس نے اپنا نام محمد عاقل بتایا۔ روح کو پوچھ کر پتا چلا۔ نہ کسی قسم کی خوشبو نہ بدبو۔ نہ عین کسی طرح سے اسکی آمد کا احساس ہوا صرف یہاں ہوا کا دھماکا پکڑا پکڑا ہوا گیا ہے۔ ممکن ہے یہ بھی فریق حواس ہوا روح سے اس کا نام پتا اور نیک و بد معلوم کرنے کے بعد کہ ہمارے بھائی حکیم محمد طیل شاہ کی روح سے پاس جا کر کیونکر آپ کا چھوٹا بھائی آپ کو یاد کر رہا ہے۔ ملنا چاہتا ہے چند منٹ کے بعد بھائی صاحب مرحوم کی روح آگئی۔ اور میرے سامنے کھڑی ہو گئی وہ وسیع نظر پہنچے ہوئے تھے۔ اور چہرہ دکھلا ہوا تھا۔ میں نے گزارش کی کہ وہ دنیاوی لباس میں آئیں چنانچہ اسی وقت ان کا لباس تبدیل ہو گیا اور زندگی میں جو میلہ تھا۔ وہی نظر آنے لگا۔ بھران سے (بچے کے ذریعے) جہاں وقت معلوم بن گیا تھا۔ سلسلہ کلام شروع ہوا۔ پہلے نام اور والدین کی تصدیق کی گئی اس کے بعد سوال کیا گیا کہ آپ کی حکیم مشعل بنامی مریض ہیں انکی ممدودا سے فائدہ نہیں ہوتا آپ اپنی زندگی میں کون کون سی دوائیں استعمال کرتے تھے۔ اور اب ان کا علاج کس طرح کیا جائے۔ (بھائی صاحب حکیم تھے۔ اور ان کا انتقال ۶۹ ع ۷۰ء کو ہوا تھا۔ انہوں نے فوراً بچے کے ذریعہ جواب دیا کہ یہ ساری عمر اسی طرح رہیں گی۔ ٹھیک نہ ہوں گی۔ تم جو دوا مناسب سمجھو کھاؤ۔ مستقل علاج کوئی نہیں میں نے سوال کیا کہ آپ اپنے گھر کب گئے تھے۔ تو فرمانے لگے۔ بہت عرصہ ہو گیا۔ جب دنیا چھوڑ دی تو یہاں کی چیزوں سے بھی بے یار و مددگار ہوا۔ اس لئے گھر جانے کو تیار نہیں چاہتا۔ پھر کچھ اور باتیں ہوئیں۔ آخر میں نے انہیں رخصت کر دیا وضاحت کے لئے عرض کر دوں۔ کہ روح صرف بچے کو نظر آتی تھی۔ اور سوال جواب کا ذریعہ بھی

وہی تھا۔ ہم سوال کرتے تھے۔ پھر روح کی طرف سے جواب دیتا تھا۔ اس ضمن میں ایک اور واقعہ بھی گوش گزار کر دوں۔ ایک لڑکی گھر سے ناراض ہو کر لاہور کے دارالامان میں چلی گئی وہ بہت سے لوگوں کے پاس عمل حاضرات کیلئے گئی۔ جیسے بھی شرج کچھ آخر بہت دیکھے گئے کما کر میرے پاس آئے۔ میں انہیں اپنے درانگہ دم میں لے گیا۔ وہاں کچھ لوگوں اور بھی موجود تھے۔ دن کے دس بجے کا وقت تھا۔ میں نے اسی بچے (وہی معمول) کو اپنے قریب بٹھالیا سب لوگوں نے ایک ایک پاک روح کو دیکھا۔

لوگوں نے سورہ فاتحہ پڑھی اور اس کا ثواب پاک روحوں کو بخشا پھر قریب سے گزرنے والی روح کو بلا دیا گیا۔ فوراً بچے نے ایک پاک روح کو دیکھا۔ جس نے اپنا نام بتلیس بتایا۔ اس کی بی بی کا انتقال ۱۹۶۹ء میں ہوا تھا۔ بتلیس سے (بچے کی مصرت) کہا گیا کہ (خبردار ہونے والی) لڑکی کی دادی کو بھلائے۔ دس منٹ بعد بچے نے کہا کہ ایک ضعیف عورت میرے قریب صوفے پر بیٹھی ہے ضعیف عورت سے پوچھا گیا کہ تم ان لوگوں کو جو یہاں موجود ہیں جانتی ہو۔ صلیبی کی روح نے کہا ہاں جانتی ہوں اس کے ساتھ میرا ملا جھلا ہے۔ واقعی طرف اس کا سالہ ہے۔ اور باتیں طرف اس کا دوست ہے۔ (میں ان تفصیلات کا مکمل نہ تھا) ہم نے بڑھاپا سے مزید سوال کیا۔ کہ تمہارے بچے کو کیا بیعت رہی ہے تم اس سے واقف ہو۔ روح نے کہا کہ ہاں کوئی معلوم ہے۔ جس کے روز قتل وقت اٹھی لڑکی گھر سے چلی گئی۔ اس نے اور اسکی دوسری بیوی نے بچی کو بہت مارا تھا۔ پھر یہ دونوں یہاں بیوی کسی شادی میں چلے گئے۔ ان کی عدم موجودگی میں بڑی کی ایک عورت آئی اور اس نے لڑکی کو مشورہ دیا کہ بھرتی اسی میں ہے کہ تم اس گھر سے چلی جاؤ۔ لڑکی نے بات مان لی۔ وہ عورت اسی لڑکی کو اپنے گھر لے گئی۔ پھر اسے ایک اور عورت کے ساتھ لاہور بھیج دیا۔ سن آہاد کے نزدیک ایک مکان ہے اب وہ لڑکی اس مکان میں ہے۔ (دارالامان کی طرف اشارہ ہے) اسکے بعد دادی کی روح نے دارالامان کا پورا حدود و ادراج بتایا اور یہ بھی کہا کہ صدر دروازے کے سامنے ایک بچہ کھڑا ہے اسوقت ہم نے یہ سمجھ سکا کہ یہ دارالامان کا ذکر کر رہی ہیں۔ کیونکہ میں نے اس وقت تک دارالامان کو نہ دیکھا تھا۔ خیر میں نے بھائی کوئی لڑکی کی داپھی کے لئے بتائے

(فعل) کہ پڑھ کر کچھ دیکھ یا۔ اور بڑی لمبی کی روح سے کہا کہ اب آپ اپنی پوتی کے پاس چلی جائیں اور اسکی حفاظت کریں۔

اگلے دن پھر ان مرحومہ کی روح کو طلب کیا گیا۔ اور معلوم کیا کہ بچی کا کیا حال ہے انہوں نے کہا کہ بچی پر تلے (فعل) کے عمل کا اثر ہو رہا ہے۔ دو مہینے اب باپ کو یاد کرتی اور دربار سے سر ٹھکراتی ہے۔ خیر ہم نے انہیں رخصت کر دیا۔ اور پاشوری شاہ کی روح کو طلب کیا۔ (ان کا حزار جنگ بازار فیصل آباد میں ہے تو وہ تشریف لے آئے۔ ان سے درخواست کی۔ دارالامان کی لڑکی کے بارے میں کچھ بتائیں۔ انہوں نے اسکی دادی کی باتوں کی تصدیق کی اور یہ بھی کہا کہ وہ کل تک آجائے گی۔ ایسا ہی ہوا۔ اگلے دن لاہور سے ایک عورت آئی۔ اور اس نے کہا کہ میرے بڑی کی وفات کے بعد میرے ایک بڑے بھائی نے اپنی خلافت کا اعلان کر دیا اور سب بڑے بھائیوں کو مجبور کیا کہ مجھے ان کا ولیفہد تسلیم کر لیا جائے۔ سب نے تسلیم کر لیا۔ میں نے انکار کر دیا۔ کیونکہ میں بخوبی جانتی تھی کہ وہ شخص ہرگز میرے بڑے صاحب کا قائم مقام نہیں ہو سکتا۔ اسی دن سے پریشانوں اور مسیتوں میں جھکا ہوں۔ وہ تھی میری عمر گیارہ برس۔ لے خوشی چھوڑ دیا۔ میں نے کسی روح کو بلوایا۔ فوراً کرسی کے ایک ٹیکے پر دو چھ عاقبت کی روح حاضر ہوئی۔ ان کے ذریعے اس نقل میں نے کہا کہ یہ میری ہے۔ میں نے کہا کہ تم کو کون تسلیم نہیں کرتا۔ اس روح نے یہ ہم بڑے کہا کہ جیسی تو پریشان ہے۔ اور اس افکار کے سبب برابر پریشان رہے گی۔ اس جواب پر میں نے اسے غیرت دلائی۔ بڑی کی روح جھڑپی کہنے لگے کہ جانتا ہوں تم طاقت ور انسان ہو لیکن تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ یاد رکھو کہ جب تک یہ مجھے نہیں مانتے گی میں ہی مضطرب رہے گی۔ اسے میں ایک اور بزرگ کی روح آگئی۔ بچے کے اتفاق جو معمول کے فرائض انجام دے رہا تھا) اور میرے قریب کھڑی ہوئی۔ بچے سے کہا۔ اپنا باپ سے کہو کہ مجھ سے ہمدردی ہو۔ میں نے تعمیل ارشاد میں ہاتھ آگے کر دیا۔ ہاتھ پر خفیف سے خشک محسوس ہوئی میں نے کہا کہ تشریف رکھیں۔ وہ اس بڑے کے قریب بیٹھ گئے۔ میں نے تعارف کے لئے درخواست کی تو کہا کہ میں! اپنے بڑے کو بھی نہیں چکاتے میں نے بچے سے ان کا حلیہ دریافت کیا تو اس نے کہا کہ وہ بائبل خائف اور کٹر ور آدمی

ہیں۔ میں نے عرض کی کہ حضرت! میرے مرشد مولانا یوسف تھے۔ جوانی کی عمر میں ان کا انتقال ہو گیا۔ ان کا طبع تو آپ کے طبقے سے نہیں ملتا۔ فرما لے گئے کہ جس وقت تم نے بیت کی تھی۔ اس وقت کا الفاظ اور آگے تھے۔ مجھے فوراً وہ الفاظ یاد آگئے۔ بیت کی میں نے مولانا الیاس کے ہاتھ پر مولانا یوسف کے واسطے۔ میں نے کہا تو کیا آپ مولانا الیاس ہیں جس پر بیٹنے لگے کہا کہ خیال آیا۔ پھر خود ہی فرمایا کہ شروع میں تمہارے پاس جیروں آتی تھی۔ وہ مجھ عاقل کی تھی۔ وہ بھی میرا میری تھا۔ اس نے یہاں سے واپسی پر مجھ سے ملاقات کی۔ اور بتایا کہ تمہارے ساتھ یہ معاملہ درجین ہے۔ اس لئے میں تمہارے پاس چلا آیا۔ یہ شخص (بڑی کی طرف اشارہ) بہت ڈانٹتی شخص ہے اس سے ڈا بھجو، میں نے تلقی کی کہ یہاں سے بھاگ دیا ہے۔ تم میری طرف سے اس عورت کو بلو، واللہ! شہ دو۔ یہ عورت اس کا دور کیا کرے۔ ٹھیک ہو جائے گی۔ میں حضرت کے حکم کی تعمیل میں نے اس عورت کو بلو واللہ کا وظیفہ بخش دیا۔ وہ عورت مطمئن ہوئی۔ اس نے وظیفہ شروع کر دیا۔ اور اب الحمد للہ بائبل صحت مند ہے۔ میری دادی کی موت کے سلسلے میں کچھ شکوک و شبہات تھے۔ میں نے (اس بچے کی معرفت) دادی کی روح سے رابطہ پیدا کیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ دنیاوی زندگی کی باتیں دنیا ہی میں رہ جائیں۔ لیکن تم معلوم کرنا چاہتے ہو تو سن لو۔ کہ میری موت نہیر خود رہی ہے واقع ہوئی تھی۔ دو دو میں زہر آلود مادہ ملا دیا گیا تھا۔ ایک مکان کے اندر دھننے کا قتل تھا۔ میں نے ایک جگہ نشان بنایا کہ وہ قریب کہاں ہے۔ اسکا ایک دور دادا جان مرحوم (سکیم مہاراجا شاہ) کی روح آئی کہ تم جو چیز فلاں مکان میں تلاش کر رہے ہو۔ وہ اس جگہ سے تھوڑے فاصلے پر ہے اپنا حصہ لے کر لیا۔ دو دن یہ لوگ حیات کریں گے۔ دوسرے عمل کے ذریعے اس بات کی تصدیق ہو گئی۔ لیکن وہ اب گھر آگئے۔ اس لئے معاملہ طے نہ ہو سکا۔ اس کے علاوہ خاندان کے تمام افراد کی ارواح سے دکان خود قتل ملاقات ہو چکی ہے۔ اکثر رو میں گول مول جواب دیتی ہیں۔ جن سے اطمینان نہیں ہوتا۔ البتہ بعض اوقات کل کر جواب دیتی ہیں۔ اور کبھی کبھی بالکل سے انکار دیتی ہیں۔ جہاں تک حاضراتہ ارواح کے سلسلے میں میری کوشش کا تعلق ہے وہ برابر جاری ہیں میں نے اپنے بیٹے محمد نعم کے علاوہ ایک اور بچی کو بھی حاضرات کی تربیت





لے عملِ خیر کر لیں۔ تاکہ ہم آچکے روشن دے سکیں۔ یہ بھی عرض کروں۔ کہ شام کو تورا اپنے عامل کے ساتھ جسمانی روپ میں بیوی کی حیثیت سے رات ہی ہے۔ اقرار کرتا ہوں کہ میں نے اب تک کوئی روح نہیں دیکھی نہ کسی کی آواز سنی یا خوشبو سونگھی ہے اس لئے بعض اوقات شکوک پیدا ہو جاتے ہیں اور کسی کے سامنے حاضرات کا دعویٰ بھی نہیں کر سکتا۔

یہ بیان ہے کہ ہمارا دل چاہتا ہے کہ ڈاکٹر نعیم کا وہاں پہنچے نعیم کے ذریعہ حاضرات کا عمل کرتے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ میرے قبضے میں سترہ چوکیاں ہیں سولہ چوکیوں کا قتل جتنا سے ہے۔ اور سترہ ہویں چوکی انسان ارواح سے تعلق رکھتی ہے۔ نہ میں نے چھپا نہ انہوں نے وضاحت کی کہ چوکی سے ان کی کیا مراد ہے۔ اتنے بڑے بڑے معاملات ایک بچے کی معرفت طے پاتے ہیں وہ بچہ طلب کردہ روح کو جسے وہی اس کے جوابات سن کر حاضریں کو مانتا ہے۔ وہی مردوں کا علیہ بیان کرتا ہے اس کو سونے کے معاملے میں کتنے شہادت پیدا ہوئے؟ مجھے اور آپ کو کبھی خود ہم حاضرات ڈاکٹر نعیم کو اور خود اتر ہی ہیں کہ بعض اوقات شکوک پیدا ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ میں نے نہ کسی روح کو دیکھا نہ کسی آواز سنی نہ کسی خوشبو سونگھی کی، جب خود ڈاکٹر نعیم کا عالم تذبذب ہے۔ تو میں اور آپ کیا فیصلہ کر سکتے ہیں!

مرچو

ابا قائل فرماؤں گی میرے والدین پر رحم کرے

بقول خود امیر جسم احمد غزالی اٹھ و کیت (دارالعرفان بھادپور) لکھتے ہیں کہ اپنے مشاہدات و حشرات اور تجربات کو بہت حد تک محفوظ کر چکا ہوں۔ جن کیفیات کا مزہ اٹھایا ہے ان کی تفصیل کی طرح بیان کروں سوچتا ہوں کہ تجربے کا بیڑا کیا اٹھانے کروں۔ بہر حال اپنی کتاب کا پہلا ورق سن و عن نقل کر کے بھیج رہا ہوں۔ وہ جاڑوں کی سردرات تھی۔ پچھلی رات اچانک میری آنکھ کھل گئی۔ تو میں نے اپنے ہسٹری کی دہائی طرف ایک سایہ کھڑا پایا۔ وہ باریک نورانی تاروں سے بنا اور نانا ہوا تھا۔ میں ٹھٹھک کر رہ گیا۔ فافس انسانی خدا نوا اپنے سامنے دیکھ کر امیری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ کچھ عرصہ پہلے اس ہستی کو بہرہ و ناک کیا گیا تھا۔ وہ سایہ

ضرور تھا مگر اس میں کوئی ان دیکھی ان جانی زندگی کا لڑا تھی۔ پھر دفعتاً میری ساری قوتیں جواب دینے لگیں۔ شاید میری کمزور روح اس عجیب و غریب شہادہ کی تاب نہ لاسکی۔ میں نے ہاتھ اٹھا کر آنکھیں ڈھانپ لیں۔ لیکن سایہ میرے ذہن پر نقش ہو چکا تھا۔ مجھے محسوس ہوا کہ میں بند آنکھوں سے اس سایہ کو تک رہا ہوں۔ وقت گزرتا گیا لیکن آج بھی تصور کر رہا ہوں۔ تو ذہن میں وہی احساسات شدید ہا تازہ ہو جاتے ہیں۔ شاید موت کی آخری لپٹی تک میں اس روحانی تجربے کو فراموش نہ کر سکوں!

## انجمن معرفت الروح

مختہ وحید کا شمار ایران کے درجہ اول کے ادبی و علمی جرائد میں ہوتا ہے۔ یہ رسالہ ہجران (خیابان شاد کوئے جم) سے شائع ہوتا ہے اس کے سرورق پر درج ہے ”نشریہ دانش پر دہان“ یعنی ایرانی دانشوروں کا ترجمان“ مختہ وحید کا شمار ۲۱۰ میں سرنگرم محمد مظہری نے انجمن معرفت الروح کے عنوان سے ایک دلچسپ مضمون لکھا ہے۔ یہ انجمن انگلستان کی مشہور و ممتاز مجلس تحقیقات نفسیہ یا S.P.R (سائیکالوجی فار سائیکیکل ریسرچ) کے طرز پر قائم کی گئی ہے۔ اور اس کا مقصد یہ ہے کہ حاضرات ارواح کے بارے میں علمی اور سائنسی تحقیقات کی جائے۔ سرنگرم مظہری کو مضمون کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے ”اگر کیا روحوں کے انسان کا واسطہ ہو تو یہ ممکن ہے کہ انہیں بھی تک ملے نہیں ہوا اور علمی نقطہ نظر سے ارتباط ارواح کا قطعاً قیاسی نہیں کرنا چاہیے اور وقت ہے۔ تاہم چونکہ ہر شخص ک وحیات بعد الممات کے مسئلہ سے دلچسپی ہے۔ بنابر یہ ہم اس موضوع سے قطع نظر نہیں کر سکتے۔ مضمون نگار نے بجا طور پر لکھا ہے کہ ہر ماسر علوم (حاضرات ارواح) کو بغیر کما حقہ عام لوگوں کے لئے پریشانی اور پیسہ مانگ کر کا سبب بن سکتا ہے۔ اور نہ ہمادور وحایت کے پردے میں لوگ جن کی (عاطلی رجائت) قال میر، کیسیا گر، رقال، ساحر، دست شناس اور فہم دان بن کر عوام کو خوب افسوس دیتے ہیں۔ میں نے خارق العادات (پراسرار علوم) کی تحقیقات میں کافی وقت صرف کیا۔ لیکن اس سے کسی میں یہ تجربات موقوف کر دیے۔ کیونکہ روحانی تجربات کیلئے جس

روحانی استعداد اور طہارت نفس کی ضرورت تھی۔ میں اس سے محروم تھا۔ بہر حال ان تجربات سے مجھے جو دولت نصیب ہوئی ہے۔ وہ ذات پاک احدیت پر یقین کامل ا خدمت خلق کا جذبہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کی آرزو اور تقاضا ہے۔ (۱۳) اور شخصی قیام تہران کے دوران میرا تعارف دوست محمد معری سے ہوا۔ اور انھیں کی معرفت انجمن معرفت ارواح سے شناسائی ہوئی۔ اس انجمن کے چلنے پھرنے میں دو بار منزل وحید الدولہ سعد میں مقعد ہوتے تھے۔ وحید الدولہ سعد کے صاحبزادے آقا حسن سعد دونوں نے اس سلسلہ میں کافی پیش رفت کرتی تھی اور وہی ان جلسوں کے مدبر اور مجتہد بھی تھے۔ ایک نو جوان نوشہرہ میڈیم "یا وسیع" کے فرانسس انجمن و جی تھی۔ ان مجالس کی بنیادی شرط یہ ہے کہ شرکاء مجلس کو ہم مذاق اور ہم خیال ہونا چاہئے۔ یہ مجالس خاموشی و پرسکون جگہ پر پائی جاتی ہیں۔ بہتر ہے کہ کمرہء حاضرات میں خوشبوئیں اور مجمرات (لوہان) وغیرہ بھانے جائیں تاکہ کمرہ ہلکے محو معطر ہی، قسط راز ہیں کہ حاضرات کی مجلس کا آغاز حمد و دعا سے ہوتا ہے۔ آغاز ہوتے ہی کمرے میں سکوت چھا جاتا ہے۔ پھر آقا حسن وحید الدولہ پوری نیکوئی سے وظیفہ مناجات یا دعا پڑھتے۔ یہ ایک کسی ادارے کے مدیر میڈیم (کہ اک نو جوان لڑکی تھی) کا داہنہ ہاتھ حرکت میں آ جاتا۔ میڈیم کے سامنے سادہ کاغذ رکھے ہوتے۔ اور وہ بے اختیار کاغذ پر لکھنا شروع کر دیتی۔ اس کی بارے میں (جو وسیع معمول کا میڈیم کے فرانسس انجمن و جی تھی) یہ بتا کر غرض کہ اس کی تعلیم بہت معمول کے معطر ہی کے الفاظ میں "خاتمہ دعاء کے تحصیلات شان کی بالاتر از دورہ ابتدائی بود، بالین ہمدہ ایسے علمی کتے اور فلسفیانہ صداقتیں تحریر کرتی کہ متصل جہان روح جاتی۔ میں نے چند سال تک مجالس حاضرات ارواح میں شرکت کی اور یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ میڈیم معمول سے جو سوالات کئے جاتے تھے۔ ان کا جواب کوئی اعلیٰ تر ذہن یا ترقی یافتہ روح ہی دے سکتی تھی۔ ان مجالس میں مرحوم وحید الدولہ کی دختر (جو ام زادہ محمد اللہ کی دوکا وہ اندر اپنے جہان حشر میں ڈن ہیں۔ اور جن کی وفات زہر خوردنی سے ہوئی تھی) کی روح میڈیم کے ذریعہ حاضریں کے سوالوں کے جواب کھینچتی تھی۔ اس طریقہ کو تحریر خود کار یا آٹو ٹیک رائٹنگ کہتے ہیں۔ ہوتا یہ ہے کہ روحانی معمول (میڈیم) اپنی

پوری توجہ کسی ایک خط یا مرکز پر مرکوز کر دیتا ہے۔ رفتہ رفتہ اپنا داہنہ ہاتھ سر اور بے جان ہونے لگتا ہے۔ جیسے اس میں کوئی شے ڈالیہ قوت سرایت کر گئی ہے۔ معمول کے ہاتھ میں قلم ہوتا ہے اور قلم خود بخود کاغذ پر چلنے لگتا ہے۔ تصور کیا جاتا ہے کہ معمول کے ہاتھ عالم ارواح کی کوئی اعلیٰ مخلوق حسب مطلب و مہر اور استعمال کر رہی ہے۔ اور جو کچھ لکھا جاتا ہے اس کا سرچشمہ معمول کا ذہن نہیں۔ وہ روحانی ذہن ہے۔ جو معمول کے ہاتھ یا اعصاب پر مسلط ہو گیا ہے۔ از خود ہوئی (آٹو ٹیک رائٹنگ) کے عامل میں معمول پر غور یہی عملی طاری ہو جاتی ہے۔ کہ سعدی، حافظہ اور خیام۔ کی ارواح مہار کے سے رابطہ پیدا کر لیا جائے۔ حاضرات ارواح کی مجالس میں بھی ان بزرگوں کی ارواح مقدس بطور فرمائی ہیں مگر بزرگ سعدی کی روح پاک سے جب بھی سوال کیا جاتا ہے وہ اعلیٰ مجلس کو نصیحت کرتی۔ کہ کز دروں کی مدد اور عاجزوں پر رحم کریں۔ اور دوسروں کے حقوق کا پاس لحاظ رکھیں۔ یہی معمولی بزرگ کی روح لطیفہ بھی بنتی ہے۔ جن لوگوں کو حاضرات ارواح کی مجالس میں شرکت کا اتفاق ہوا ہے۔ وہ بتائی جاتے ہیں کہ ہم واقعی شیخ بزرگ سعدی ہی کی روح سے مخاطب ہیں۔ بتائی جاتے ہیں کہ کز دروں میں ان مجالس میں داخلہ کرتی ہیں۔ اور اپنے لفظ مسلط نام بتا دیتی ہیں۔ چنانچہ یہ جاننے کے لئے کہ شیخ بزرگ سعدی ہی کی روح سے مخاطب ہیں۔ کیا جانتا کہ کلیات سعدی کی کسی ایک غزل کا مصرع پڑھا جاتا اور اس کی جالی تھک اس کا دوسرا مصرع لکھا دیا جائے۔ اس مصرع بار بار روح کا اطمینان کیا جاتا۔ آخر کز دروں کا مجلس اس نتیجہ پر پہنچے کہ واقعی میڈیم کے ذریعہ سوال و جواب کرنے والی روح شیخ بزرگ سعدی ہی کی ہے۔ کوئی آوارہ گرد روح نہیں جو ذرا نکرہ حاضرات میں ٹھس آئی ہے۔ یہ سراسر جی ہے کہ سعدی کی کلیات اور کلام اس وسیلہ کی ذہنی سطح سے نکلیں بلکہ یہ محمد معری کے اپنا بیان ان الفاظ پر مشتم کیا ہے کہ بہر حال اسلحہ مسلم است۔ بھکاریاں قبیل اقامتات و عرض چار سال کو یک تحریرین تروے برائے صحت امکان ارجحاً با ارواح برائے سابقہ گھدا است۔ است یعنی یہ طے ہے کہ چار سال کی مدت میں ان اقامتات کی تکرار کے بعد میں ذرا بھی شبہ یا شک نہیں رہا کہ دھو سے رابطہ ممکن ہے۔ حاضرات ارواح کی مجالس میں خود کار تحریر کے ذریعہ حیات بعد المات کے بارے میں جو

مرچو  
پر والدین

کرتے رفتہ رفتہ انفرادی روحوں کا درجہ تکمیل تک پہنچ جاتی ہے۔ عہد قدیم کے انسانوں میں اب تک گمروہی روح کے آچار پائے جاتے ہیں۔ لیکن ترقی یافتہ انسان کے جسم میں کسی انفرادی، شخصی اور ذاتی روح ہوتی ہے۔ البتہ بعض موقع پر ترقی یافتہ انسانی جماعتیں بھی گمروہی روح کے زیر اثر کام کرتے لگتی ہیں۔ جبکہ عرفیام رحمت اللہ علیہ نے روح ذاتی، روح حیوانی اور انسانی روح کے بارے میں جو انکشافات کئے ہیں۔ اس سے اجتماعی لاشعور کے مسئلے کی طرف بھی اشارہ ہوتا ہے۔ کارل ٹیگ (مشہور نفسیات داں) کا بیان ہے۔ کہ انسان کے ذاتی لاشعور کا سرچشمہ اجتماعی لاشعور ہے۔ اور قوموں کا اجتماعی لاشعور ان اوہام، جذبات، تاثرات، اور تصورات سے مرکب ہے۔ جو انہیں انھوں سال کے تجربات زندگی کے نتیجہ میں حاصل ہوتے ہیں۔ عرفیام کی ان وضاحتوں کو سمجھنے کیلئے ۱۳۳۳ عیسوی کو پھر ان کی روح مقدس و مبارک سے سوال کئے گئے۔ حکیم عرفیام نے اس مجلس میں بتایا کہ قدرت کا منصوبہ تخلیق اور تقابلہ حد وسیع اور پیچیدہ ہے۔ مثلاً نوع انسانی نے بددیعت (جنگلی زندگی) سے ابتداء کی۔ اور وہ آہستہ آہستہ حیوانات سے انسانیت کی طرف سفر کر رہا ہے۔ یعنی وحشت سے شہرت ہے۔ انحطاط سے ارتقاء اور زوال سے کمال کی سمت میں لیکن ترقی کا یہ منصوبہ کہ کائنات تک محدود نہیں۔ ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں۔ زمین پر حیات کثیف مثل مٹی پائی جاتی ہے۔ لیکن رفتہ رفتہ حیات لطیف سے لطیف تر ہوتی چلی جاتی ہے۔ اس عالم کے روحانی حلقہ کے علاوہ اور بہت سی دنیاوی حلقے ہیں (مذہب کے اعتبار سے مشہور ہیں) انسانی روح اس جسم خاکی کی پٹھانک اتار کر جسم نورانی کا لباس اوڑھ لیتی ہے روح سواری (مرکب) سے لطیف تر اور ترقی تر ہوتی ہے۔ ہمارے ظاہری جسم بھی خاکی میں مل جائے گا دوسرے عالم میں روح کو لطیف تر جسم حاصل ہوگا۔ اسی طرح انسانی روح کی ترقی کے ساتھ جسم کی نویسن یعنی اسکی لطافت میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ تاہم انچھ اندر وہ بنیادیں شرم!

## سیاروں کی مخلوق

اس سوال کا کہ کیا مختلف دنیاؤں اور سیاروں میں زندگی کا وجود پایا جاتا ہے۔ عرفیام نے

معلومات حاصل ہوئی ہیں سر لٹکر محمد علیہ کی بازداشت (ریچازڈ) نے ان کا خلاصہ اس طرح کیا ہے کہ:

## مسئل ترقی پذیری

روح جسم خاکی سے جدا ہو جانے کے بعد مسلسل ترقی پذیر رہتی ہے۔ البتہ اس عالم کی مفصل کیفیات کا اندازہ ممکن نہیں۔ ارواح کے درمیان صرف قوت ارادہ کا فرق ہے اور اعظم اور قوی ارادہ رکھنے والی روہیں درجہ اعلیٰ پر فائز ہوتی ہیں۔ اور کمزور ارادہ رکھنے والی روہیں زمین سے بندہ کر رہ جاتی ہیں۔ انہیں آوارہ گرد ارواح کہا جاتا ہے۔ لیکن وہ روہیں ہیں جب انسانوں بلکہ حیوانوں تک کے لئے باعصب آواز رفتی ہیں۔ آسیب زندگی کے اکثر واقعات انہی پر نصیب روحوں کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ سر لٹکر محمد علیہ (ریچازڈ) لکھتے ہیں کہ ۳۰ تاریخ مہر ماہ ۱۳۳۲ عیسوی کو حکیم عرفیام کی روح سے حسب ذیل سوالات و جوابات ہوئے۔ انہوں نے خود کار تحریر کے ذریعہ لکھوایا کہ عبادات (منگ و وحشت) میں روح کا وجود ثابت نہیں۔ نباتات (سبز و درخت) میں اجتماعی روح (گروپ سول) پائی جاتی ہے البتہ حیوانات کے ہر کردہ کی روح (گمروہی روح) مستقل ہوتی ہے۔ اصل الفاظ مصنف کے یہ ہیں کہ وہ انوع مختلف حیوان دارانے ہر ایک درجہ میں مستند یافتہ حیوانوں کی گمروہی روح ترقی کرتی اور انفرادیت حاصل کر لیتی ہے۔ اس ضمن میں کواکب اور دوش انوار میں یوں مبینہ حیوانات کی تمام اقسام (سبزیاں، مچھلیاں، گھاس، مکائے درخت) کی روح ایک ہے۔ یعنی اجتماعی یعنی نباتات سب ایک ہی روح عظیم کا مظہر کامل ہیں۔ جسے ہم روح نباتی کہہ سکتے ہیں۔ حیوانات کے ہر کردہ مثلاً کھینوں کے چھتے۔ سانپوں کے گردے۔ مچھلیوں کے دھتے۔ بھیلوں کے گردے۔ غرض جانداروں کی تمام قسمیں خواہ وہ دیکھنے والے ہوں۔ اڑنے والے ہوں۔ پانی میں تیرنے والے ہوں۔ کسی ایک مستقل روح ہوتی ہے۔ جسے گمروہی روح کہا جاتا ہے۔ یعنی ہر کردہ (جسم، وضع، شکل و صورت اور جنس) کے حیوانوں کے جسموں میں ایک روح ہوتی ہے۔ البتہ ہر حیوان کی بدلت کا تعلق یہ ہے کہ وہ اس گمروہی روح کو انفرادی روح کے درجے تک پہنچا دے۔ چنانچہ روح حیوانی ترقی کرتے



اکثریت زندگی بعد از مرگ کے امکان کا تسلیم کرنے لگی ہے۔ ڈاکٹر کارلس ارمز نے اس قسم کے ایک ہزار معاملات کی چھان بین میں کہا سلاستی ہو کم! ہم نہیں لینے آئے ہیں بعض عیسائیوں نے بیان کیا کہ انہوں نے اس عالم میں خود حضرت عیسیٰ کی زیارت کی۔ ڈاکٹر اورمز۔ امریکن سوسائٹی فار سائنٹیفک ریسرچ کے سربراہ ہیں۔ ان تمام حقیقتات کی نگرانی کے فرائض انہوں نے اٹھایا دیتے ہیں۔ اس کا نظریں سے ایک مندرجہ۔ جان کووچ نے بتایا کہ مجھے یاد ہے کہ میں اپنے جسم سے باہر نکل گیا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ڈاکٹر میری جان بچانے یعنی دوبارہ زندہ کرنے کی سرور ڈکوشن کر رہے ہیں۔ جب مجھے اندازہ ہوا میں جسمانی طور پر مردہ مگر حقیقتاً زندہ ہوں۔ تو مجھ پر دوا اور لافانی مسرت کی کیفیت طاری ہو گئی۔ لیکن جرجی ڈاکٹر کی ڈکوشن سے مجھے اپنے جسم خاکی میں واپس آنا پڑا۔ تو بے حد تکلیف اور درد محسوس ہوا۔ ڈاکٹر ریخ کا بیان ہے۔ کہ اسمرک کے اس اجتماع میں ایک ہزار اہل علم اور طب و نفسیات کے محقق جمع ہوئے تھے۔ اکثریت کو اس حقیقت کی ہمہ گنج سے اتفاق تھا۔ البتہ بعض نے سر کے بی اٹھنے والوں کے بیانات کو مسترد کر دیا اور مطالبہ کیا کہ حیات بعد اموات کے ثبوت کے لئے زیادہ مستحکم امور کا قابل تردید شہادیں پیش کی جائیں۔ مگر یہ ممکن نہیں ڈاکٹر ریخ کہتے ہیں کہ روحانیت تو روحانیت ہمیں طبیعت میں بھی ان چیزوں کا مطالعہ کرنا پڑتا ہے۔ جو آگے یا آگے سے نظر نہیں آتیں (مثلاً) ایکسٹرون کا برقی پارے) البتہ تحقیقی اور مربوط مطالعوں سے ہمیں ان کے وجود کی تصدیق کرنا پڑتی ہے۔ چند سائنسدانوں نے ان واقعات کی تو جیسا اس طرح کی ہے۔ یہ لوگ وہ ہیں۔ جن پر موت کی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ اور ڈاکٹر ان کے ان ہی قسمی موت کی تصدیق کر دی تھی۔ مگر بعد کو ان کے تین مردہ میں جان پڑ گئی۔ سوال یہ کیا گیا ہے کہ موت کی حالت طاری ہونے کے بعد انہوں نے کیا دیکھا اور کیا محسوس کیا؟ سب کا بیان یہ تھا۔ کہ موت کے بعد انہوں نے نہایت مطلق کی دوا اور فرحت انگیز کیفیت محسوس کی۔ اس عالم میں اپنے مرحوم عزیزوں سے ان کی ملاقات ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ ہم تمہارے لئے دعاؤں کے مڑے اور بشارتوں کے وعدے لائے ہیں۔ اس اجتماع میں سیکرٹری لینڈ کے ایک ماہر تعمیرات نے اپنے تجربات بیان کئے۔ یہ صاحب سڑک کے

ایک حادثے کا شکار ہو گئے تھے۔ اور ان کی موت کا اعلان کر دیا گیا تھا۔ زندگی باقی تھی بچ گئے۔ ان صاحب نے اعتراف کیا کہ قید جسم سے آزاد ہو جانے کے بعد۔ انہوں نے جب روحانی بشارت محسوس کی۔ بعض نفسیات دانوں کا بیان ہے۔ کہ نزع میں حلقہ افرا کو جو مقرر نظر آتے ہیں۔ وہ درحقیقت ان کے ذہنی حلقہ اور روحانی روایات کا عکس ہوتے ہیں۔ اس سلسلے میں بعد وستان اور امریکہ کے ان افراد نے اعتراف کیے تھے۔ جو مر کر مٹی اٹھے تھے یہ لوگ مختلف الحلقہ اور معاشرے سے تعلق رکھتے تھے۔ تاہم حیرت یہ ہے کہ سب نے (ظاہری موت کے بعد) ایک تیز چمکدار روشنی دیکھی اور اپنے کوسرت جاودانی کے سمندر میں غرق پایا۔ بہت سے مرنے والوں نے اپنے مرحوم رشتہ داروں سے ملاقات کی۔ ڈاکٹر کا بیان ہے کہ نزع میں بیمار کو جوش آ اور دوا نہیں دی جاتی ہیں مثلاً نارمن ان کے سبب یہ صورتحال پیش آتی ہے۔ کچھ ڈاکٹر ان کی رائے ہے کہ چاگنی کے مرحلے میں دماغ آسکین سے خالی ہو جاتا ہے اور یہ بات کائنات نظر آتے ہیں۔ اسمرک کے کانفرنس "ایچ آف وی ویلز آرگنائزیشن" کے تحت منعقد ہوئی تھی۔ کانفرنس کے مباحث کا نچر یہ ہے کہ زندگی بعد از موت کا موضوع مزید تحقیق کا مستحق اور محتاج ہے۔ اور اب صرف اتنی بات رہ گئی ہے کہ اس غیر معمولی نفسیاتی مظہر (حیات بعد اموات) کی سائنسی تصدیق کے واسطے کیا فراہم کیا جائیگا۔ یہ ہے جو اب امریکہ کے جدید سائنسدانوں اور علمائے نفسیات کی حقیقتات اور نظریات کا خلا ہے۔

میں شہلا ہزار داری ہم۔ اس۔ سی (ہم آباد کے کسی کالج سے) لکھتی ہیں کہ

اسمرک کا نظریں کے بارے میں جو کچھ ہم رہا ہے (اس سلسلے میں تیز دیک اور ناغم نے بہت کچھ لکھا ہے)۔ ہمیں اس تجربے نفسیات کی روشنی میں کرنا چاہئے۔ نفسیات کی ایک طاہرہ حیثیت سے میرا خیال یہ ہے کہ نزع کے عالم میں جن مشاہدات اور مظاہروں سے سابقہ پڑتا ہے۔ یعنی نام نہاد موت کی ہیروشی میں جو کچھ دیکھا اور سنا جاتا ہے۔ وہ سب کے سب ہمارے لاشعور کی صدا ہے بازگشت ہوتی ہے۔ اور کچھ نہیں! موت کا لفظ سننے ہی دل و دماغ میں ہل چل ہی جاتی ہے اور وہ تمام کہانیاں یاد آ جاتی ہیں۔ جو ہم نے گویا ہفتگی میں مٹیوں اور دلوں سے سنی



## Hazrat-e-Arwah



Written by :  
Rais Amrohvi

### مصنف کی دیگر کتابیں

1 - بنیات 7 - جہات

2 - حجاب قلل دین پر 8 - مباحثہ فرما ..... آمین  
3 - مظاهر نفس 9 - عالم برزخ

4 - لے سانس بھی آہستہ 10 - نفسیات و مابعدالطبیات

5 - توجہات 11 - عالم ارواح

6 - مراقبہ 12 - قطعات



**WELCOME BOOK PORT**

Main Urdu Bazaar, Karachi Pakistan

Tel: (92-21) 32632151, 32639581 Fax: (92-21) 32638094

Email: welbooks@hotmail.com

Website: www.welbooks.com

ISBN: 978-996-906-659-9